سیرت
حضرت علی المرتضیٰ
PDFBOOKSFREE.PK
مرتبہ
ناشر
مکتبہ حاجی نیاز احمد
ناشران تاجران کتب
061-513863

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایک ضروری گزارش!

معزز قارئینِ کرام! اس کتاب کو عام قاری کے مطالعہ، اُمتِ مسلمہ کی راہنمائی اور ثوابِ دارین کے خاطر پاکستان ورچوئل لائبریری پر شائع کر رہا ہوں۔ اگر آپ کو میری یہ کاوش پسند آئی ہے یا آپ کو اس کتاب کے مطالعے سے کوئی راہنمائی ملی ہے تو برائے مہربانی میرے اور میرے والدین کی بخشش کے لئے اللہ رب العزت سے دُعا ضرور کیجئے گا۔ شکریہ

طالبِ دُعا سعید خان

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے۔

آپ حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے داماد اور چچازاد بھائی بھی ہیں۔

نام و کُنیت

آپ کا نام علی (رضی اللہ عالی عنہ) لقب حیدر جبکہ کنیت ابوالحسن اور ابوتراب ہے۔ آپ کی کنیت ابوتراب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمائی تھی اس ضمن میں روایات میں آتا ہے کہ حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بے حد مَحَبَّت فرمایا کرتے تھے غزوہ عشیرہ کے سفر کے دَوران ایک کھجور کے دَرَخت کے نیچے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ محوِ خواب تھے اس ریگستانی سرزمین میں آپ کے جسمِ مبارک پر مٹی لگ گئی حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں پر تشریف لائے اور آپ کو جگاتے ہوئے فرمایا اے ابوتراب! اُٹھ کھڑا ہو۔ پھر اس کے بعد فرمایا اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! میں تجھے بتاؤں کہ لوگوں میں سب سے زیادہ بد بخت کون ہے؟ ارشاد فرمایا، دو اشخاص۔ ایک وہ شخص جس نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کونچیں کاٹیں، دوسرا وہ شخص جو تیرے چہرہ اور داڑھی کے بالوں کو تیرے خون میں ڈبودے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ فرماتے جاتے تھے اور اپنا دستِ مبارک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر اور چہرۂ اقدس پر پھیرتے جاتے تھے۔

آپ کی کنیت ابوتراب کے بارے میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی کنیت ابوتراب بہُت پسند تھی اور جب کوئی آپ کو اس نام سے پکارتا تھا تو آپ بہت خوش ہوتے تھے اور آپ کی اس کنیت کا سبب یہ تھا کہ آپ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کسی بات پر ناراض ہوکر مسجد میں آکر لیٹ گئے اور آپ کے بدن پاک پر کچھ مٹی لگ گئی حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کو بلانے خود مسجد میں تشریف لائے آپ کے بدن مبارک سے مٹی جھاڑتے ہوئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمانے لگے اے ابوتراب! اُٹھو۔ چنانچہ اسی دن سے آپ کی یہ کنیت مشہور ہوگئی۔ (بخاری شریف)

سلسلۂ نسب اور والدین

آپ کا سلسلہ نسب والد کی طرف سے یہ ہے۔علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی۔

آپ کی والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف ہے۔

فاطمہ بنت اسد پہلی ہاشمی خاتون ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا اور ہجرت فرمائی۔ جناب ابو طالب کی چچا کی بیٹی تھیں اسی مناسبت سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نجیب الطرفین ہاشمی اور حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حقیقی چچازاد بھائی تھے۔

جناب ابو طالب

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد **جناب ابو طالب** مکۂ مکرّمہ کے نہایت با اثر بزرگ تھے۔حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان سے بڑی محبت فرماتے تھے۔ جناب ابو طالب نے ہر موقع پر اور ہر مشکل وَقت میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ساتھ دیا۔ حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ خواہش تھی کہ جناب ابو طالب بھی اسلام کی روشنی سے اپنے قلب کو منوّر کریں اس لئے گاہے بگاہے ان کو قبول اسلام کی دعوت دیتے رہتے تھے۔حتّٰی کہ جناب ابو طالب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی عِیادت کی غرض سے تشریف لے گئے، دیکھا کہ ان کا گھر قریش سے بھرا ہوا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے اپنے چچا کے ساتھ تھوڑی دیر ٹھہرنا ہے۔آپ ذرا باہر تشریف لے جائیں۔اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جناب ابو طالب کے سرہانے بیٹھ گئے اور فرمایا چچا جان! اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے کہ آپ نے بچپن میں میری کفالت کی اور میرے جوان ہوجانے پر میری رِعایت اور شفقت میں دریغ نہیں کیا اب وَقت یہ ہے کہ آپ ایک کلمہ کہہ کر میری اِمداد کریں تا کہ قِیامت کے دِن میں اللہ تعالیٰ کے پاس آپ کی شفاعت کروں۔

جناب ابو طالب نے کہا، اے بھتیجے! وہ کون سا کلمہ ہے؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، آپ کہہ دیجئے کہ لا اِلٰہ اِلّا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہ‘ ۔جناب ابو طالب نے یہ سن کر کہا، میں یہ جانتا ہوں کہ آپ میرے سچے خیر خواہ ہیں۔ربّ کعبہ کی قسم! اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ قریش آپ کو یہ کہہ کر سرزنش کریں گے کہ تیرا چچا موت سے ڈر گیا، میں یقیناً یہ کلمہ کہہ کر آپ کی آنکھیں روشن کرتا۔حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اِصرار فرمانے لگے کہ چچا جان! ایک بار اس کلمہ کو کہہ دیجئے تا کہ قیامت کے دن آپ کے کام کو دِلی تسلی کے ساتھ کر سکوں۔ابو جہل اور ابی اُمیہ جو اس وقت وہاں موجود تھے۔ جناب ابو طالب سے کہنے لگے، اے ابو طالب! کیا تو عبدالمطلب کے دین وملت سے اِنحراف کرتا ہے؟ اس پر جناب ابو طالب نے کہا، نہیں ابو طالب اپنے بزرگوں اور عبدالمطلب کی ملت پر جاتا ہے۔

چونکہ جناب ابو طالب نے ہر معاملہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ساتھ دیا تھا اس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، چچا جان! کیا بات ہے کہ تمام لوگوں کو میری بات سننے اور پیری کرنے کی وصیت کرتے ہو اور خود میری بات کو قبول نہیں کرتے۔ اس پر جناب ابو طالب نے کہا، اے بھتیجے! ربّ کعبہ کی قسم! اگر تندرستی کی حالت میں ہوتا تو آپ کی اِتباع کرتا۔ ربّ کعبہ کی قسم! مجھے یہ بات بُری معلوم ہوتی ہے کہ لوگ کہیں کہ ابو طالب مرتے وقت موت کے ڈر سے مسلمان ہوا اور صحت کی حالت میں مسلمان نہیں ہوا۔ جناب ابو طالب کا مرض شدت اِختیار کرتا جا رہا تھا۔ حضور جناب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابو طالب کے پاس سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور چلے آئے پھر جب جناب ابو طالب اِنتقال کر گئے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ جناب ابو طالب کا انتقال ہو گیا ہے۔ یہ سُن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ پھر فرمایا جاؤ، ان کو غسل دو اور تجہیز و تکفین کا اِنتظام کرو۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جناب ابو طالب کے انتقال پر بہت غمزدہ اور رنجیدہ تھے، آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ جنازہ کے ساتھ گئے اور فرماتے تھے، چچا جان! آپ نے صلۂ رحمی کا حق ادا کیا میرے حق میں کوئی کوتاہی نہیں کی، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ (طبقات ابن سعد، ابن کثیر)

حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالٰی عنہا

حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالٰی عنہا بھی حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بہت محبت وشفقت فرمایا کرتی تھیں اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ماں کی طرح پرورش فرمائی۔ ان کے انتقال کا وقت قریب آیا تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جب ان کا انتقال ہوجائے تو مجھے خبر دینا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی ایک جماعت میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے آکر خبر دی کہ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالٰی عنہا کا اِنتقال ہوگیا ہے۔ یہ سُن کر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو جاری ہوگئے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے فرمایا، اٹھو ہم اپنی ماں کے پاس جاتے ہیں۔ پھر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے ساتھ اٹھ کر چل دیئے۔

جب فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالٰی عنہا کی مَیّت کو دیکھا تو سرہانے کھڑے ہوکر رِقت انگیز لہجے میں فرمایا، اے میری ماں! میری والدہ کے بعد آپ میری ماں تھیں، اللہ تعالٰی آپ پر رحم فرمائے، حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کی بہت زِیادہ تعریف فرمائی پھر اپنے بدن مبارک سے اپنی قمیض اُتاری اور گھر والوں کو دے کر فرمایا، غسل کے بعد اس سے ان کا کفن بنانا۔ اس کے بعد حضرت اُسامہ بن زید، حضرت ابوایوب انصاری اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہم سے فرمایا کہ ان کیلئے قبر کھودو، اور لحد کو اپنے دستِ مبارک سے بنایا اور اپنے دست مبارک سے اسکی مٹی نکالی۔ پھر جب حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالٰی عنہا کا جنازہ تیار ہوکر باہر آیا تو جنازہ کا پایہ اپنے مبارک کندھوں پر رکھا اور تمام راستے میں کبھی آگے سے اور کبھی پیچھے سے کندھا دیتے تھے۔ جب ان کی قبر پر پہنچے تو قبر میں داخل ہوکر لحد میں لیٹے کچھ قرآنِ پاک پڑھا اور دُعا مانگی، اے اللہ! تو میری ماں فاطمہ (رضی اللہ تعالٰی عنہا) کی مغفِرت فرما اور ان کیلئے وسیع کردے (اس قبر کو) اس کے بعد قبر سے باہر آئے تو مبارک آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے اس قدر عنایت کی وجہ دریافت کی تو ارشاد فرمایا، جنابِ ابوطالب کے بعد سب سے زیادہ اسی نیک خاتون کا اِحسان مند ہوں۔ (اسد الغابہ، جلد پنجم)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبول اسلام

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت سے دس برس قبل پیدا ہوئے تھے۔ جناب ابو طالب کی اولاد بہت زیادہ تھی جس کی وجہ سے اَخراجات بھی بہت زیادہ تھے جبکہ ان کی آمدنی انتہائی محدود تھی۔ اس وجہ سے جناب ابو طالب بہت پریشان اور متفکر رہا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ مکۂ مکرّمہ میں قحط پڑا جس سے تمام مکہ والے تنگ آ گئے اُس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا، چچا جان! آپ کے بھائی ابو طالب کا کنبہ کثیر ہے، اخراجات زیادہ ہیں اور آمدنی کم، ان کا وقت انتہائی تنگی و عسرت سے گزرتا ہے مناسب ہے کہ ہم ان کی اِمداد کریں اور ان کے بوجھ کو بانٹ لیں۔ ہم میں سے ہر ایک ان کے ایک ایک بیٹے کو اپنی کفالت میں لے لے۔ چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لے لیا۔ حضرت عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ جناب ابو طالب کے پاس رہ گئے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی کفالت میں لے لیا اور ان کی پرورش کرنے لگے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان لانے کا واقعہ کے بارے میں ابو یعلیٰ خود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیر کے دِن مبعوث ہوئے اور دوسرے دن منگل کو میں مسلمان ہوا۔ ایمان قبول کرتے وقت آپ کی عمر دس برس تھی اس ضمن میں ایک روایت میں آتا ہے کہ چونکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم کے ساتھ ہی رہتے تھے اس لئے دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اُمّ المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عبادت میں مصروف ہیں۔ یہ دیکھ کر پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ اللہ تعالیٰ کا دِین ہے۔ جس کو میں نے اپنے لئے پسند کیا ہے اور تمہیں بھی اس کی دعوت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی دو۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ میں نے کسی سے اس دین کے بارے میں نہیں سنا اور میں اپنے والد جناب ابو طالب کے مشورہ کے بغیر کوئی کام نہیں کرتا۔ اگر آپ اِجازت فرمائیں تو میں ان کے ساتھ مشورہ کرلوں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بات طے شدہ ہے کہ اگر تم اسلام قبول نہ کرو تو اسے کسی دوسرے کو بھی نہ بتاؤ۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس رات توقف فرمایا، اسی رات اللہ تعالیٰ نے ان کے قلب مبارک کو کھول دیا اور نورِ ہدایت کی روشنی عطا فرمائی جب صبح کا اُجالا طلوع ہوا تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! مجھ پر اسلام پیش کیجئے۔ چنانچہ کلمۂ اسلام پڑھا اور مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعوتِ اسلام دی تو انہوں نے کہا کہ میں جا کر اپنے والدِ محترم سے مشورہ کرتا ہوں۔ ابھی چند قدم ہی گئے تھے کہ دِل میں خیال گزرا کہ مجھے میرے والد کی نصیحت تھی کہ تمہیں جو بات بھی مُحَمَّد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کہیں اسے ضرور قبول کرنا چنانچہ اس نصیحت پر عمل کرتے ہوئے واپس ہوئے اور کلمۂ اسلام پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ اس طرح بچوں میں سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کیا۔

جاں نثاری کا جذبہ

روایات میں آتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عبادت کی غرض سے مکہ مکرمہ کے باہر وادی میں جہاں لوگوں کی آمد ورفت نہ ہوتی جا کر عبادت فرمایا کرتے تھے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ساتھ ہوتے تھے۔ ایک روایت کے مطابق جب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عبادت میں مصروف تھے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نگرانی کرتے۔ گرد ونواح پر نگاہ رکھتے تاکہ کوئی شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیساتھ دھوکہ نہ کرسکے۔ ایک دن جناب ابوطالب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تلاش کررہے تھے مگر وہ نہ مل سکے تو آپ کی والدہ فاطمہ بنت اسد نے ان سے کہا اے ابوطالب! میں علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے بہت قریب دیکھتی ہوں مجھ خدشہ ہے کہ وہ کہیں کوئی ایسی بات قبول نہ کرے جو ہمارے آباؤ اجداد کی ملت کیلئے خرابی کا باعث ہو۔ جناب ابوطالب نے کہا، میرا بیٹا میرے مشورہ کے بغیر کوئی کام نہیں کرتا۔

اتفاق سے ایک دن جناب ابوطالب کسی کام کی غرض سے مکہ مکرمہ کے باہر وادی سے گزرے تو دیکھا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر طرف نگاہ رکھے ہوئے ہیں اور رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگہبانی کررہے ہیں۔ ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ دونوں نماز پڑھ رہے تھے۔ یہ دیکھ کر جناب ابوطالب بہت حیران ہوئے اور چپکے سے اُن کے پاس جا کر بیٹھ گئے۔ نماز سے فراغت کے بعد پوچھا، اے بھتیجے! یہ کیسا دین ہے جو تم نے پیدا کیا ہے اور یہ کیسا کلام ہے جو آپ کہہ رہے تھے؟ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، چچا جان! یہ دین اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، پیغمبروں اور ہمارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا رسول منتخب کیا ہے اور لوگوں تک یہ دین پہنچانے کیلئے بھیجا ہے۔ چچا جان! میں آپ کو بھی اس اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں جو بے مثل ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں، اُسی کی عبادت کرنے کی تلقین کرتا ہوں۔ پھر فرمایا اے میرے مہربان چچا! آپ میرے لئے دل وجان کی حیثیت رکھتے ہیں تمام لوگوں سے زیادہ آپ اس بات کے حقدار ہیں کہ نصیحت کا آغاز آپ سے میں کروں، مناسب یہ کہ آپ میری مدد کیلئے کمربستہ اور کلمہ حق جس کیلئے مجھے مبعوث کیا گیا ہے، اہتمام کریں۔ جناب ابوطالب نے جواب دیا، اے بھتیجے! آپ دُرست فرماتے ہیں مگر میں اپنے آباؤ اجداد کے دین کو ترک نہیں کرسکتا اور ملت عبدالمطلب سے روگردانی کرکے آپ کی اِتباع نہیں کرسکتا لیکن آپ اپنا کام اِطمینان سے کریں جب تک میں زندہ ہوں کوئی دشمن آپ کو تکلیف نہیں پہنچا سکے گا اور نہ ہی کوئی حاسد جاہلیت کی حمایت میں آپ سے اُلجھ سکے گا۔ اس کے بعد جناب ابوطالب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخاطب ہوئے اور ان کے دین بارے میں پوچھا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، ابا جان! اسلام سچا دین ہے، میں اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا ہوں۔ جناب ابوطالب نے کہا، اے میرے بیٹے! محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے ساتھ رہو اور اُن کی خدمت کر، وہ تمہیں بھلائی اور نیکی ہی کی بات کہیں گے۔ (اسد الغابہ، معارج النبوۃ)

دعوت کا انتظام

حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جب وحی کا نزول ہوا تو اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین سال کی مدت تک پوشیدہ طریقہ پر اسلام کی تبلیغ فرمائی، چوتھے برس اعلانیہ تبلیغ اور سب سے پہلے اپنے قریبی رشتہ داروں کو دعوتِ اسلام دینے کا حکم ہوا اور آیتِ مبارکہ وَ اَنذر عشیرتك الاقربین وَاخفض جناحك لمن اتبعك من المؤمنین نازل ہوئی۔

حضور نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو اسلام کی دعوت دو۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر مبارک اُس وقت تقریباً چودہ پندرہ برس کی تھی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ اس مقصد کیلئے ایک صاع طعام تیار کرو اور اس میں قدرے گوشت ڈال دو اور ایک پیالہ دودھ مہیا کرو اور تمام بنی عبدالمطلب کو بلا کر لاؤ تاکہ میں اُن سے گفتگو کروں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق یہ چیزیں تیار کیں اور حضرت حمزہ و حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم، ابو طالب اور ابولہب وغیرہ چالیس افراد کو جو کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا اور رشتہ دار تھے جمع کرلیا، پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھانے کا آغاز کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گوشت کا ایک ٹکڑا لیا اور تناول فرمایا، باقی طشت کے اردگرد رکھ کر مہمانوں کو کھانے کی دعوت دی سب مہمانوں نے خوب سیر ہو کر کھایا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے اُس پروردگار کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی جان ہے! جو کھانا میں نے تیار کیا تھا ان میں سے اکیلا ایک آدمی ہی کھا سکتا تھا اور وہ دودھ کا پیالہ جو میں نے رکھا تھا صرف ایک شخص کیلئے کافی تھا مگر دودھ سے تمام حاضرین کا پیٹ بھر گیا۔ اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اٹھ کر فرمایا، اے بنی عبدالمطلب! اللہ کی قسم! میں تمہارے سامنے دُنیا و آخرت کی بہترین نعمت پیش کرتا ہوں۔ بولو تم میں سے کون اس شرط پر میرا ساتھ دیتا ہے کہ وہ میرا معاون و مددگار ہو؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابھی گفتگو کا آغاز ہی کیا تھا کہ ابولہب لعین بول اٹھا اور کہا، محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر جادو کیا گیا ہے تم میں سے کوئی اس کے نزدیک نہ جائے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہنے لگا، تیری قوم یعنی قریش میں تمام قبائل سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ اس لئے اس کام کا فیصلہ اس طرح سے ہوسکتا ہے کہ تمہیں کمرے میں بند کردیں اور تو کسی طرح کی کوئی عیش و عشرت نہ دیکھ سکے یہ کام ہمارے لئے آسان ہے بجائے اس کے کہ تمام قبائل عرب ہماری دشمنی اور مقابلہ کیلئے اٹھ کھڑے ہوں کوئی اس طرح کی برائی اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کے ساتھ سوچ بھی نہیں سکتا جیسی کہ تم کر رہے ہو۔

ابولہب کی بات سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خاموشی اِختیار فرمائی اور مجلس برخاست ہوگئی پھر دوسری مرتبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا، اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! اس شخص (ابولہب) نے گفتگو میں جلدی کی اور اس کی گفتگو تم نے سن ہی لی ہے دوبارہ اسی طرح کا کھانا تیار کرو۔ چنانچہ حکم کے مطابق حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر کھانے اور دودھ کا اہتمام فرمایا۔ اسی طرح سب لوگوں کو پھر دعوت دی گئی، جب تمام لوگ کھانے سے فارِغ ہوگئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے بنی عبدالمطلب! مجھے اُس پروردگار کی قسم جس کے سوا کوئی پروردگار نہیں تمہاری اور تمام مخلوق کی طرف میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ اللہ کی قسم! سب لوگوں نے مرنا ہے اور مرنے کے بعد زِندہ ہونا ہے۔ جس طرح تم نیند کے بعد بیدار ہوتے ہو۔ یقیناً جو اعمال تم کروگے ان کا محاسبہ ہوگا، نیکی کا بدلہ نیکی اور برائی کا بدلہ آگ اور عذاب ہوگا، تم دیکھ رہے ہو کہ رِسالت کے ابلاغ کے آغاز میں میں کمزور وضعیف ہوں مجھے معاون و مددگار کی ضرورت ہے تاکہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم اور دینِ حق کو ظاہر کروں، آپ میں سے جو شخص میری مدد اور نصرت کیلئے کھڑا ہوگا میرا بھائی اور تمہارے درمیان وہ میرا خلیفہ اور وصی ہوگا۔ کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ سب خاموش رہے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھے اور فرمایا، بے شک میں عمر میں سب سے چھوٹا، غصہ میں تیز اور قبیلہ و نسب کے اِعتبار سے بڑا ہوں مجھ سے جو کچھ ہوگا دِل و جان سے کوشش کروں گا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بیٹھ جانے کا حکم فرمایا اور پھر لوگوں سے مخاطب ہوئے مگر کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر اُٹھے اور فرمایا، بے شک میں عمر میں چھوٹا ہوں اور مجھے آشوب چشم کا عارضہ ہے اور میری ٹانگیں پتلی ہیں تاہم میں آپ کا مددگار اور دست و بازو بنوں گا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس مرتبہ بھی ان کو بٹھا دیا۔ یہاں تک کہ تیسری مرتبہ بھی جب کسی نے کوئی جواب نہ دیا تو اس مرتبہ بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُٹھ کر پہلے کی طرح جواب دیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک ان کی گردن میں ڈالے اور دعا و تعریف کرتے ہوئے فرمایا، تو میرا بھائی اور وارِث ہے۔ (طبری، معارج النبوۃ)

جاں نثاری کی عظیم مثال

حضور نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہءِ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو مشرکینِ مکہ دن بدن تنگ کرنے کا کوئی موقع ضائع نہ کرتے تھے مظالم کے بڑھ جانے پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو مکہءِ مکرّمہ سے ہجرت کر جانے کا حکم فرمایا جب تمام مسلمان ہجرت کر گئے تو وحیِ اِلٰہی کے ذریعہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی ہجرت مدینہ کا حکم ہوا چونکہ مکہءِ مکرّمہ میں حضرت علی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے علاوہ کوئی بھی شخصیت ہجرت کرنے والی نہ رہ گئی تھی اس لئے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا، اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! مجھے مدینہءِ منوّرہ کی طرف ہجرت کی اِجازت مل گئی ہے میں کل سامانِ سفر تیار کروں گا، لوگوں کی جو امانتیں میرے پاس ہیں ان کو تمہارے سپرد کرتا ہوں تم انہیں مالکوں تک پہنچا دینا۔ مشرکین آج رات مجھے قتل کرنے کا اِرادہ رکھتے ہیں۔ تم میری چادر اُوڑھ کر میری جگہ پر لیٹ جانا۔ اطمینان رکھو تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ ایک رِوایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا، اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! دِل کو مضبوط رکھنا یہ کُفّار تمہیں کچھ تکلیف نہ پہنچا سکیں گے۔

جب کفار حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کاشانہ اقدس کا گھیراؤ کیے ہوئے تھے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بستر مبارک پر لیٹ گئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سورۂ یٰسین کی تلاوت کرتے ہوئے کاشانہ اقدس سے باہر تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ نے ان کفار کی بینائیاں چھین لیں اور وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ دیکھ سکے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مٹھی بھر خاک دستِ مبارک میں لی ہوئی تھی اور کُفّار کے سَروں پر وہ خاک ڈالتے جاتے تھے اور ان میں سے کوئی شخص باقی نہ رہا جس کے سر پر خاک نہ پڑی ہو۔ رِوایات میں آتا ہے کہ یہ خاک جس کافر کے سر پر پڑی وہ جنگ بدر میں ہلاک ہو کر جہنّم رسید ہوا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انکے درمیان سے صحیح وسلامت نکل گئے اور کسی کو معلوم نہ ہو سکا۔ حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد ایک شخص کمر جھکائے ہوئے کفار کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ تم لوگ یہاں کس لئے کھڑے ہو اور کس کا اِنتظار کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا، ہم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا انتظار کر رہے ہیں۔ اس نے کہا، خرابی ہو تمہاری، اللہ نے تمہیں محروم کر دیا۔ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تو نکل گئے اور تمہارے درمیان سے ایسے نکلے کہ تمہیں خبر تک نہ ہو سکی اور تمہارے سروں پر خاک ڈال گئے اور اپنی جماعت کے پاس چلے گئے۔ یہ سن کر انہوں نے ایک دراڑ میں سے اندر جھانکا تو کسی کو سوتے ہوئے پایا، کہنے لگے کہ وہ رہے (محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اپنی جگہ پر سوئے ہوئے ہیں اور اپنی چادر اوڑھے ہوئے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پکڑنے کیلئے اندر داخل ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بستر مبارک سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ کفار کہنے لگے! اس شخص نے ٹھیک کہا تھا۔ پھر انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا، اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کہاں ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو جواب دیا کہ مجھے ان کی نگرانی پر مقرر نہیں کیا گیا تھا، مجھے کیا خبر کہ وہ کہاں ہیں؟ مشرکینِ مکہ حیران و پریشان اور شرمندہ ہو کر رہ گئے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہجرت مدینہ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بستر مبارک پر قیام کر کے جان نثاری کی عظیم مثال قائم فرمائی پھر جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکۂ مکرّمہ سے مدینۂ منوّرہ کی طرف تشریف لے گئے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق جن لوگوں کی امانتیں ان کے پاس تھیں یا اور دیگر معاملات تھے دو تین دِن میں ان سے فراغت حاصل کی اور تیسرے یا چوتھے دن مکہ مکرمہ چھوڑ کر مدینہ طیبہ روانہ ہو گئے۔

مؤاخات

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں آمد کے بعد جب انصار و مہاجرین کے مابین مؤاخات کا سلسلہ قائم فرمایا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا بھائی بنایا۔

مسجد نَبَوی کی تعمیر

مدینہ منورہ میں مہاجرین کی آمد سے مسلمانوں کی تعداد میں دِن بدن اِضافہ ہوتا جاتا تھا۔ چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں ایک مسجد کی تعمیر کرنے کا اِرادہ فرمایا اور اس مقصد کیلئے زمین حاصل کی گئی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے مسجد کی بنیاد رکھی۔ مسجد کی تعمیر کے دَوران مہاجر اور انصار صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اینٹیں اور پتھر لاتے تھے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اینٹیں اُٹھانے میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ موافقت فرماتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی گرم جوشی کے ساتھ مسجد کی تعمیر میں حصہ لیتے تھے اور اینٹیں اٹھاتے وقت یہ رجز پڑھتے تھے:۔

لا یستوی من یعمر المساجد یدائب فیه قائما و قاعدا و من یری عن التراب حائدا

جو مسجد تعمیر کرتا ہے کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر اس مشقت کو برداشت کرتا ہے

اور جو گرد و غبار کے باعث اس کام سے جی چراتا ہے وہ برابر نہیں ہو سکتے۔

یہ رجز حضرت عمار یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سن کر یاد کر لیا اور پڑھتے تھے ایک صحابی جو فارغ بیٹھے ہوئے تھے اُنہوں نے سنا تو سمجھا کہ یہ مجھ پر تعریض کر رہے ہیں ان سے کہا، چپ رہو ورنہ میں لاٹھی سے جو میرے ہاتھ میں ہے تجھے ماروں گا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، عمار یاسر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میری آنکھیں ہیں کوئی شخص اسے نہیں مار سکتا۔

غزوات و دیگر واقعات

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جرأت ، دلیری اور بہادری کی ایک عظیم مثال تھے۔آپ نے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شانہ بشانہ غزوات میں شرکت فرمائی اور بہادری و جرأت کے بے شمار کارنامے سرانجام دیئے۔غزوات میں آپ کی شرکت کے حوالے سے ذیل کا باب ترتیب دیا گیا ہے۔

غزوۂ سفوان

اس غزوہ میں کُفّار کے ساتھ لڑائی کی نوبت نہیں آئی اس غزوہ کو غزوۂ بدر اولیٰ بھی کہا جاتا ہے۔روانگی سے پہلے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک جھنڈا بنا کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مرحمت فرمایا اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جماعت کے ساتھ مدینہ منوّرہ سے نکلے۔ (سیرت ابن ہشام)

غزوۂ بدر

ہجرت کے دوسرے برس غزوۂ بدر پیش آیا۔اس غزوہ میں تین سو تیرہ مسلمانوں نے حصّہ لیا،لشکرِ اسلام میں مسلمانوں کے پاس ستّر اونٹ اور تین گھوڑے تھے اور ایک ایک اونٹ پر کئی کئی مسلمان سواری کرتے تھے۔حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سواری میں حضرت علی اور حضرت زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہم شریک تھے اور جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیدل چلنے کی باری آتی تو دونوں عرض کرتے ، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ! آپ سوار ہی رہئے ،ہم آپ کے رکاب کی سعادت میں پیدل چلیں گے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم مجھ سے زیادہ طاقت ور نہیں ہو اور میں اَجر میں تم سے زیادہ بے نیاز نہیں ہوں۔

جنگ کے قاعدہ کے موافق پہلے تنہا مقابلہ کرنے کی غرض سے کُفّار کی طرف سے سب سے پہلے جس شخص نے بدر کے میدان میں قدم رکھا اور جنگ کرنے کیلئے آگے بڑھا وہ عتبہ بن ربیعہ تھا جو اپنے بھائی شیبہ اور اپنے بیٹے ولید کے ساتھ میدان میں اُترا اس کے سب سے پہلے میدان جنگ میں آنے کی وجہ یہ تھی کہ عتبہ کو ابوجہل لعین نے غداری اور بزدلی کا طعنہ دیا تھا اور اُس نے اس بات سے غیرت کھائی تھی چنانچہ جنگ وقتال کیلئے اُس نے زرہ پہنی پھر اِدھر اُدھر دیکھتا تھا کہ کہیں سے کوئی ایسی خود ہاتھ آجائے کہ جو اس کے سر پر پوری اُترے مگر اُسے کوئی ایسی خود نہیں مل رہی تھی کیونکہ اس کا سر بہت بڑا تھا اس لئے اس نے پگڑی باندھنے پر ہی اکتفا کیا۔اسی دَوران عتبہ کی نظر ابوجہل پر پڑی جو ایک گھوڑے پر سوار مشرکین کی صف میں کھڑا تھا، ابوجہل کو دیکھتے ہی عتبہ نے جوش سے تلوار سونتے ہوئے کہا کہ آج سواری کا دن نہیں ہے۔یہ سن کر ابوجہل گھوڑے سے نیچے اُتر آیا۔

اس کے بعد عتبہ، ولید اور شیبہ میدان میں آئے اور نعرہ لگایا کہ ہے کوئی ہم سے مقابلہ کرنے والا۔ ان کی للکار سن کر تین انصاری نوجوان میدان میں نکلے، کفار کے بہادروں نے ان کا نام ونسب پوچھا تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم مدینہ منورہ کے نوجوان انصاری ہیں۔ عتبہ نے کہا، ہمیں تم سے کوئی مطلب نہیں، ہم اپنے چچا زادوں کو میدان میں آنے کی دعوت دیتے ہیں۔ پھر ان میں سے ایک نے للکار کر کہا، اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! ہمارے خاندان میں سے کسی کو بھیجیں۔

اس پر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی، حضرت حمزہ اور حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو مقابلے کیلئے میدان میں بھیجا ان میں سے حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت زیادہ ضعیف تھے اور عمر مبارک اَسّی برس سے زیادہ ہو چکی تھی مگر بہت بہادر تھے۔ یہ عتبہ کی طرف متوجہ ہوئے جبکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولید کے مقابلے پر آئے اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شیبہ کے مقابلے پر آئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے حریف ولید کو پہلے ہی وار میں جہنّم واصل کر دیا۔ حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے حریف سے زخم کھایا اور شدید زخم ہو گئے حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاؤں کی ہڈّی کا گودا نکل کر میدان میں جا کر پڑا، حضرت علی اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنے اپنے حریفوں کو جہنّم واصل کر چکے تھے فوری طور پر حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدد کو آئے اور ان کے دشمن کو قتل کر دیا اس کے بعد عام جنگ شروع ہو گئی جس میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑھ چڑھ کر اپنی بہادری کے جوہر دکھائے، اس غزوہ میں مسلمانوں کو کامیابی حاصل ہوئی۔ (سیرت ابن ہشام)

غزوۂ اُحد

یہ معرکہ ماہ شوال ۳ھ میں پیش آیا۔ لشکرِ کفار میں سے جنگ کے میدان میں ابوسعد بن ابی طلحہ نکلا اور اس نے پکار کر اپنا مد مقابل طلب کیا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیزی کیساتھ اس کی طرف بڑھے اور اس کے سر پر تلوار کا ایک ایسا ہاتھ مارا کہ وہ زمین پر گر پڑا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس صف میں آگئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پوچھا کہ آپ نے اس کا کام تمام کیوں نہ کیا؟ آپ نے جواب دیا کہ وہ جب گرا تو اس کی شرم گاہ کھل گئی اُس نے مجھے قسم دی کہ میں اسے چھوڑ دوں مجھے شرم آئی کہ میں اس کے دوبارہ درپے ہوں اور پھر مجھے یقین ہو گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ اسے جلد ہی ہلاک کردے گا۔

تھوڑی دیر کے بعد عام جنگ شروع ہو گئی مسلمانوں نے اپنی تعداد میں کمی کے باوجود دشمن کو پسپائی پر مجبور کر دیا مگر مسلمانوں کی ایک جماعت کی غلطی کی وجہ سے دشمن کو دوبارہ حملہ آور ہونے کا موقع مل گیا جسکی وجہ سے بہت زیادہ جانی نقصان مسلمانوں کا ہوا۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں کے ایک تیر انداز دستے نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کے برخلاف پہاڑی درے سے اپنی جگہ چھوڑ دی تھی۔ مسلمان چاروں طرف سے کفار کے نرغے میں آگئے۔ بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس اچانک حملے کی وجہ سے شہید ہو گئے ایک افراتفری سی پھیل گئی حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی کفار کے گھیرے میں آگئے۔ کفّار نے مشہور کر دیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مزید پریشان ہو گئے بعض نے لڑنا بند کر دیا کہ اب لڑ کر کیا کریں گے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کفار نے جب مسلمانوں کو گھیرے میں لے لیا اور حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئے تو میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تلاش کرنا شروع کیا کہیں نہ پایا تو میں نے کہا کہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لڑائی سے بھاگ جائیں۔ بظاہر پروردگارِ عالم ہمارے اعمال کی وجہ سے ہم پر ناراض ہوئے۔ اس لئے اپنے پیارے رسول کو آسمان پر اٹھا لیا۔ اسلئے اب اس سے بہتر کوئی صورت نہیں کہ میں تلوار سونت کر کفار کے لشکر میں گھس جاؤں یہاں تک کہ میں مارا جاؤں۔ میں نے تلوار سے حملہ کیا یہاں تک کہ کفار میرے سامنے سے ہٹتے گئے اور میری نگاہ حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر پڑ گئی تو مجھے بڑی خوشی ہوئی اور میں نے سمجھا کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کے ذریعے اپنے پیارے محبوب حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حفاظت فرمائی ہے۔ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس جا کر کھڑا ہوا کہ دشمن کی ایک جماعت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حملہ کیلئے آئی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! ان کو روکو۔

میں نے اس جماعت کا مقابلہ کیا اور ان کو پسپا کیا۔ بعضوں کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد پھر کفار کی ایک جماعت حملہ آور ہوئی حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اِشارہ فرمایا چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر اس جماعت کو روکا۔ اس کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آکر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہادری اور مدد کی تعریف فرمائی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا...... بے شک علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مجھ سے ہے اور میں علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے ہوں۔ اس پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا، و انا منکما یعنی میں تم دونوں سے ہوں۔

کفّار کا زور کچھ کم ہوا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ چند صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہاڑ کی بلندی پر لے گئے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زخم کو دھویا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ڈھال میں پانی بھر بھر کر گراتے جاتے تھے اس سے بھی خون بند نہ ہوا تو سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے چٹائی جلا کر اس کی راکھ زخم پر لگائی جس سے زخم سے بہنے والا خون مبارک بند ہو گیا۔

اب جنگ بند ہو چکی تھی اور مشرکینِ مکۂ مکرّمہ کی طرف لوٹ گئے۔ تو بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دِلوں میں گمان ہوا کہ کہیں وہ لوٹ کر مدینہ منوّرہ پر حملہ نہ کریں۔ اس پر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ وہ مشرکین کے پیچھے جائیں اور معلوم کریں کہ وہ کدھر جاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دشمنوں کے تعاقب میں گئے اور یہ خبر لے کر واپس لوٹے کہ کفّار مکۂ مکرّمہ کی طرف چلے گئے۔ یہ سن کر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، آج کے بعد کفار قریش ہم پر کبھی کامیاب نہ ہوں گے اور اِن شاءَ اللہ تعالیٰ ہمیں مکۂ مکرّمہ کی فتح حاصل ہوگی۔

غزوۂ حمرۃ الاسد

یہ آٹھ شوال ۳ھ کا واقعہ ہے جب حضور سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس غزوہ کیلئے تشریف لے گئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک جماعت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھی جس میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھے۔ اس مہم میں جنگ کی نوبت نہیں آئی تھی اس لئے مسلمان تین دن حمرۃ الاسد میں قیام کے بعد واپس مدینہ طیبہ لوٹ آئے۔ ایک روایت کے مطابق اس مہم میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسلامی پرچم عطا فرمایا تھا۔

غزوۂ بنی نضیر

یہ غزوہ ۴ھ میں پیش آیا، اسلامی لشکر میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شامل تھے، حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کو اسلامی پرچم عطا فرمایا تھا اور اسلامی لشکر مدینہ طیبہ سے باہر نکل آیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عصر کی نماز بنی نضیر کے میدان میں ادا فرمائی جب یہودیوں نے اسلامی لشکر کو دیکھا تو اپنے قلعوں میں بند ہوگئے اس طرح انہوں نے اپنے آپ کو محفوظ کرلیا اور اندر سے تیر اور پتھر پھینکنے لگے۔ عشاء کے وقت تک اسی طرح ہوتا رہا جب مسلمانوں نے عشاء کی نماز پڑھ لی تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ اپنی قیام گاہ میں تشریف لے آئے۔ روایات میں آیا ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خیمہ بنی خطمہ کے میدان میں تھا، یہودیوں کے ایک ماہر تیر انداز غزورا نے ایک زبردست تیر پھینکا جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خیمۂ اقدس میں گرا۔ چنانچہ خیمہ اس جگہ سے دوسری جگہ پر نصب کردیا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزورا کی اس جرأت کو دیکھتے ہوئے اُس پر گھات لگائی جب رات ہوئی تو اچانک غزورا اپنے ساتھیوں کے ساتھ ننگی تلوار لئے قلعہ سے باہر آیا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر حملہ کردیا اور اس کے سر کو جسم سے الگ کردیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آکر غزورا کا سر زمین پر پھینکتے ہوئے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! یہ اس ملعون کا سر ہے جس نے آپ کے خیمۂ اقدس کی طرف تیر پھینکا تھا۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ اس معلوم کے ساتھی اس قدر نزدیک ہیں کہ اگر آپ میرے ساتھ کچھ لوگ بھیجیں تو ہم ان پر فتح مند ہوں گے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابودجانہ اور حضرت سہیل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بھیجا تو دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ساتھ ہولئے۔ یہ سب غزورا کے ساتھیوں کے پیچھے بھاگے ان کو قلعہ کے باہر جالیا اور تمام کو قتل کرکے ان کے سر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں لائے۔

غزوۂ بدر الموعد

اس غزوہ کیلئے حضورنبیؐ کریم ۲۶ شوال ۴ھ کو پندرہ سو مجاہدین کے ہمراہ بدر کی طرف روانہ ہوئے۔ایک روایت کے مطابق ابن ہشام نے تحریر فرمایا ہے کہ ابن اسحاق کا کہنا ہے کہ ماہِ شعبان ۴ھ میں روانگی اختیار فرمائی۔ اسلامی لشکر کا پرچم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔

غزوۂ بنی مصطلق

یہ غزوہ ۵ھ کو پیش آیا تھا۔ایک روایت کے مطابق اسلامی لشکر میں مہاجرین کا جھنڈا حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد فرمایا اس غزوہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خوب بہادری کے جوہر دکھائے۔

غزوۂ خندق

غزوہ خندق شوال ۵ ھ کو پیش آیا اس غزوہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہادری کے خوب جوہر دکھائے اسی غزوہ خندق کا واقعہ ہے کہ عکرمہ کا سوار دستہ جس میں عمرو بن عبدود بھی شامل تھا گھوڑے دوڑا کر ایک جگہ جہاں سے خندق کی چوڑائی کم تھی اُسے عبور کرنے میں کامیاب ہوگئے اور خندق عبور کرکے مسلمانوں کے سامنے آکر کھڑے ہوگئے عمرو بن عبدود بڑا طاقتور، دلیر اور جسمانی طور پر مضبوط تھا اس کے چہرے سے ایسی ہیبت ٹپکتی تھی کہ جو اس کے ساتھیوں کیلئے ولولہ انگیز اور اس کے دشمنوں کیلئے حوصلہ شکن تھی اس کی طاقت اور جنگی مہارت ضرب المثل تھی۔ اس نے متعدد بار زخمی ہونے کے باوجود بھی اپنے مدِ مقابل سے شکست نہیں کھائی تھی اور نہ ہی کبھی اپنے مدمقابل دشمن کو زندہ واپس جانے دیا تھا اس کی طاقت کے بارے میں مورخین لکھتے ہیں کہ وہ اپنے گھوڑے کو اپنے ہاتھوں میں اُوپر اٹھا کر زمین پر پٹخ سکتا تھا۔ اس طاقتور اور دلیر پہلوان کی شہرت مسلمان بھی جانتے تھے اس نے مسلمانوں پر حقارت سے نظر ڈالی اور پھر گرجدار آواز میں بولا ، میں عمرو بن عبدود ہوں میں سب سے بڑا جنگجو ہوں، میں ناقابل تسخیر ہوں، کیا تم میں کوئی شخص ہے جو اکیلا میرا مقابلے کی ہمّت رکھتا ہو؟ مسلمان اس کے سامنے صف آراء تھے اس کی للکار کو سن کر سب نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر حضور نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف دیکھا کہ کس کو اِجازت مرحمت فرماتے ہیں اس مردود کے ساتھ مقابلہ کرنے کی۔ ان چند لمحوں کی خاموشی کے دَوران عمرو بن عبدود نے قہقہہ لگایا اس کے قہقہہ میں قریش بھی شریک تھے۔ وہ بھی خندق کے قریب کھڑے سب کچھ سن رہے تھے۔ عمرو بن عبدود نے طعنے دینے شروع کردیئے کہ تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو مردانگی کے جوہر رکھتا ہو۔ یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے عمرو بن عبدود سے نبرد آزما ہونے کیلئے اجازت مانگی، حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اجازت مرحمت نہ فرمائی اور ارشاد فرمایا، واپس چلے جاؤ۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس اپنی جگہ پر آگئے چنانچہ عمرو بن عبدود نے پھر مسلمانوں کو للکارا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے حضور نے اس مرتبہ بھی اجازت مرحمت نہ فرمائی۔ عمرو نے تیسری مرتبہ للکارا اور کہا کہ تمہاری جنّت کہاں ہے جس کے بارے میں تم لوگ کہتے ہو کہ جنگ میں مارے جانے والے اس میں داخل ہوں گے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیسری مرتبہ پھر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں عرض پرداز ہوئے اور اجازت کی درخواست کی۔

اس مرتبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اجازت مرحمت فرمادی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت زیادہ عزیز تھے۔ آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر شفقت بھری نگاہ ڈالی اور پھر اپنا عمامہ مبارک اُتار کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر مبارک پر باندھا، اپنی تلوار اپنے دستِ اقدس سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کمر میں باندھی اور پھر دعا فرمائی، یا اللہ! اس کی مدد فرما۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جلدی سے مجاہدین کا ایک چھوٹا سا دستہ جمع کیا اور مقابلے کیلئے میدان میں آگے بڑھے، عمرو بن عبدود کے سامنے پہنچ کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پکارا، اے عمرو! میں نے سنا ہے کہ اگر قریش کا کوئی شخص تمہارے سامنے تین باتیں پیش کرے تو تم ہمیشہ ان میں سے کم از کم ایک مان لیتے ہو۔ عمرو نے جواب دیا کہ سچ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، میں تمہارے سامنے دو تجاویز پیش کرتا ہوں، پہلی یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لے آؤ۔ اس نے جواب دیا، مجھے ان کی ضرورت نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تو پھر گھوڑے سے اُترو اور میرا مقابلہ کرو۔ عمرو نے کہا، علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تم میرے بھائی کے بیٹے ہو میں تمہیں قتل کرنے کا آرزومند نہیں ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، میں تمہیں قتل کرنے کا بہت آرزومند ہوں۔ یہ سن کر عمرو غضبناک ہو کر بڑی پھرتی سے اُچھل کر گھوڑے سے نیچے آ گیا۔ تلوار سونت کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کئی وار کئے لیکن آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچا۔ آپ تمام وار پھرتی سے بچا گئے کافی دیر مقابلہ ہوتا رہا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انداز دفاعی تھا۔ آخر عمرو تھک گیا۔ اس کا سانس پھول گیا وہ ہانپتا ہوا پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ عمرو اس صورتِ حال کو دیکھ کر حیران ہو رہا تھا۔ اُسے اس طرح کے مقابلے کا گمان ہی نہیں تھا اور نہ ہی کسی نے اتنی دیر تک اس کا مقابلہ کیا۔ عمرو حیران کھڑا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تلوار اور ڈھال زمین پر رکھ دی بجلی کی طرف فضا میں لپکے اور عمرو کو گردن سے پکڑا اور پہلوانوں کی طرح ٹانگ اڑا کر چاروں شانے چت زمین پر گرا دیا اور خود اس کے سینے پر بیٹھ گئے، عمرو اپنی بے پناہ قوت وطاقت کے باوجود ذِلّت اور شرمندگی سے دوچار تھا اپنے آپ کو ناقابلِ تسخیر سمجھنے والا مغلوب ہو چکا تھا اس کا غرور خاک میں مل چکا تھا اس نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گرفت سے نکلنے کیلئے بہت زور لگایا لیکن وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گرفت سے کسی بھی طرح آزاد نہ ہو سکا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے پھر اسے دعوتِ اسلام دیتے ہوئے فرمایا کہ اے عمرو! فتح وشکست کا دارومدار اللہ تعالیٰ کی منشاء پر ہے اسلام قبول کرلو۔ جان بچ جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے حقدار ہوجاؤ گے، اس کے ساتھ ہی آپ نے خنجر کھینچا اور اسے عمرو کی گردن کے قریب لاکر تھام لیا۔ یہ صورتِ حال عمرو کیلئے بڑی ناقابل برداشت تھی اُسے معلوم تھا کہ میرا انجام کیا ہوگا۔ اِرد گرد قریش اور مسلمان بھی دیکھ رہے تھے وہ جلدی سے اس ندامت سے جان چھڑانا چاہتا تھا ایک لمحہ کیلئے بھی زندگی اسے گوارا نہ تھی اس نے طیش دلانے کیلئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرۂ مبارک پر تھوک دیا۔ یہ دیکھ کر عمرو کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بجائے طیش میں آکر اُس کو جان سے مارنے کے اُس کے سینے سے اُٹھ کر اپنا چہرۂ مبارک صاف کرنا شروع کردیا اور فرمایا، عمرو! یاد رکھو میں کسی ذاتی غرض کی بناء پر نہیں بلکہ صِرف فی سبیل اللہ قتل کرتا ہوں چونکہ تم نے میرے چہرے پر تھوک دیا ہے لہٰذا ہوسکتا ہے کہ میرا تمہیں قتل کرنا ذاتی بدلہ ہوجائے چنانچہ میں تمہاری جان بخشی کرتا ہوں اُٹھو اور واپس چلے جاؤ۔ عمرو کیلئے یہ صورتِ حال نہایت شرمناک تھی کہ وہ ہار مان کر اپنے لوگوں میں واپس چلا جاتا چنانچہ اس نے اُٹھ کر واپس جانے کی بجائے فتح کی آخری کوشش کی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اس زور کا وار کیا کہ آپ کی ڈھال ٹوٹ گئی مگر ڈھال نے وار کا زور روک لیا اور آپ کو معمولی زخم آیا اس سے پیشتر کہ عمرو دوبارہ وار کرتا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے کندھے کی رگ پر تلوار ماری عمرو گر پڑا اور جہنّم واصل ہوگیا۔ اس کو قتل ہوتا دیکھ کر اس کے باقی ساتھیوں نے راہِ فرار اختیار کی، غزوۂ خندق میں مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے کامیابی و فتح عطا فرمائی۔

غزوۂ بنی قریظہ

یہ غزوہ ذی قعدہ ۵ھ کو پیش آیا اس غزوہ کا سبب یہ تھا کہ مدینہ طیبہ کے نواح میں بنو قریظہ کے یہودیوں نے جنگ خندق میں مسلمانوں سے بد عہدی کی تھی چنانچہ جیسے ہی حملہ آور رخصت ہوئے مسلمان مدینہ منوّرہ میں واپس آئے تھوڑی دیر آرام فرمانے کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ وہ مدینہ منوّرہ میں اعلان کردیں اور کہہ دیں کہ اے اللہ کے شاہسوارو! سوار ہوجاؤ ہر سننے والے فرمانبردار کو دوسری نماز بنی قریظہ میں گزارنی چاہیۓ۔ اس اعلان کے عام ہوجانے کے بعد حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طلب فرمایا اور آپ کو جھنڈا عنایت فرمایا۔ اس مہم میں بھی مسلمانوں کو کامیابی حاصل ہوئی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں بنی قریظہ کے قلعہ کے نزدیک پہنچا تو اس قوم میں سے ایک شخص نے قلعہ کے اوپر سے مجھے دیکھ کر پکارا کہ عمرو بن عبدِ ود کا قاتل آرہا ہے۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قلعہ بنو قریظہ کی دیواروں کے ساتھ جھنڈا گاڑ دیا۔ یہودیوں نے قلعہ کے اوپر سے رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر زبان درازی شروع کردی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جھنڈے کی حفاظت کیلئے چھوڑا اور خود حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں سرِ راہ حاضر ہو کر عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! یہود کے قلعہ کے نزدیک نہ جائے جلد ہی اللہ تعالیٰ ان کو رُسوا کرے گا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جب وہ مجھے دیکھیں گے تو وہ کچھ نہیں کہہ سکیں گے۔

مسلمانوں نے قلعہ کا محاصرہ کرلیا، شدید محاصرے سے یہود تنگ آگئے، مسلمانوں نے آخر کار ان پر قابو پالیا اور یہ فیصلہ ہوا کہ بنو قریظہ کی بد عہدی کی سزا کے طور پر ان کے مردوں کو قتل کردیا جائے۔ چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے مناسب جگہ پر خندق کھودی گئی یہودیوں کو باری باری لایا جاتا، حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے کھینچی ہوئی تلواروں سے ان کی گردنیں اُڑاتے تھے اور ان کے خون کو خندق میں بہاتے تھے۔ روایت میں آتا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حی بن اخطب کو قتل کرنے کیلئے تلوار کھینچی تو حی نے کہا، میری درخواست ہے کہ میرے جسم کے کپڑے الگ نہ کرنا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، یہ بات میرے نزدیک قتل کرنے سے آسان ہے، پھر حی نے گردن اوپر کھینچی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تیز تلوار کے ایک ہی وار سے حی کی گردن تن سے جدا کردی۔

بنو سعد کی گوشمالی

٦ھ میں حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ خبر ملی کہ بنو سعد ایک لشکر جمع کر رہے ہیں ان کا اِرادہ ہے کہ یہودِ خیبر کی اِمداد کریں تا کہ وہ مل کر مدینۂ منوّرہ پر چڑھائی کریں چنانچہ نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک سو کی جمعیت کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قبیلہ سعد بن بکر کے پاس فدک کی طرف بھیجا تا کہ ان کی سرکوبی کریں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ماہِ شعبان میں روانگی اختیار کی اور راستے کی منازل جلد از جلد طے کرتے ہوئے موضع ہمج میں پہنچ گئے اس جگہ پر مشرکین میں سے ایک شخص دکھائی دیا اس کو پکڑ کر اس سے مخالفین کے احوال کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ میں آپ لوگوں کو ان کے پاس لے چلتا ہوں لیکن ایک شرط ہے کہ آپ مجھے امان دیں گے۔ اس کی درخواست قبول کر لی گئی، چنانچہ اس نے مشرکین کی بے خبری میں مسلمانوں کو ان تک پہنچا دیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان پر اچانک حملہ کر کے ان کو منتشر کر دیا۔ دشمنوں کے پانچ سو اونٹ اور دو ہزار بھیڑ بکریاں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں ان اونٹوں میں سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چند بہت اچھے اونٹ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے منتخب کئے، خمس کو الگ کیا اور باقی لشکریوں پر تقسیم کر دیا اور صحیح سلامت مدینہ طیبہ کی طرف واپسی اختیار فرمائی۔

صلح حدیبیہ

یہ ۶ھ کا واقعہ ہے کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تقریباً چودہ ہزار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ہمراہ بیت اللہ کی زیارت کی غرض سے مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ جب حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ قریش مکہ کے عزائم ٹھیک نہیں ہیں اور وہ مزاحمت کرنے کا اِرادہ رکھتے ہیں۔ اس پر حضور نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ مکرّمہ میں قریش کی طرف بھیجا کہ وہ ان سے گفتگو کریں اور ان کو بتائیں کہ ہم صرف بیت اللہ کی زیارت کرنے کے اِرادے سے آئے ہیں مکہ مکرمہ میں کفار نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روک لیا، اس دَوران یہ خبر مشہور ہوگئی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کردیا گیا ہے۔ اس پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں جوش وخروش پیدا ہوگیا۔ چنانچہ حضور سرورِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقام لینے کیلئے مسلمانوں سے بیعت لی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس بیعت میں شریک تھے۔ بعد میں جب صورتِ حال واضح ہوئی تو طرفین کے مابین مصالحت کی بات چیت شروع ہوئی۔

بات چیت کے بعد جب **صلح** کی تمام شرائط طے پاگئیں تو حضور نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے **صلح** نامہ کی کتابت کیلئے حضرت اوس بن خولی انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ وہ **صلح** نامہ لکھیں (یہ صحابی خط کتابت میں خوب مہارت رکھتے تھے) قریش کے وفد میں شامل سہیل بن عمرو نے کہا کہ اس عہد نامہ کو آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا چچازاد بھائی علی لکھے یا پھر حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)۔ حضور نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ **صلح** نامہ لکھیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھا، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم...... سہیل بن عمرو نے کہا، ربّ کعبہ کی قسم! ہم رحمٰن کو نہیں جانتے کہ کون ہے؟ ایک رِوایت میں آتا ہے کہ اس نے کہا الرحمٰن الرحیم کیا ہے؟ ہم نہیں جانتے اس لئے لکھو **بسمک** (جیسا کہ عام طور پر لکھا جاتا تھا) مسلمانوں نے کہا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بغیر اور کچھ نہیں لکھیں گے۔ معاملے کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے حضور نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا، اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) لکھ **باسم اللھم**۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق لکھا۔ پھر ارشادِ نبوی ہوا، لکھو **ھذا ما قاضی علیہ محمّد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم** (اللہ تعالیٰ کے رسول محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے جو فیصلہ فرمایا ہے وہ یہ ہے)...... حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے لکھا۔ سہیل بن عمرو نے کہا، ہم آپ کی رِسالت کو تسلیم نہیں کرتے اگر ہم جانتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم اس کے گھر کی زِیارت سے آپ کو نہ روکتے۔ اس میں لکھئے کہ **محمد بن عبداللہ**...... حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) **رسول** کے لفظ کو مٹادو اور اس کی جگہ **محمد بن عبداللہ** لکھ دو۔ میں **محمد رسول اللہ** بھی ہوں اور **محمد بن عبداللہ** بھی ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اللہ کی قسم! میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وصف رِسالت کو محو نہیں کروں گا۔

ایک روایت میں ہے کہ سہیل بن عمرو نے کہا، اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے الفاظ مٹادو ورنہ ہم یہ مصالحت نہیں کریں گے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کاغذ کو ہاتھ سے رکھ دیا اور اپنا ہاتھ تلوار کی طرف لے گئے۔ حضور نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) چھوڑ دو اس کو۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! مجھے آپ کا ادب واحترام مانع ہے کہ میں اس کلمہ کو محو کروں۔ چنانچہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ سے کاغذ لے کر رسول اللہ کے الفاظ محو کردیئے۔ جب صلح نامہ کی تحریر سے فارغ ہوئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا، اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تمہیں بھی ایسا ہی معاملہ آگے پیش آئے گا۔ چنانچہ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب جنگِ صفین میں صلح قرار پائی تو صلح نامہ میں لکھا گیا کہ یہ کتابت امیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معاویہ بن سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس وقت فرمایا کہ لفظ امیر المؤمنین کو کاٹ دو اور لکھو علی بن ابی طالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کیوں کہ اگر میں ان کو امیر المؤمنین جانتا تو ان کے ساتھ جنگ نہ کرتا اور ان کی پیروی و اِطاعت کرتا۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان یاد آگیا اور فرمایا، اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سچ فرمایا تھا اور جس طرح حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اسی طرح لکھوادیا۔

خیبر کی فتح

ہجرت کے ساتویں برس غزوہ خیبر پیش آیا، خیبر میں یہودیوں کے بڑے بڑے مضبوط قلعے تھے۔ جن کو فتح کرنا کوئی آسان بات نہ تھی۔ روایات میں آتا ہے کہ حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد کی خبر سن کر یہود اپنے قلعوں میں گھس گئے اور اندر سے پتھر اور تیر برسانے لگے، حضور نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسلامی لشکر کو قلعوں کے چاروں طرف اس طرح سے پھیلا دیا کہ ہر قلعے کا الگ الگ محاصرہ کرلیا گیا۔ اس طرح ایک قلعے کا دوسرے قلعے سے رابطہ ٹوٹ گیا سب سے پہلے ناعم قلعہ فتح ہوا۔ جس میں حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی حضرت محمود بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انتہائی بے جگری سے مقابلہ کرتے ہوئے کنانہ بن الربیع کے ہاتھوں شہید ہوگئے۔ اس کے بعد دوسرے قلعے بھی مسلمانوں نے آہستہ آہستہ فتح کر لئے مگر خیبر کا قلعہ قموص جس میں مشہور یہودی سردار مرحب رہتا تھا کسی طرح فتح نہ ہوتا تھا۔ اسلامی لشکر بار بار اس قلعہ پر تابڑ توڑ حملے کرتا لیکن یہودیوں کی طرف سے زبردست مزاحمت ہوتی تھی۔

ارشاد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

احادیثِ مبارکہ میں ہوتا ہے کہ ایک رات حضور نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، کل میں ایک ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جس کو اللہ اور اس کا رسول چاہتا ہے اور جو اللہ اور رسول کو چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر فتح فرمائے گا۔ روایات میں آتا ہے کہ جب حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ کل میں ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جس کو اللہ اور اس کا رسول چاہتا ہے تو حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھا اور اس اُمید کے ساتھ اُٹھا کہ جھنڈا مجھے عنایت فرمایا جائے گا۔ حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس رات حضور نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ کلمہ زبان اطہر سے ادا فرمایا تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے درمیان جوش وخروش پیدا ہوا کہ دیکھیں کل ہم میں سے کس کو جھنڈا عطا ہوتا ہے۔

جھنڈا عطا ہونا

حضرت علی بریدہ بن خضیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ قریش کی ایک جماعت ایک دوسرے سے کہتی تھی کہ یہ تو طے شدہ بات ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مرتبہ پر فائز نہ ہوں گے کیونکہ وہ آنکھوں میں دَرد کی وجہ سے مدینہ منوّرہ میں ہیں اور درد کی شدت کے باعث اپنے پاؤں نہیں دیکھ سکتے۔ جب صبح ہوئی تو حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیمہ مبارک سے باہر تشریف لائے اور فرمایا، علی بن ابو طالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہاں ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ان کی آنکھیں دُکھتی ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم فرمایا، علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو لاؤ۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لایا گیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر مبارک کو اپنی ران اقدس پر رکھ کر اپنا لعاب دہن مبارک ان کی آنکھوں میں لگایا فوری طور پر آنکھوں کی تکلیف رفع ہوگئی اور آنکھیں پہلے سے بھی زیادہ اچھی ہوگئیں۔ پھر حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی، یا اللہ! ان سے گرمی وسردی دونوں کو دُور رکھ۔ ابن ابی یعلیٰ کا کہنا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گرمی کے موسم میں روئی سے بھرا ہوا لباس پہنتے تھے اور ان کو گرمی نہیں لگتی تھی اور سخت سردیوں میں باریک لباس پہنتے تھے اور انہیں اس سے کوئی نقصان نہ ہوتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے بعد پھر کبھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آنکھوں کی تکلیف بھی نہیں ہوئی۔

جب حضور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جھنڈا مرحمت فرمایا تو اُس وقت ان کو اپنی خاص زرہ بھی پہنائی اور ذوالفقار تلوار میان میں باندھ کر ارشاد فرمایا، یہ جھنڈا لے کر جاؤ اور لڑو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہیں فتح عطا کرے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ان کو اسلام کی طرف سے دعوت دو اور خبر کر دو اس چیز سے جو ان پر حقوق اللہ میں واجب ہے۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جھنڈا لے کر نکلے تمام صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ کے ساتھ تھے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہاں پہنچ کر قلعے کے نیچے پتھروں کے ایک ڈھیر پر جھنڈا گاڑ دیا۔ قلعے کی چوٹی سے ایک یہودی نے جھانک کر دیکھا اور پوچھا، تم کون ہو؟ جواب میں فرمایا، میں علی بن ابو طالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہوں۔ یہ سن کر یہودی نے کہا، اس کتاب کی قسم! جو موسیٰ (علیہ السلام) پر نازِل کی گئی تم ہم پر غالب ہو چکے ہو، پھر یہودی نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہا، توریت کی قسم! تم اس شخص سے مغلوب ہو گے یہ فتح کئے بغیر نہ لوٹے گا۔

لڑائی کا آغاز

ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ قلعہ سے مرحب کا بھائی حارث یہودی نکلا اس کے ساتھ اس کی قوم کے کئی افراد تھے انہوں نے قلعہ سے باہر نکلتے ہی مسلمانوں پر حملہ کردیا جس سے کئی مسلمان شہید ہوگئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوری طور پر ادھر متوجہ ہوئے اور تلوار کے ایک وار سے حارث یہودی کو جہنّم واصل کردیا۔

مرحب کو جب اپنے بھائی کے مارے جانے کی خبر ہوئی تو وہ انتہائی غیظ وغضب کے عالم میں یہودیوں کی ایک جماعت کے ساتھ یہ رجز پڑھتا ہوا قلعہ سے باہر نکلا:۔

قد علمت خیبر انی مرحب　　　شاک السطاح بطل المجرب

خیبر مجھے جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں　　　سطح پوش ہوں، بہادر ہوں، تجربہ کار ہوں

اذ الحروب اقبلت تلہت

جبکہ لڑائی کی آگ بھڑکتی ہے

مرحب یہ رجز پڑھتا ہوا میدانِ جنگ میں آیا اور اس قدر جرأت ودلیری کا اِظہار کیا کہ مسلمان اُس کو دیکھتے رہ گئے اور کوئی بھی اس کے مقابلے کیلئے آگے نہ بڑھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک لمحہ ضائع کئے بغیر مرحب کے متکبرانہ رجز کا جواب دیتے ہوئے اس کی طرف بڑھے، آپ یہ رجز پڑھ رہے تھے:

انا الذی سمتنی اُمی حیدرة　　　کلیث غابات کریہ المنظرہ

میں وہ ہوں جس کا نام میری ماں نے حیدرر رکھا ہے　　　جھاڑی کے شیر کی طرح مہیب اور ڈراؤنا

اوفیہم بالصاع قیل السدرہ

میں دشمنوں کو نہایت تیزی سے قتل کردیتا ہوں

کہا جاتا ہے کہ مرحب نے خواب میں دیکھا تھا کہ اس کو ایک شیر موت کے گھاٹ اُتار رہا ہے جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رجز کا پہلا مصرعہ جو آپ کو شیر کا نام رکھنے پر مبنی تھا پڑھا تو اسے اپنے خواب کی تعبیر معلوم ہوگئی اس کے باوجود اس نے جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تلوار کا وار کرنا چاہا مگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو اس کا موقع ہی نہ دیا اور اس کے سر پر نہایت سُرعت کے ساتھ اپنی تلوار کا وار کیا، ایک ہی وار کارگر ثابت ہوا اور مرحب کی لاش زمین پر پڑی تھی۔

اس کے ساتھ ہی مسلمانوں نے یہودیوں پر حملہ کر دیا بہت سے یہودی مارے گئے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار سے یہودیوں کے سات سردار اور بہادر جہنم واصل ہوئے باقی یہودی شکست کھا کر قلعے کی طرف بھاگے اور چاہا کہ قلعہ کا پھاٹک بند کر لیں مگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قلعے کا دروازے اُکھاڑ پھینکا اس طرح اسلامی فوج قلعہ میں داخل ہو گئی۔

اسلامی فوج نے جب خیبر کے تمام قلعوں کو فتح کر لیا تو تمام قلعوں والے امان دیئے جانے کی فریاد کرنے لگے چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اجازت طلب فرمائی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اجازت سے اہل خیبر کو امان دے دی گئی اور یہ شرط رکھی گئی کہ ہر آدمی اونٹ پر کھانا لاد کر لے جائے اور ان شہروں سے باہر نکل جائیں۔ نقدی، اسلحہ اور تمام سامان مسلمان کے پاس چھوڑ جائیں اور کسی چیز کو چھپا کر نہ رکھیں اور اگر کوئی ایسا سامان ظاہر ہو جائے جو انہوں نے بتایا نہ ہو گا تو پھر امان بھی ان کے عہد و پیان کی مانند ختم ہو جائے گی۔

ایک راویت میں آتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب فتح کی خبر لیکر حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پہنچے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کو آغوش مبارک میں لیا اور دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور ارشاد فرمایا، تمہاری کوشش اور بہادرانہ کردار کی خبر مجھے پہنچی، بے شک اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی ہے اور میں تجھ سے راضی ہوں۔

غزوہ یہود وادی القریٰ

یہ غزوہ بھی ساتویں ہجری میں پیش آیا۔ رِوایات میں آتا ہے کہ وادی القریٰ کے یہودیوں نے جب حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے بارے میں سنا تو ان لوگوں نے مشرکین کی امداد کیلئے جنگی تیاریاں شروع کیں۔ چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ اسلامی لشکر اور یہودیوں کے لشکر کے آمنے سامنے صفیں دُرست کیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اسلامی لشکر میں موجود تھے کفار کی طرف سے ایک بہادر آگے بڑھا اور اس نے مبازر طلب کیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے تلوار کے بھرپور وار سے موت کے گھاٹ اُتار دیا اس کے بعد عام لڑائی شروع ہو گئی جس میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔

فتح مکّہ کی تیاری

مکہ مکرمہ پر لشکر کشی کرنے کی غرض سے رَمَضانُ المبارَک ۸ھ کو مسلمانوں نے تیاریاں کرنا شروع کردیں اوراس کام کو خفیہ طریقہ پر شروع کیا گیا تاکہ مسلمانوں کی ان تیاریوں کی خبر مشرکین کو نہ ہو، اسی اثناء میں حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک خط لکھ کر قریش کی طرف بھیجا جس میں تحریر تھا کہ حضورنبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جمعیت کو جمع کرنے میں مصروف ہیں اور میرا غالب گمان یہ ہے کہ وہ مکہ مکرمہ کے علاوہ اور کسی بھی جگہ کا قصد نہیں رکھتے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ تم پر حق ثابت ہوجائے اسی لئے میں نے یہ خط لکھا ہے اس خط کو مزنیہ کی ایک عورت کے سپرد کیا اور کہا کہ وہ اسے قریش کے پاس پہنچادے۔ اس عورت نے وہ خط اپنے بالوں میں چھپایا اور مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئی۔

خط کی خبر

اس خط کے بارے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مطلع فرمایا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی، حضرت زبیر بن العوم اور حضرت عمار بن یاسر یا حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو طلب کرکے ارشاد فرمایا کہ روضۂ خاخ تک جاؤ وہاں پر تمہیں ایک عورت ملے گی اس کے پاس ایک خط ہے وہ خط اس سے لے کر آؤ۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساتھیوں کے ساتھ روضہ خاخ میں اس عورت کے پاس پہنچے، اس سے خط مانگا اس عورت نے لاعلمی کا اِظہار کیا ہر چند اس کی تلاشی لی گئی مگر خط برآمد نہ ہوا۔ چنانچہ واپس ہونے لگے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے جھوٹ نہیں کہا، پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میان سے تلوار کھینچی اور عورت کے پاس پہنچ کر اسے قتل کی دھمکی دی، اس عورت نے جان کے خوف سے اپنے بالوں میں سے خط نکال کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے کردیا۔

خط کی تفتیش

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس خط کو لے کر حضور نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے جب یہ خط پڑھا گیا تو معلوم ہوا کہ اسے مشہور صحابی حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مشرکین کے نام بھیجا تھا اور اس میں بعض خفیہ معاملات کے بارے میں اِطلاع دی گئی تھی چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ حضرت حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اللہ کی قسم! میں پروردگار عالم اور اسکے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہوں اور اس کے دِین میں مَیں نے اپنا اعتقاد تبدیل نہیں کیا، میں مرتد اور منافق نہیں ہوا، میں ایک ایسا شخص ہوں جو قریش کے حلیفوں میں سے ہوں لیکن میرا قریش کے ساتھ کوئی نسبی تعلق نہیں ہے۔ جبکہ مکہ مکرمہ میں دوسرے مہاجرین کی رِشتہ داریاں ہیں جو مکہ مکرمہ پر حملہ کے وقت ان کے اہل وعیال کی حفاظت کریں گے میں اس خیال سے کہ اگر کوئی نازک صورتحال پیدا ہوئی تو میرے اہل وعیال بے یارو مددگار نہ رہ جائیں یہ خط لکھا تھا، اللہ جانتا ہے کہ اس سے میری مراد مخبری کرنا یا اسلام کے ساتھ دشمنی کرنا نہ تھی۔ اس خط سے میری مراد یہ تھی کہ قریش پر میرا حق ثابت ہوجائے اور وہ میرے مال و اسباب اور اہل وعیال کی حفاظت سے غافل نہ ہوں۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس عذر کو قبول فرمایا اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا کہ آگاہ ہوجاؤ کہ حاطب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے سچ کہا ہے۔ (بخاری شریف)

ابو سفیان کی آمد

مسلمانوں کی جنگی تیاریوں سے خوفزدہ ہوکر اہل مکہ نے آپس میں مشورہ کر کے حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو کہ اُس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) کو مدینہ منورہ بھیجا، تا کہ وہ صلح حدیبیہ کی قرارداد کو مستحکم کرے اور کسی طرح سے مسلمانوں کی جنگی تیاریوں کو رکوانے کی کوشش کرے۔ چنانچہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مدینہ منورہ میں پہنچے تو سب سے پہلے اپنی بیٹی حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر آئے جو کہ اُمّ المؤمنین ہیں، گھر میں داخل ہونے کے بعد حضورِ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بستر مبارک پر بیٹھنے کا اِرادہ کیا تو حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فوری طور پر بستر پاک لپیٹ دیا۔ ابوسفیان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نہ حیرت اور غُصّے کے ملے جلے جذبات ظاہر کرتے ہوئے پوچھا، کیا تم نے اپنے باپ کو اس قابل بھی نہ سمجھا کہ وہ بستر پر بیٹھ بھی سکے؟ حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا کہ یہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بستر پاک ہے اور آپ ابھی مشرک ہیں، میں نہیں چاہتی کہ آپ کے بیٹھنے سے اس بستر کے تقدس میں فرق آئے۔

اس کے بعد ابوسفیان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے حضورِ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضری دی اور گفتگو کرنا چاہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہ دیا۔ ابوسفیان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ تم میری طرف سے اس بارے میں گفتگو کرو۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ میں یہ کام نہیں کروں گا۔ پھر ابوسفیان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے اور ان سے بھی اس سلسلہ میں گفتگو کی تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا اور فرمایا، بھلا میں تمہارے لئے حضورِ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سفارش کروں گا؟ اللہ کی قسم! اگر مجھے معمولی سے قوت بھی مل جائے تو اس کے ذِریعے سے تمہارے خلاف جہاد کروں گا۔

سب طرف سے مایوس ہوکر ابوسفیان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر گئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی وہاں موجود تھیں اُن سے اپنی آمد کا مدعا بیان کیا، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ کوئی شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کے اِرادے سے باز نہیں رکھ سکتا۔ ابوسفیان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے انتہائی مایوسی کے عالم میں سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس امر کی سفارش چاہی کہ ان کا فرزند حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابوسفیان کو لوگوں کے سامنے اپنی پناہ میں لے لے۔ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ کوئی بھی شخص کسی کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی منشاء اور اجازت کے بغیر پناہ نہیں دے سکتا۔

اس صورتِ حال سے گھبرا کر ابوسفیان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف دیکھا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا بخدا! مجھے ایسی کوئی صورت نظر نہیں آتی جو تمہارے لئے مفید ہو، البتہ ایک بات ہے اور وہ یہ کہ تم بنی کنانہ کے سردار ہو اس لئے تم خود ہی مدینہ منورہ کے کسی مناسب مقام پر کھڑے ہوکر اعلان کردو کہ صلح قائم ہے اور پھر مکہ مکرمہ کا راستہ لو۔ چنانچہ ابوسفیان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے مسجد میں جا کر کھڑے ہوکر کہا، لوگو! میں سب کے سامنے معاہدہ حدیبیہ کی تجدید کرتا ہوں یہ کہہ کر ابوسفیان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنے اونٹ پر سوار ہوئے اور چل دیئے۔ جب قریش کے پاس پہنچے تو انہوں نے پوچھا کہ کیا ہوا؟ جواب میں اُن کی جماعت کو پوری بات سناتے ہوئے کہا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورے سے مسجد نبوی میں کھڑے ہوکر معاہدہ حدیبیہ کی تجدید کی ہے۔ قریش نے کہا تیرا برا ہو۔ ربِّ کعبہ کی قسم! علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے تجھ سے مذاق کیا ہے۔ ابوسفیان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا، خدا کی قسم! اس کے سوا کوئی اور بات سمجھ میں نہیں آئی۔

مکۂ مُکرّمہ کی طرف روانگی

ابوسفیان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے جانے کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فوری طور پر لشکر اسلام کو ترتیب دیا اور اس راز کی کسی کو خبر نہ تھی۔ مقصد یہ تھا کہ قریش کو اتنا موقع ہی نہ دیا جائے کہ وہ مسلمانوں کے مقابلے کی تیاری کرسکیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۰ رمضان المبارک کو مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اسلامی فوج کی تعداد دس ہزار تھی بعض کا کہنا کہ بارہ ہزار کی تعداد تھی اس ضمن میں روایات میں آتا ہے کہ قبیلہ بنی سلیم تقریباً دو ہزار افراد کے ساتھ جن میں سے اکثر گھوڑ سوار تھے بعد میں آکر شامل ہوئے۔ مکہ مکرمہ بغیر کسی خونریزی کے فتح ہوگیا، ایک جگہ مشرکین کے ایک گروہ نے مزاحمت کی مگر ان کو ناکامی ہوئی فتح مکہ کے نتیجے میں چوبیس مشرکین ہلاک ہوئے۔ چار کفار کو سابقہ جرائم کی سزا کے طور پر قتل کردیا گیا۔ جب کہ مسلمان شہداء کی تعداد تین تھی۔ حضور نبی کریم صل اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ کو فتح کرنے کے بعد تمام اہل مکہ کو عام معافی دے دی۔

بتوں کو توڑنا

اس کے بعد حضورنبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیت اللہ میں داخل ہوئے۔ مشرکین نے خانۂ کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بُت نصب کر رکھے تھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست پاک میں ایک لکڑی تھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سب سے بڑے بُت ہبل کی طرف لکڑی سے اِشارہ کرتے ہوئے فرمایا،

جاءَ الحقّ و ذَھقَ الباطِل اِن الباطل کان ذَھوقا (بنی اسرائیل:۸۱)

حق آ گیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل مٹ جانے والا ہے۔

اسی طرح اس آیتِ مبارکہ کو پڑھتے ہوئے جس بھی بت کی طرف لکڑی سے اِشارہ فرماتے وہ اوندھے منہ زمین پر آ گرتا۔ حضرت ابوعبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رِوایت ہے کہ فرماتے ہیں کہ اس دن حضورنبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس بت کی طرف اشارہ فرماتے وہ پشت کے بل گر پڑتا۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک بت جو کہ تانبے کا بنا ہوا تھا اور لوہے کی موٹی سلاخ میں پیوست کرکے زمین پر نصب کیا گیا ہوا تھا اور بہت بلندی پر تھا ۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اپنے پائے اقدس میرے کندھوں پر رکھئے اور اس بُت کو گرادیجئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تُو نبوت کے بوجھ کو نہیں اُٹھا سکتا تو اپنے پاؤں میرے کندھے پر رکھ اور بُت کو گرادے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شانۂ اقدس پر چڑھ کر بُت کو اُکھاڑ کر زمین پر گرادیا۔ ایک رِوایت میں آتا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شانہ اقدس پر چڑھے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) خود کو کیسی جگہ پر محسوس کرتے ہو؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں دیکھ رہا ہوں کہ پردے اُٹھ گئے ہیں اور میرا سر عرش کے قریب پہنچ گیا ہے، آسمان کی ہر چیز کی طرف ہاتھ بڑھانا میرے لئے آسان ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کیا ہی اچھا ہے تیرا یہ لمحہ کہ حق کا کام کرتا ہے اور کیسا ہی اچھا میرا حال ہے کہ حق کا بوجھ اُٹھاتا ہوں۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ فرمایا اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تم نے اپنے مقصد کو پالیا۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب بُت کو زمین پر گرانے کے بعد خود کو حضورنبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شانہ اقدس سے نیچے گرایا تو مسکرائے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسکرانے کی وجہ دریافت فرمائی تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ میں اس لئے مسکرایا ہوں کہ میں نے اپنے آپ کو اتنی بلند جگہ سے گرایا اور مجھے کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تجھے تکلیف کیسے پہنچ سکتی ہے کہ

تجھے **محمد** (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے اُٹھایا اور جبرائیل (علیہ السلام) نے اُتارا۔

خانہ کعبہ کی کنجی

خانہ کعبہ کے دروازہ کی کنجی سلاف بنت سعد کے پاس تھی اس کے کئی بیٹے غزوۂ اُحد میں قتل ہوئے تھے۔ان کے بیٹے حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت اِصرار کے ساتھ ان سے چابی لے لی پھر یہ چابی حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کردی گئی۔ حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں دہلیز پر کھڑے ہوئے اور دروازے کی دونوں سلاخوں کو اپنے دونوں مبارک ہاتھوں سے پکڑا۔ چابی مبارک دست مبارک میں تھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ چند قدم آگے بڑھے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ! خانہ کعبہ کی کلید برداری کو اہل بیت کے سپرد کیجئے۔ جیسا کہ شعایہ زمزم عطا فرمایا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، میں تمہارے سپرد ایسا کام کرتا ہوں کہ اس کام سے تمہارا نفع لوگوں کو پہنچے گا نہ یہ کہ تمہیں لوگوں سے نفع حاصل ہو۔اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طلب فرما کر ان کو چابی واپس دیتے ہوئے فرمایا، یہ چابی لے لو آج وفا کا دِن ہے۔

بے گناہوں کا قتل

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یلملم کی طرف بنی خزیمہ کے حالات معلوم کرنے کیلئے بھیجا، بنوخزیمہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچا فاجو بن مغیرہ کو اُس وقت قتل کر دیا تھا جبکہ وہ یمن کی تجارت سے واپس لوٹتے ہوئے یلملم پہنچے تھے اور بنی خزاعہ نے مال کی لالچ میں یہ قتل کر دیا تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب بنی خزاعہ کی طرف روانہ فرمایا تو ان کے دِل میں اس بات کی چھاپ موجود تھی کہ ان کے چچا کو بنی خزاعہ نے ناحق قتل کیا ہوا ہے۔ دوسری طرف بنوخزاعہ کو جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آمد کی خبر ملی تو انہوں نے اس اطلاع کو سن کر احتیاط کے طور پر ہتھیار زیب تن کر لئے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب ان لوگوں کے پاس پہنچے تو پوچھا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم مسلمان ہیں، محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی شریعت پر ایمان رکھتے ہیں، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ پھر تم ہتھیار لگا کر میرے سامنے کیوں آئے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہمارے اور عرب کے قبیلہ میں دشمنی ہے ہم نے خیال کیا کہ آپ اس قبیلہ سے آئے ہیں۔ اس لئے ہم نے احتیاطاً ہتھیار لگا لئے۔ ان کی یہ معذرت قبول کی گئی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو ہتھیار ڈالنے کا حکم دیا جو انہوں نے مان لیا۔ جب ان لوگوں نے ہتھیار پھینک دیئے تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب کو قید کر لیا اور زیادہ تر قتل کر ڈالا۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ اس قبیلہ کے تقریباً تیس مردوں کو قتل کر دیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب یہ خبر ملی تو آپ کو بہت دُکھ ہوا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس غلطی کی تلافی کیلئے روانہ فرمایا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت سا مال لے کر وہاں پر پہنچے تمام قیدیوں کو آزاد کر دیا اور مقتولین کے معاوضہ میں خون بہا ادا کر کے بنی خزاعہ کو راضی کیا۔ (فتح الباری)

غزوۂ حنین

چھ شوال ۸ھ کو غزوۂ حنین کی غرض سے مسلمانوں نے روانگی اختیار فرمائی، اس غزوہ میں ابتدائی طور پر مسلمانوں کو تھوڑی سی پسپائی ہوئی اسکی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں نے فتح حاصل کرتے ہی مالِ غنیمت اکھٹا کرنا شروع کردیا۔ مسلمانوں کو غافل پا کر کفّار نے اچانک پھر حملہ کردیا، اس سے مسلمانوں میں افراتفری پھیل گئی سوائے چند صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے کوئی بھی ثابت قدم نہ رہا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آگے کھڑے ہو کر سامنے کا خیال رکھتے تھے۔ پھر جب مسلمان سنبھلے تو اس زور سے کفار پر حملہ کیا کہ دشمن کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ جب جنگ خوب زوروں پر ہوگئی تو حضور نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی سواری سے نیچے اُترے اور ایک مٹھی مٹی لے کر دشمنوں کی طرف پھینکی۔ ایک اور روایت میں آتا ہے کہ اُونٹ کو اشارہ فرمایا، اونٹ فوری طور پر بیٹھ گیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مٹھی خاک لے کر دشمنوں کی طرف پھینکی اور زبانِ اطہر سے فرمایا...... **شاهت الوجوه** مشرکین میں سے کوئی ایسا نہ تھا جس کی آنکھوں اور منہ میں مٹی نہ پڑی ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس طرح سواری کی حالت میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مٹھی بھر مٹی حاصل کی۔ (سیرت ابن ہشام، تاریخ اسلام)

ابو جزول سے مقابلہ

روایات میں آتا ہے کہ میدانِ جنگ میں مشرکین کی طرف سے ایک جری اور دلیر شخص ابو جزول اُونٹ پر سوار ہو کر مسلمانوں کی طرف آیا، یہ شخص اس قدر دلیر، ظالم اور نڈر تھا کہ عرب کے بہادر اس کے مقابلے سے کتراتے تھے۔ ابو جزول بڑے تکبر اور رعونت سے رجز پڑھتا ہوا مبارز کا طلب گار ہوا۔ اس کے تکبر اور غرور بھرے انداز کو دیکھتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیزی کے ساتھ اس کی طرف بڑھے اور تلوار سے اس کا کام تمام کر کے جہنم واصل کردیا۔ غزوہ حنین میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ (معارج النبوۃ)

غزوۂ طائف

تیرہ شوال ۸ھ کو حضور نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جمیعت کے ساتھ طائف کی طرف متوجہ ہوئے اور طائف کا محاصرہ کرلیا۔ یہ محاصرہ اٹھارہ یوم تک جاری رہا۔ روایت میں آتا ہے کہ طائف کے محاصرے کے دَوران حضور نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک جماعت کے ساتھ طائف کے قلعہ کے اطراف میں روانہ فرمایا اور حکم دیا کہ جو بھی بُت خانہ دکھائی دے اس کو تباہ کردیں اور بتوں کو توڑ دیا جائے، فرمانِ نبوی کے مطابق حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلامی فوج کے دستہ کو ساتھ لے کر اس مہم پر نکلے اور راستے میں کفار کے ایک لشکر سے آمنا سامنا ہوگیا، دونوں طرف کے بہادروں نے لڑائی کیلئے صف بندی کی۔ دشمنوں کی طرف سے ایک بہادر شخص میدان میں نکلا اور اس نے مبازر طلب کیا مسلمانوں میں سے اس کے مقابلے میں کسی نے جب تیزی نہ دکھائی تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود میدان میں نکلے اور اس کے ساتھ مقابلہ کیا تھوڑی ہی دیر میں اسے تلوار کے وار سے جہنّم واصل کردیا۔ کفار پسپائی پر مجبور ہوئے اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس علاقہ میں ہوازن اور ثقیف کے بتوں کو توڑنے کے کام میں مشغول ہوگئے۔ اس مہم سے فارغ ہونے کے بعد واپس پلٹے تو حضور نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قلعہ طائف کے دروازہ پر اپنا منتظر پایا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہِ کرم پڑی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خوشی کا اِظہار فرمایا۔

قبیلہ طے کا بُت خانہ

یہ ۹ھ کا واقعہ ہے کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک سو پچاس سواروں کے ہمراہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قبیلہ طے کی طرف اس لئے بھیجا کہ وہاں پر جو بُت خانہ ہے اس کو تباہ و برباد کردیا جائے۔ چنانچہ فرمانِ نبوی کے مطابق حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ساتھی صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ہمراہ انتہائی تیز رفتاری سے سفر کرتے ہوئے عین صبح سویرے اُس وقت قبیلہ طے میں پہنچ گئے جب کہ ابھی وہ لوگ نیند سے بیدار ہی ہوئے تھے۔ اس چانک بے خبری کے عالم میں قبیلہ طے والوں کو جالیا اور اُن کا بُت خانہ جلا کر تباہ کردیا۔ یہ سب کچھ اس تیزی سے ہوا کہ قبیلہ طے والوں کو سنبھلنے کا موقع ہی نہ ملا۔ مسلمانوں کے ہاتھ بہت سارا مالِ غنیمت، بھیڑ بکریاں، اُونٹ آئے۔ اس قبیلے کا رئیس عدی بن حاتم بھاگ کر شام چلا گیا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خمس نکالنے کے بعد مال غنیمت کو تقسیم کیا۔ حاتم طائی کی بیٹی جو کہ بڑی ذہین عورت تھی اُسے غنیمت میں داخل کرکے مدینہ منورہ لے آئے اور اُس کو سرائے میں جگہ دی جو قیدیوں کی حفاظت کیلئے خاص طور پر بنائی گئی تھی۔

غزوۂ تبوک

یہ غزوہ ۹ھ میں پیش آیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب تبوک کیلئے روانہ ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اہل بیت کی حفاظت کی غرض سے مدینہ منورہ میں رہنے کا حکم دیا۔ مدینہ منورہ کے منافقین کو جب یہ معلوم ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ طیبہ میں ہی رہنے کا حکم دیا ہے تو اُنہوں نے اُلٹی سیدھی باتیں کرنا شروع کردیں اور طعنہ زنی کرتے ہوئے کہنے لگے کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اس لئے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اپنے ساتھ نہیں لے کر گئے کہ ان کی مصاحبت ان کو گراں گزرتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب منافقین کی یہ بات سنی تو فوراً حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے روانہ ہوئے اور موضوع شرف میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر صورت واقعہ عرض کی اور درخواست کی کہ مجھے ساتھ لے چلیں۔ حضور نبی کریم نے ارشاد فرمایا، علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! کیا تم یہ بات پسند کرو گے کہ میرے نزدیک تمہارا رُتبہ وہ ہو جو ہارون علیہ السلام کا موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھا۔ فرق صِرف اتنا ہے کہ ہارون علیہ السلام پیغمبر تھے اور میرے بعد پیغمبر نہیں ہے۔ (بخاری شریف)

اعلان برأت

۹ھ کو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صِدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر الحج بنا کر مکہ مکرمہ میں بھیجا تاکہ لوگوں کو حج ادا کرائیں اور حج کا اِنتظام کریں۔ دوسری طرف مشرکین اپنے طور پر حج کا انتظام کرنے میں مصروف تھے اسی اثناء میں سورۂ برأت کی چالیس آیات مبارکہ نازِل ہوئیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مشرکین کے درمیان ہونے والا یہ معاہدہ کہ جو بھی بیت اللہ میں داخل ہوگا اس کو روکا نہیں جائے گا۔ اور نہ ہی شہر حرام میں کسی کو خوفزدہ کیا جائے گا۔ جس پر دونوں فریقین قائم تھیں۔ معاہدہ کو توڑنے کے بارے میں سورۂ برأت نازل ہوئی۔ یہ معاہدہ رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مشرکین کے درمیان عام تھا (یعنی اس میں مدت کا تعین نہ کیا گیا تھا) جن منافقین نے غزوۂ تبوک میں رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی در پردہ مخالفت کی تھی اور بہانہ سے کام لے کر جنگ میں شریک نہ ہوئے اور اس قول کے بارے میں جو ان میں سے کچھ لوگوں نے اپنی زبان سے ادا کیا تھا یہ آیات مبارکہ نازل ہوئیں ان آیات مبارکہ میں پروردگارِ عالم نے ان لوگوں کی اصلیت کو ظاہر کیا ہے۔ (سیرت ابن ھشام)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روانگی

روایات میں آتا ہے کہ جب حضورِ نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سورۂ برأت نازل ہوئی تو اُس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حج کا انتظام کرنے کیلئے روانہ فرما چکے تھے۔ چنانچہ لوگوں نے کہا کہ اگر یہ سورت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیساتھ حج کے موقع پر لوگوں کو سنانے کیلئے بھیجی جاتی تو اچھا ہوتا۔ حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری طرف سے صرف میرے خاندان کا آدمی اس کی تبلیغ کرسکتا ہے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر فرمایا کہ برأت کے ابتدائی حصے میں سے اس قصہ کو لے کر جاؤ اور یوم نحر کو جب لوگ منیٰ میں جمع ہوں، عام اعلان کردو کہ کوئی کافر جنت میں داخل نہ ہوگا اور اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور جس کا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے معاہدہ ہے تو وہ معاہدہ اس کیلئے اسی مدت تک رہے گا (اس کے بعد کوئی معاہدہ نہ ہوگا۔)

حضورِ نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اونٹنی عضباء پر سوار ہوکر روانہ ہوگئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو راستے میں ہی پالیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھتے ہی پوچھا کہ امیر ہوکر آئے ہو یا ماتحت ہوکر؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ ماتحت ہوکر۔ پھر جب یوم النحر آیا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہوکر لوگوں کے سامنے وہی اعلان فرمایا جس کا حکم رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیا تھا۔ (سیرت ابن ہشام)

وفد نصاریٰ نجران

سنہ۱۰ھ میں حضورنبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مختلف ممالک کے سربراہان کو اسلام کی دعوت دینے کیلئے نامۂ مبارک ارسال فرمائے ایسا ہی ایک نامہ مبارک نصاریٰ نجران کو بھی بھیجا۔ چنانچہ نصاریٰ کا ایک وفد تحقیق اور صورت حال کا اندازہ کرنے کی غرض سے مدینہ منورہ میں آیا۔ ان لوگوں نے سونے کی انگوٹھیاں اپنی اُنگلیوں میں پہنی ہوئی تھیں انتہائی قیمتی اور ریشمی لباس زیب تن کر رکھا تھا اور ان کے دامن زمین پر گھسٹتے تھے۔ یہ لوگ اسی حالت میں مسجد نبوی میں داخل ہوئے۔ حضورنبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کی آمد کا کوئی نوٹس نہ لیا اور ان کی طرف توجہ نہ فرمائی اور نہ ہی ان کی کسی بات کا جواب دیا۔ وہ لوگ مایوس ہوکر مسجد نبوی سے باہر نکلے تو ان کو حضرت عثمان غنی اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہم دکھائی دیئے۔ یہ لوگ ان کو پہلے سے جانتے تھے۔ شکوہ کرتے ہوئے کہنے لگے کہ آپ نے ہمیں خط لکھ کر دعوت دی تھی ہم نے حاضر ہوکر سلام و گفتگو کی مگر کوئی جواب نہیں ملا۔ ہم نے بڑی کوشش کی کہ کسی طرح بات چیت ہو جائے مگر ہمیں سوائے خاموشی کے اور کچھ نہ ملا۔ آپ ہمیں بتائیں کہ ہمارے لئے کس بات میں مصلحت ہے۔ واپس اپنے ملک جائیں یا ادھر ٹھہریں اس مجلس میں حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی موجود تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے پوچھا، اے علی (رضی اللہ تعالٰی عنہ)! آپ کی اس معاملے میں کیا رائے ہے؟ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ میرے رائے تو یہ ہے کہ سونے کی انگوٹھیاں اور ریشمی کپڑے اپنے آپ سے الگ کردیں اور عام کپڑے پہن لیں اور پھر حضورنبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضری دیں۔ ان لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے فرمانے کے مطابق عمل کیا۔ ریشمی کپڑے اور سونے کی انگوٹھیاں اپنے سے دُور کردیں پھر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مجلس پاک میں حاضر ہوئے اور سلام کیا تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کی طرف نظر التفات فرمائی اور ان کے ساتھ گفتگو فرمائی۔

مباہلہ

نجران کے عیسائیوں کے وفد نے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کافی بحث و مباحثہ کیا اور کسی بھی صورت کسی بھی بات کو تسلیم کرنے سے انکاری ہوئے حضورنبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جلال میں آگئے اور فرمایا، جب تم (کسی بھی بات کو) تسلیم نہیں کرتے تو پھر آؤ ایک دوسرے کے ساتھ مباہلہ کریں یعنی ایک دوسرے کے حق میں دعا کریں اور یہ کہیں کہ جھوٹوں پر لعنت ہو۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مباہلہ کی غرض سے صبح سویرے اپنے حجرۂ پاک سے تشریف لائے، ہمراہ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ حضرت حسن و حضرت حسین رضی اللہ تعالٰی عنہم اور سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا تھے۔ نصاریٰ نجران یہ دیکھ کر ڈر گئے اور مباہلہ کرنے سے انکار کردیا اور مصالحت کی درخواست کی جو کہ حضور رضی اللہ تعالٰی عنہ نے قبول فرمالی۔

یمن کی مہم

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کی طرف روانہ فرمایا تھا مگر چھ ماہ کی مسلسل جدوجہد کے باوجود ان لوگوں کو اسلام کی طرف راغب کرنے میں ناکامی ہوئی چنانچہ رمضان المبارک ۱۰ھ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا کہ یمن کی طرف جائیں ایک لشکر جس میں تقریباً تین سو مجاہدین تھے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں ترتیب دے دیا گیا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اپنے دست مبارک سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر عمامہ باندھا اور سیاہ علم آپ کے سپرد کیا اور ارشاد فرمایا، اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! ان کی سرزمین کی طرف جاؤ اور ان کے ساتھ جنگ نہ کرنا جب تک کہ وہ خود جنگ میں پہل نہ کریں اور اس قوم کو کلمہ توحید کی دعوت دینا اگر وہ قبول کر لیں تو نماز کو قائم کرنا ان کیلئے ضروری قرار دینا اگر پوری طرح مطیع و فرمانبردار ہو جائیں تو انہیں حکم دینا کہ اپنے اموال کے صدقات کو اپنے فقراء پر خرچ کریں اگر یہ قبول کر لیں تو پھر کسی وجہ سے معترض نہ ہونا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یمن کی مہم پر روانہ ہونے کا حکم دیا تو روایات میں آتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ مجھے اہل کتاب کی جماعت کے ملک میں بھیج رہے ہیں اور میں جوان ہوں، ان لوگوں کے جھگڑوں کا فیصلہ کرنا میرے لئے بہت دشوار ہوگا۔ اس پر حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینہ پر اپنا دست مبارک رکھ کر دعا فرمائی، یا اللہ! اس کی زبان کو راست گو بنا اور اس کے دل کو ہدایت کے نور سے مؤثر فرما دے۔ پھر روانگی کے وقت فرمایا، اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! اگر اللہ تعالیٰ تیرے ہاتھ ایک بھی شخص کو ہدایت عطا فرما دے تو یہ تجھے ہر چیز سے بہتر ہے۔ جس پر سورج طلوع ہوتا یا غروب ہوتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تین سو مجاہدین کے ہمراہ یمن کیلئے روانہ ہوئے اور یمن میں پہنچ کر لوگوں کو صراطِ مستقیم کی دعوت دی اور اسلام کی اس انداز میں تبلیغ فرمائیں کہ چند ہی دنوں میں لوگوں نے اسلام کی حقانیت کو تسلیم کر لیا اور قبیلہ ہمدان نے اسلام قبول کر لیا۔ (زرقانی جلد سوم، فتح الباری، جلد ششم)

حجۃ الوداع

ہجرت کے دسویں برس حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود حج کا اِرادہ فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی یمن سے واپس آکر اس حج میں شریک ہوئے۔ رِوایات میں آتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ احرام باندھے ہوئے مکہ مکرمہ میں آئے اور سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس (خیمہ میں) داخل ہوئے ان کو دیکھا کہ انہوں نے احرام کھول دیا ہے اور عام لباس پہن لیا ہے تو پوچھا کہ یہ کیا بات ہے؟ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا، حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم عورتوں کو حکم دیا ہے کہ عمرہ کرکے احرام کھول دیں۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اپنے سفر کی روئیداد سنائی تو سننے کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا (اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جا کر بیت اللہ کا طواف کرو اور اسی طرح احرام کھول دو جس طرح تمہارے ساتھیوں نے کھول دیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نے ویسا ہی احرام باندھا ہے جیسا کہ آپ نے باندھا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، واپس جاؤ اور اسی طرح احرام کھول دو جس طرح تمہارے ساتھی کھول چکے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، جس وقت میں نے احرام باندھا تھا تو اس وقت نیت کرتے ہوئے کہا تھا، یا اللہ میں وہ احرام باندھتا ہوں جو تیرے نبی اور تیرے بندے اور تیرے رسول محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے باندھا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا، کیا تمہارے ساتھ کوئی قربانی کا جانور ہے؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، نہیں۔ اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو اپنے جانوروں میں شریک کرلیا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ اپنا احرام باندھے رہے یہاں تک کہ دونوں نے حج سے فراغت حاصل کی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دونوں کی جانب سے جانوروں کی قربانی دی۔ (سیرت ابن ہشام)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکایت

روایات میں آتا ہے کہ حج کے ایام میں بعض لوگوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکایت کی اس شکایت کی وجہ یہ تھی کہ حج کے ارادہ سے جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن سے واپس مکہ مکرمہ کی طرف آنے لگے تو عجلت سے کام لیتے ہوئے جو لشکر ساتھ تھا اس پر انہی لوگوں میں سے ایک کو اپنا قائم مقام بنادیا اس شخص نے ہر لشکری کو یمن کے برکا ایک ایک حلہ (لباس) پہنادیا۔ ابھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روانہ نہیں ہوئے تھے اور روانگی سے قبل ایک مرتبہ اپنے لشکر کے قریب آئے اور لوگوں کو ملنے کیلئے اُن کی طرف دیکھا تو کیا دیکھتے ہیں کہ ان سب نے یمنی حلے پہن رکھے ہیں چنانچہ فرمایا، تمہارا برا ہو یہ کیا ہے؟ قائم مقام شخص نے جواب دیا کہ یہ لباس میں نے ان لوگوں کو پہنایا ہے تاکہ جب یہ لوگ دوسرے لوگوں کے پاس پہنچیں تو ان کی نظروں میں اچھے معلوم ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، تیرا بُرا ہو، رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس جانے سے پہلے یہ لباس اُتار دو۔ راوی کا کہنا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آخر کار ان لوگوں سے یہ لباس اُتروا لیا اور ان کپڑوں کو واپس لے کر مالِ غنیمت میں رکھ لیا۔ لشکریوں نے اس بات کو اچھا نہ سمجھا اور اس کی شکایت رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کی۔ ان لوگوں نے جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکایت کی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں میں کھڑے ہو کر خطاب کیا اور فرمایا، اے لوگو! علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی شکایت مت کرو کیونکہ اللہ کی قسم! وہ اللہ کی ذات کے سلسلے میں یا اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس چیز سے کہیں زیادہ محتاط ہے کہ اس کی شکایت کی جائے۔ (سیرت ابن ہشام)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال مبارک

حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جب وقتِ وصال آیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے تمام اہل بیت کو وصیتیں فرمائیں جب تمام ازواج مطہرات کو وصیت فرمالی تو ارشاد فرمایا، میرے بھائی علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بلاؤ۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور سرہانے بیٹھ گئے اور اپنے زانو پر حضورِ نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سر مبارک کو رکھا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فلاں یہودی کے چند دِرہم میرے ذِمّہ ہیں جو میں نے اس سے لشکرِ اُسامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی تیاری کیلئے قرض لئے تھے۔ اس کے حق کو میری طرف سے تم اُتارنا۔ پھر ارشاد فرمایا، اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! حوضِ کوثر پر تم مجھ سے ملوگے میرے بعد بہت ناگوار باتیں تمہیں پیش آئیں گی مگر تم دِل تنگ نہ کرنا اور صبر کرنا اور جب تم یہ دیکھو کہ لوگ دُنیا کو پسند کرتے ہیں تو تم آخرت کو اِختیار کرنا۔

روایات میں آتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تیمارداری اور خدمت گزاری کے فریضہ کو نہایت احسن انداز سے انجام دیتے۔ ایکدن بیت اطہر سے باہر تشریف لائے لوگوں نے پوچھا کہ اب حضورِ نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طبیعت کیسی ہے؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اطمینان ظاہر کیا، اس پر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور کہا میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرۂ انور پر موت کے آثار دیکھ لئے ہیں اور میں موت کے وقت بنو عبدالمطلب کے چہرے پہچانتا ہوں۔ اس لئے تم مجھے رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس لے چلو۔ اگر یہ معاملہ (یعنی خلافت و امرات کا معاملہ) ہم لوگوں کے حق میں ہے تو ہمیں یہ بات معلوم ہوجائے گی اور اگر ہمارے سوا دوسرے لوگوں کے حق میں ہے تو تمہیں ہی بات بھی معلوم ہوجائے گی اور اگر ہمارے علاوہ دوسرے لوگوں کے حق میں ہوگا تو رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے بارے میں ہمیں حکم دیں گے اور ہمارے متعلق لوگوں کو وصیت فرمائیں گے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اللہ کی قسم! میں یہ نہیں کروں گا۔ اگر رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں منع کردیا تو پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کوئی بھی ہمیں امارت نہ دے گا۔ (صحیح بخاری شریف)

غسل کا معاملہ

حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غسل پاک اور تجہیز و تکفین کے تمام معاملات حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں سے انجام پائے۔ (مستدرک حاکم)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ایک اعرابی

روایات میں آتا ہے کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وِصال مبارک کے تقریباً دس یوم کے بعد ایک اعرابی بیابان سے چل کر مسجد نبوی کے دروازہ پر آیا، اس نے اپنا چہرہ چھپایا ہوا تھا یعنی چہرہ پر نقاب ڈالا ہوا تھا۔ صحابہٗ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو وہاں پر موجود تھے اُن کو سلام کیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال مبارک پر غم کا اِظہار کرنے کے بعد پوچھا کہ تم میں سے رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصی کون ہیں؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اشارہ کیا۔

چنانچہ وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف متوجہ ہوا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سلام کیا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں فرمایا، وعلیکم السلام یا مضر۔ یہ جواب سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہٗ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بہت حیران ہوئے۔

اعرابی نے کہا، آپ کو میرا نام کیسے معلوم ہوا؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی ہے اور تمہارے حال کی کیفیت مجھے دِکھائی ہے اگر تم چاہتے ہو کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو کچھ (تمہارے بارے میں) سنا ہے تم سے بیان کروں۔ اعرابی نے کہا، آپ کا نام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا، علی بن ابی طالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چچازاد بھائی ہوں۔ اعرابی نے کہا، الحمد للہ۔

اسکے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، تم عرب کے ایک مرد ہو تمہارا، نام مضر ہے، تم نے اپنی قوم کو رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت کی خبر دی تھی اور حضور کے اوصافِ جمیلہ میں تم نے قوم کو یہ کہا کہ تہامہ میں ایک آدمی کھڑا ہوگا جس کے رُخسار چاند سے زیادہ منور، گفتگو شہد سے زیادہ میٹھی ہوگی۔ جو شخص اس کی پیروی کرے گا نجات حاصل کرے گا۔ مساکین اور یتامیٰ کا والی ہوگا۔ خچر پر سوار ہوگا۔ اپنے جوتے کو خود پیوند لگائے گا۔ شراب نوشی اور زِنا کو حرام قرار دے گا۔ ناحق قتل اور سود سے منع کرے گا۔ خاتم الانبیاء ہوگا۔ وہ نمازِ پنجگانہ کی ادائیگی کریں گے اور رَمضانُ المبارک کے روزے رکھیں گے۔ حج بیت اللہ کریں گے۔ اے گروہ! اس پر ایمان لے آؤ اور اس کی تصدیق کرو۔ جب تم نے اس امر کی طرف انہیں رہنمائی کی تو انہوں نے تیرے ساتھ ظلم وستم کا سلوک کیا اور تجھے قید میں ڈال دیا۔ پھر جب حضور نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا اور تیری قوم کو سیلاب سے ہلاک کر دیا گیا اور تجھے قید خانہ سے خلاصی حاصل ہوئی اس کے بعد تیرے کانوں میں غیب سے یہ آواز پہنچائی گئی کہ اے مضر! بلاشبہ **محمد** (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا وصال ہوگیا اور تُو ان کے صحابہٗ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) میں سے ہے۔ مدینہ منورہ کی طرف جا اور ان کے روضۂ انور کی زِیارت کر۔ تو منازِل طے کرتا ہوا اب یہاں پر آن پہنچا ہے۔

اعرابی کے سوالات

اعرابی نے جب یہ ساری باتیں سنیں تو اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور کہا کہ اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کو اس واقعہ کی خبر کیسے ہوگئی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، مجھے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی ہے اور فرمایا کہ میرے وصال کے بعد مضر میری قبر پر آئے گا تم جب اس سے ملو تو میرا اسلام اسے پہنچانا۔ مضر نے جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سلام کی خوشخبری سنی تو خوشی سے آگے بڑھ کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر مبارک کو بوسہ دیا۔ اس کے بعد اس نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ میں نے آپ سے کچھ سوال کرنے ہیں، آپ مجھے ان سوالوں کے جوابات دیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم سوال کرو۔ چنانچہ مضر نے کہا، اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) وہ کون سا نر ہے جس کا باپ اور ماں نہیں؟ وہ کون سی مادہ ہے جو بغیر ماں باپ کے موجود ہوئی ہو؟ ایسا رسول جو نہ جن ہو نہ انسان اور نہ ہی فرشتوں میں سے ہو، چوپایوں اور درندوں میں سے بھی نہ ہو؟ ایسی قبر جس نے قبر والے کو اپنے ساتھ سیر کرائی ہو؟ ایسا حیوان جس نے اپنے ساتھیوں کو ڈرایا ہو؟ ایسا جسم جس نے ایک بار کھایا پھر کبھی نہیں؟ زمین کا ایسا حصہ جہاں ایک مرتبہ سورج چمکا اور پھر آج تک نہیں چمکا اور قیامت تک نہیں چمکے گا؟ ایسا پتھر جس سے زندہ کی پیدائش ہوئی؟ وہ عورت جس سے تین ساعت میں لڑکے کی ولادت ہوئی؟ دو ساکن جو حرکت نہیں کرتے؟ دو متحرک جو ساکن نہیں ہوتے؟ دو دوست جو دشمن نہیں ہوتے؟ دو دشمن جو دوست نہیں ہوتے؟ شے کیا ہے لاشے کیا ہے رحم میں سب سے پہلے کس اعضاء کی شکل بنتی ہے؟ قبر میں سب سے آخر میں کون سی چیز فنا ہوتی ہے؟

سوالات کے جوابات

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سوالات کے نہایت تفصیل سے جوابات دیئے اور فرمایا، جس نر کے بارے میں تم نے سوال کیا ہے کہ جس کا ماں باپ نہیں وہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور وہ مادہ جو بغیر ماں کے پیدا ہوئی وہ حضرت حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں اور وہ نر جن کی ولادت بغیر باپ کے ہوئی وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور وہ رسول جو جنات، انسانوں اور فرشتوں میں سے نہیں تھا کوا تھا جسے اللہ تعالیٰ نے قابیل کی تعلیم کیلئے بھیجا تھا اور وہ قبر جس نے صاحب قبر کو اپنے ساتھ سیر کرائی وہ مچھلی تھی جس نے حضرت یونس علیہ السلام کو اپنے پیٹ میں تین دِن تک رکھا اور سمندر کے اطراف و جوانب میں پھرتی رہی۔ اور وہ حیوان جس نے اپنے ساتھیوں کو ڈرایا تھا چیونٹی تھی جو خوراک کی تلاش کیلئے باہر نکلی تھی کہ دوسری چیونٹیاں ایک ستون پر چڑھتی تھیں حضرت سلیمان علیہ السلام کے سر کے اوپر تھا، اس چیونٹی نے اپنی قوم سے کہا کہ خبردار! تمہارے گزرنے سے مٹی نہ گرے اللہ تعالیٰ کا پیغمبر تم سے تکلیف اُٹھائیگا اور وہ جسم جس نے ایک مرتبہ کھایا، پیا نہیں اور قیامت تک نہیں کھائے گا وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا مبارک ہے جس نے جادوگروں کے جادو کو ایک لقمہ میں ختم کر ڈالا۔ اور وہ زمین کا ٹکڑا جہاں ایک مرتبہ سے زیادہ سورج نہیں چمکا وہ دریائے نیل تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کیلئے پھاڑا اور اس کی گہرائی کی زمین دکھائی دینے لگی سورج اس پر چمکا چنانچہ اس کے نیچے سے غبار اُٹھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے جانے کے بعد وہ پھر مل گیا اور اپنی سابقہ حالت پر آ گیا اور وہ پتھر جس سے حیوان کی ولادت ہوئی وہ پتھر وہ تھا جس سے حضرت صالح علیہ السلام کی اُونٹنی پیدا ہوئی۔ اور وہ دو ساکن غیر متحرک زمین اور آسمان ہیں اور تحریک سے یہاں مراد ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا ہے اور وہ دو متحرک جو کبھی ساکن نہیں ہوتے چاند اور سورج ہیں اور وہ عورت جس نے تین ساعت میں بچہ جنا حضرت مریم تھیں کہ تین ساعت میں ان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور وہ دو دوست جو کبھی ایک دوسرے کے دشمن نہیں ہوتے جسم اور جان ہیں اور وہ دو دشمن جو کبھی دوست نہیں ہوتے موت اور زندگی ہیں۔ شے مومن ہے اور لاشے کافر ہے۔ احسن اشیاء صورت بنی آدم ہے۔ رحم میں سب سے پہلے جس چیز کی شکل بنتی ہے وہ شہادت کی اُنگلی ہے اور قبر میں سب سے آخر میں جو چیز فنا ہوتی ہے بندہ کے سر کی ہڈی ہے۔

مضر نے جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنے سوالوں کے نہایت تفصیلی جوابات سنے تو آپ کے سر مبارک پر بوسہ دیا۔

(معارج النبوۃ)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور پیشرو خلفاء

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد سقیفہ بنو ساعدہ میں ہونے والی مجلس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ منتخب کیا گیا اور اہلِ مدینہ نے ان کی بیعت کی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ اہلِ بیت سے تھے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضورنبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بہت غمزدہ رہتی تھیں اس لئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیگر تمام معاملات میں قطع تعلق اختیار کر کے صِرف سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی غم خواری اور تسلی و تشفی کیلئے زیادہ تر بیتِ اطہر میں ہی رہتے تھے۔ علاوہ ازیں قرآن حکیم کے جمع کرنے میں مصروف تھے۔ اس طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کرنے میں تقریباً چھ ماہ کی دیر ہوگئی اس اثناء میں سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ہوگیا تو بذاتِ خود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مل کر بیعت کی اور ان کے فضل و مرتبہ کا اعتراف کیا۔ (بخاری شریف)

فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت

پھر جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوگیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسندِ خلافت پر فائز ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کا بھرپور ساتھ دیا اور نہایت خوشی کے ساتھ ان کی خلافت کے کاموں میں اپنی ذِمہ داری کو نبھایا، نہایت مفید مشورے دیا کرتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی سیّدہ اُمّ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں تھیں اس طرح اس رِشتہ کی وجہ سے بھی دونوں شخصیات کے مابین ہر معاملہ پر خاصی ہم آہنگی پائی جاتی تھی۔ (تاریخ ابن خلدون، جلد دوم۔ طبری)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی شہادت سے قبل جن چھ بزرگ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مجلس شوریٰ قائم فرمائی تھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان میں شامل تھے ان چھ افراد میں سے خلیفہ کا انتخاب کیا جاتا تھا۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دستِ مبارک پر بیعت کی ان کی نظر میں یہ اقدام اس لئے بہتر تھا کہ اصحابِ رسول امرائے فوج اور اشرافِ قبائل کے رجحانات حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں تھے کچھ شخصیات نے اس موقع پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دستِ مبارک پر بیعت کی جن میں سے عمار اور حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہم شامل تھے اکثریت نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دستِ مبارک پر بیعت کی یہ دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیزی سے آگے بڑھے اور فرمایا، میں اپنی طرف سے دائمی حمایت و اعانت کا یقین دِلاتا ہوں اس طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کو تسلیم کرلیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بھی مشکلات میں گھر جاتے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشورہ اور اِمداد طلب کرتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت مخلصانہ مشورے دیا کرتے تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قدر و منزلت کرتے اور آپ کی رائے کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تاثرات

اس ضمن میں ابن عساکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے تحریر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بصرہ میں تشریف لائے تو حضرت ابن الکواء اور حضرت قیس بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ سے یہ پوچھا کہ آپ ہمیں اس کے متعلق بتائیے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم نے آپ سے وعدہ فرمایا تھا کہ میرے بعد تم خلیفہ بنو گے، اس بات میں کہاں تک سچائی ہے کیونکہ آپ سے زیادہ اس بارے میں دُرست بات اور کون کہہ سکتا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ بات غلط ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے (اسطرح کا) کوئی وعدہ نہیں فرمایا تھا۔ اگر مجھ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس طرح کا کوئی وعدہ کیا ہوتا تو میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منبر پاک پر کیوں کھڑا ہونے دیتا۔ میں ان دونوں کو قتل کر ڈالتا، خواہ اس معاملہ میں میرا ساتھ دینے والا کوئی بھی نہ ہوتا یہ تو سب جانتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ کسی نے اچانک شہید کیا اور نہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اچانک وصال فرمایا بلکہ آپ چند یوم مرض الموت میں مبتلا رہے اور جب آپ کے مرض نے شدت اختیار کی اور مؤذن نے آپ کو نماز (کی امامت) کیلئے معمول کے مطابق بلایا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم صادِر فرمایا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم کے موافق نماز پڑھائی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مشاہدہ فرمایا اس دَوران جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے ایک نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس ارادہ سے باز رکھنا چاہا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غصہ سے فرمایا کہ تم تو حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے کی عورتیں ہو، جاؤ ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہی کو کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔

جب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو ہم نے اپنے معاملات میں غور کیا اور پھر اسی شخص کو اپنی دُنیا کیلئے بھی اختیار کرلیا جس کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمارے دین کیلئے منتخب فرمایا تھا کیونکہ نماز دین کی اصل ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دین اور دُنیا دونوں کے قائم رکھنے والے تھے لہٰذا ہم تمام نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کرلی اور حق بات بھی یہی تھی اور آپ ہی اس کے اہل بھی تھے یہی وجہ ہے کہ آپ کی خلافت میں کسی نے اختلاف نہیں کیا اور نہ ہی کسی نے آپ کو نقصان پہنچانے کا اِرادہ کیا اور نہ کسی نے آپ کی خلافت سے روگردانی کی۔ اسی لئے میں نے بھی ان کا حق ادا کیا اور ان کی اطاعت کی ان کے لشکر میں شریک ہو کر کُفّار سے جنگ کی، مال غنیمت اور بیت المال سے جو کچھ آپ نے مجھے دیا وہ خوشی سے قبول کیا اور جس جگہ بھی مجھے جنگ کیلئے روانہ کیا میں گیا اور وسعت قلب کے ساتھ جنگ کی یہاں تک کہ ان کے حکم سے شرعی سزائیں بھی دیں اور پھر جب آپ کا وصال ہو گیا تو آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے بعد

خلیفہ نامزد کیا اور وہ آپ کے بہترین جانشین اور سنتِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیروکار رہوئے۔ ہم نے ان کے دست مبارک پر بھی بیعت کی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ بنانے پر بھی کسی نے کوئی اختلاف نہیں کیا اور نہ کسی نے کسی کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا اور یہ بات یقینی ہے کہ کوئی شخص بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت سے بے زار نہیں ہوا اور پھر پہلے طرح میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حقوق بھی ادا کئے اور مکمل طور پر ان کی اطاعت کی جو کچھ انہوں نے مجھے دیا میں نے وصول کیا، انہوں نے مجھے جنگی مہمات میں بھیجا جہاں میں نے دشمنوں سے جنگ کی اور آپ کے دورِ خلافت میں بھی اپنے کوڑوں سے مجرموں کو شرعی سزائیں دیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مزید فرماتے ہیں کہ پھر جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وقت وصال قریب آیا تو اس وقت میں نے اپنے دل میں غور کیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی قرابت، اسلام قبول کرنے میں اپنی سبقت، اپنے اعمال اور اپنی بعض دیگر فضیلتوں کی طرف غور کیا تو میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میری خلافت پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا مگر شاید حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ خوف لاحق ہوا کہ وہ کہیں ایسے شخص کو خلیفہ نامزد نہ کردیں جس کے اعمال کا خود ان کو جواب دہ ہونا پڑے۔ چنانچہ اس خیال کے مدنظر انہوں نے اپنی اولاد کو بھی نظر انداز کردیا اور خلافت کیلئے نامزدگی نہ فرمائی اگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی کو خلیفہ بناتے تو لازمی طور پر اپنے صاحبزادے کو خلیفہ بناتے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ خلیفہ کا انتخاب کا معاملہ چھ قریشیوں کے سپرد کردیا جن میں ایک میں بھی تھا۔ خلیفہ کے انتخاب کے ضمن میں جب ان چھ ارکان کی مجلس منعقد ہوئی تو مجھے خیال پیدا ہوا کہ اب خلافت کی ذِمہ داری میرے کندھوں پر رکھ دی جائیگی اور یہ مجلس میرے مقابلے میں کسی دوسرے کو حیثیت نہ دے گی اور مجھے ہی خلیفہ منتخب کرے گی۔ اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہم سب سے وعدہ لیا کہ پروردگار عالم ہم میں سے جس کو خلیفہ مقرر کردے ہم سب اس کی اطاعت کریں گے اور اس کے احکامات کی خوشی سے تعمیل کریں گے۔ پھر اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دستِ مبارک پر خود بیعت کرلی تو اُس وقت میں نے سوچا کہ میری اطاعت میری بیعت پر غالب آگئی اور مجھ سے جو وعدہ لیا گیا تھا وہ (دراصل) دوسرے کی بیعت کیلئے تھا۔ بہر حال میں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دستِ مبارک پر بیعت کرلی اور سابقہ خلفاء کی طرح ان کی اطاعت کی اور ان کے احکامات پر عمل کیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حقوق ادا کئے ان کی قیادت میں جنگیں لڑیں ان کے عطیات کو قبول کیا اور مجرموں کو شرعی سزائیں دیں۔

(تاریخ الخلفاء، تاریخ اسلام)

بیعت خلافت اور دیگر واقعات

بلوائیوں نے جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا تو اس کے بعد ان کے سرکردہ لوگوں نے خلافت کے منصب کو قبول کرنے کیلئے حضرت علی، حضرت طلحہ و حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر دباؤ ڈالا مگر جب ان تینوں شخصیات نے خلافت قبول کرنے سے اِنکار کر دیا تو بلوائیوں نے آپس میں مشورہ کرتے ہوئے اس معاملہ کو ہر صورت میں حل کرنے کا فیصلہ کرتے ہوئے اس بات پر اتفاق رائے کیا کہ سختی سے کام لیا جائے۔ چنانچہ عبداللہ بن سبا اور اس کے دیگر حواریوں کے مشورہ سے مدینہ طیبہ میں یہ اعلان کر دیا گیا کہ مدینہ والے شروع ہی سے خلیفہ کا انتخاب کرتے آئے ہیں اور وہی اس معاملے کو حل کرنے کے اہل ہیں اور مسلمانوں نے ہمیشہ اہل مدینہ کے مشورے اور انتخاب سے منتخب کئے ہوئے خلیفہ کو تسلیم کیا ہے۔ اس لئے یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ اہل مدینہ کو صرف دو یوم کی مہلت دی جاتی ہے اس عرصہ میں کسی خلیفہ کا انتخاب کر لیا جائے ورنہ حضرت علی، حضرت زبیر و حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو قتل کر دیا جائے گا۔ بلوائیوں کی یہ دھمکی نہایت کارگر ثابت ہوئی۔ لوگ باری باری تینوں شخصیات کے پاس گئے اور ان میں سے ہر ایک کو خلافت کی ذِمہ دار سنبھالنے کیلئے کہا، تینوں نے صاف انکار کر دیا۔ اگرچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی سختی سے انکار کیا لیکن آخر میں مہاجرین وانصار کے زبردست اصرار اور مجبور کرنے سے راضی ہو گئے اور جو لوگ اس وقت وہاں پر موجود تھے۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست مبارک پر بیعت کر لی۔ (تاریخ طبری)

واقعات بیعت

اسی دوران حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس وقت حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود نہیں ہیں انکی رائے بھی معلوم کر لینی چاہئے چونکہ بہت سے لوگ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست مبارک پر خلافت کیلئے بیعت کر چکے تھے اسلئے جو لوگ آپ کی طرف مائل تھے وہ نہیں چاہتے تھے کہ اب بنا بنایا کام کسی طرح سے بگڑ جائے چنانچہ ان لوگوں میں سے حکیم بن جبلہ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مالک اشتر حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف گئے اور زبردستی کرتے ہوئے دونوں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لے آئے۔ ان دونوں سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا، اگر آپ میں سے کوئی منصب خلافت سنبھالنے کی خواہش رکھتا ہے تو میں اس کے ہاتھ پر بیعت کرنے کیلئے تیار ہوں۔ دونوں حضرات نے صاف انکار کر دیا۔ ان کا صاف انکار سن کر کچھ لوگوں نے کہا کہ آپ لوگوں کی خود خلیفہ بننے کی خواہش نہیں ہے تو پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لیں۔ یہ سن کر دونوں حضرات کچھ سوچ میں پڑ گئے، اسی اثناء میں مالک اشتر نے تلوار کھینچ لی اور غصہ کا اظہار کرتے ہوئے حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ آپ کا معاملہ تو ابھی ختم کر دیتا ہوں۔

صورت حال کی نزاکت کا ادراک کرتے ہوئے حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ میں اس شرط پر بیعت کرتا ہوں کہ آپ قرآن پاک اور سنتِ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطابق حکم جاری کریں گے اور حدود شرعی کا احیاء کریں گے یعنی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلوں سے قصاص لیں گے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان شرائط کو قبول فرمایا۔ چنانچہ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیعت کر لی۔

اس کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بھی اسی طرح کی گفتگو ہوئی انہوں نے بھی انہی شرائط پر بیعت کی جن پر حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیعت کی تھی۔ پھر اسی مجلس میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت لینے کی غرض سے لوگوں نے آپس میں بات چیت کی اور اس مقصد کیلئے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے، ان سے بیعت لینے کیلئے کہا تو انہوں نے اپنا دروازہ یہ کہتے ہوئے بند کر لیا کہ جب تمام لوگ بیعت کر لیں گے تو اس کے بعد میں بھی بیعت کر لوں گا اور میری طرف سے کسی قسم کا کوئی خطرہ محسوس نہ کرو۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا۔

پھر جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کیلئے کہا گیا تو انہوں نے بھی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح جواب دیا، لوگ ان کی بات سے مطمئن نہ ہوئے اور ان سے ضمانت طلب کی۔ ابھی یہ بات ہو ہی رہی تھی کہ مالک اشتر نے تلوار لی اور کہا میں ابھی ان کو ختم کر دیتا ہوں۔ اس سے قبل کہ تنازعہ بڑھ جاتا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مداخلت کی اور مالک اشتر کو روکتے ہوئے فرمایا کہ عبداللہ بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی ضمانت میں خود دیتا ہوں۔ اس طرح یہ معاملہ ختم ہوگیا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمرے کی نیت سے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوگئے ان کی مدینہ منورہ سے روانگی کی اطلاع لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچائی اور اس خدشہ کا اظہار کیا کہ وہ آپ کے خلاف کسی سرگرمی کی غرض سے گئے ہیں۔ اس اطلاع پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی گرفتاری کیلئے فوری طور پر چند لوگوں کو تعاقب کرنے کا حکم دیا۔ یہ خبر کسی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی سیّدہ اُمّ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو کہ سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ تھیں کو پہنچائی تو وہ معاملہ کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے اسی وقت اپنے والد محترم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آئیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس بات کا یقین دلایا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے خلاف کسی سرگرمی میں حصہ نہیں لیں گے وہ صرف عمرہ کی ادائیگی کیلئے گئے ہیں۔ اس یقین دہانی پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گرفتاری پر مامور لوگوں کو روک دیا۔

چونکہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا واقعہ ایسے حالات میں ہوا تھا کہ بہت سے جید صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کیلئے یہ صدمہ بہت شدید تھا اس لئے بیشتر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے خلافت کے معاملات سے اپنے آپ کو الگ رکھنا ہی بہتر خیال کیا۔ چنانچہ ان جید صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں حضرت عبداللہ بن سلام، حضرت اُسامہ بن زید، حضرت حسان بن ثابت، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت ابوسعید خدری، حضرت زید بن ثابت، حضرت نعمان بن بشیر، حضرت کعب بن مالک اور حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی شامل تھے، جنہوں نے اس وقت بیعت نہیں کی۔ بہت سے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ اور بہت سے شام کی طرف چلے گئے جو صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مدینہ میں رہ گئے انہوں نے بیعت میں حصہ نہیں لیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو اپنے پاس بلا کر بیعت نہ کرنے کے متعلق وجہ دریافت فرمائی تو انہوں نے واضح طور پر برملا کہا کہ ابھی مسلمانوں کے مابین بہت زیادہ اختلاف خونِ عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی وجہ سے پیدا ہوگیا ہے اور فتنہ ختم نہیں ہوا، اس صورت میں ہم غیر جانبدار رہنا چاہتے ہیں۔

بیعت کے وقت تقریر

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیعت لینے کے بعد لوگوں کے سامنے مختصر طور پر نہایت جامع تقریر فرمائی جو بہت موٴثر اور حالات کے مطابق تھی، چنانچہ فرمایا:

لوگو! کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو مضبوط پکڑو، ہر وہ شخص جو خالی دعوے کرنے والا ہو اس کی دعویٰ بازی اس کے نفس کیلئے نقصان دہ ثابت ہوتی ہے۔ ہر شخص ایک ذِمّہ داری سے گزرتا ہے، جنت اور جہنم اس کے سامنے ہے، انسان تین قسم کے ہیں، ایک وہ جو کوشش اور جدوجہد میں لگ کر دِین پر قائم ہے وہ نجات یافتہ ہے، دوسرا وہ جو بھلائی کا طلبگار اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کا اُمیدوار ہے، تیسرا وہ جو اعمال کی کوتاہی میں مبتلا ہے، یہ شخص جہنمی ہے۔ ان کے علاوہ دو ہستیاں مزید ہیں، ایک فرشتہ ہے جو اپنے بازوؤں پر اُڑتا ہے اور دوسرا نبی جس کی عصمت کا اللہ تعالیٰ محافظ ہوتا ہے۔

یاد رکھو! ان پانچ کے سوا چھٹا کوئی شخص نہیں، جس شخص نے گمراہی میں قدم رکھا وہ ہلاک ہوا اور جو صراطِ مستقیم سے ہٹ گیا برباد ہوا، اسی راہ کا دایاں بایاں گمراہی ہے اور ٹھیک درمیانی راستہ صراط مستقیم ہے، اسی پر کتاب اللہ اور آثار نبوت کے باقیات مبنی ہیں، پروردگار عالم نے اس اُمت کو دو چیزوں کے ذریعہ تہذیب دی ہے ایک کوڑا اور دوسری تلوار۔ امام پر فرض ہے کہ ان دونوں کے استعمال میں کوئی رعایت نہ رکھے، اپنے گھروں میں امن کے ساتھ دبک جاؤ، آپس میں اصلاح ذات البین سے کام لو، توبہ کا دروازہ تمہارے لئے کھلا ہوا ہے، جو شخص حق و انصاف سے منہ پھیرے گا وہ ہلاک ہوگا۔ ماضی میں بہت سے واقعات ہو چکے ہیں جن میں تم میری طرف جھکے مگر میں سمجھتا ہوں کہ اس کی وجہ سے نہ تم میرے نزدیک قابل ستائش ہو اور نہ وہ تمہارا طریقہ دُرست تھا۔ اللہ کی قسم! یہ وہ مقام ہے کہ اگر میں کچھ کہوں یہ یہی کہہ سکتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ماضی کو معاف فرمائے۔ تمہیں خوب اچھی طرح سوچ سمجھ لینا چاہئے کہ اگر غلط راستہ اختیار کرو گے تو پکڑ ہوگی اور اگر سیدھے راستے پر چلو گے تو تمہاری حمایت ہوگی۔ راستے دو ہی ہیں ایک حق کا راستہ اور دوسرا باطل کا راستہ۔ ان دونوں راستوں پر چلانے والے بھی موجود ہیں مگر اللہ کی قسم! اگر تم نے باطل کو راہ نما بنایا تو تمہاری پکڑ ہوگی اور اگر حق کو راہ نمائی کا موقع دیا تو پھر بہت کچھ صلاح وخیر کی توقع کی جاسکتی ہے، بہرحال جو چیز جا چکی ہے وہ اب پھر لوٹ کر نہ آئے گی۔ (عیون الاخبار)

قصاص کا معاملہ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت کا منصب سنبھالنے کے بعد مروان بن الحکم کو طلب کیا تو معلوم ہوا کہ اس کے بارے میں کوئی خبر نہیں ہے کہ وہ کہاں چلا گیا ہے چونکہ یہ مطالبہ بڑی شدت سے کیا جا رہا تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلوں کا پتا چلا کر ان کو کیفرکردار تک پہنچایا جائے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیّدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ محترمہ نائلہ بنت الفراصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے قاتلوں کی شناخت کے متعلق دریافت فرمایا کیونکہ موقع پر عینی گواہ تھیں انہوں نے اپنا بیان دیتے ہوئے یہ بتایا کہ محمد بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو اشخاص کے ساتھ جن کو پہلے سے نہیں پہچانتی تھیں اندر داخل ہوئے۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محمد بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طلب فرمایا اور ان سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے قسم کھا کر اپنی برأت کا اظہار کیا کہ وہ قتل کے اِرادے سے اندر داخل ضرور ہوئے تھے مگر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شرم دلانے سے واپس آگئے تھے البتہ وہ دو بلوائی جوان کے ساتھ اندر داخل ہوئے تھے انہوں نے بڑھ کر حملہ کیا اور ان بلوائیوں کو میں نہیں جانتا کہ وہ کون تھے؟ اس پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت نائلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ کیا محمد بن ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی قاتلوں میں شامل ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل ہونے سے پہلے یہ دروازے سے باہر جا چکے تھے اور یہ قتل کرنے والوں میں شامل نہ تھے۔ کافی تفتیش کے باوجود قاتلوں کی شناخت اور ان کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہوسکا۔ چنانچہ یہ معاملہ اُلجھ کر رہ گیا اور کسی کے خلاف کوئی کاروائی نہ ہوسکی۔

عمال کی معزولی

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں عمال مقرر تھے حالات کی نزاکت کے پیش نظر ضروری تھا کہ ان کے ردوبدل کی طرف فوری توجہ دی جائے۔ چنانچہ حضرت علی نے رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو معزول کرتے ہوئے نئی تقرریاں فرمائیں اور اس ضمن میں حضرت عثمان بن حنیف کو بصرہ کا عامل مقرر کیا۔ حضرت عمارہ بن شہاب کو کوفہ پر مقرر کیا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن پر مقرر کیا، حضرت قیس بن سعد کو مصر پر جب کہ سہیل بن حنیف کو شام پر مقرر کر کے روانہ کیا۔ حضرت سہیل بن حنیف جب تبوک کے نزدیک پہنچے تو ان کو وہاں پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چند سوار ملے اُن سواروں نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ سہیل بن حنیف نے جواب دیا کہ میری تقرری شام کے امیر کے طور پر ہوئی ہے۔ ان سواروں نے کہا کہ اگر تم کو عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے علاوہ کسی اور نے امیر مقرر کر کے روانہ کیا ہے تو تمہارے حق میں مناسب یہی ہے کہ تم فوراً واپس چلے جاؤ۔ سہیل بن حنیف یہ سن کر واپس مدینہ طیبہ آگئے۔ اسی طرح عمارہ بن شہاب جو کہ کوفہ پر امیر مقرر ہو کر روانہ کئے گئے تھے راستے میں ان کی ملاقات حضرت طلیحہ بن خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی۔ حضرت طلیحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے کہا کہ تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ تم واپس چلے جاؤ کیونکہ کوفہ والے ابوموسیٰ اشعری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے سوا کسی دوسرے کا عامل ہونا قبول نہیں کریں گے اور اگر تم میرا کہا نہیں مانو گے تو میں ابھی تمہیں قتل کر دیتا ہوں۔ عمارہ بن شہاب یہ سن کر خاموشی کے ساتھ واپس مدینہ طیبہ کا رُخ اختیار کرنے پر مجبور ہوگئے۔ ان واقعات کو دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حالات کی سنگینی کا شدت سے احساس ہوا اور آپ نے سمجھ لیا کہ حالات آسانی سے سازگار ہونے والے نہیں ہیں۔

خطوط کی ترسیل

صورت حال کا اندازہ کرنے کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک خط جناب معبد اسلمی کے ہاتھ بھیجا۔ جب کہ ایک خط جناب سبزہ جہنی اور حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام دمشق کی طرف بھیجا۔ کوفہ سے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوری طور پر خط کا جواب لکھ کر بھیجا کہ کوفہ والوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کرلی ہے، بیشتر نے یہ بیعت اپنی مرضی اور خوشی سے کی ہے جبکہ بعض نے مجبوری کی حالت میں کی ہے، یہ خط حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک تسلی بخش تھا، اس لئے آپ نے کوفہ کی طرف اطمینان کا اظہار فرمایا۔

وہ خط جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف بھیجا گیا تھا اس میں آپ کی طرف سے تحریر تھا کہ مہاجرین وانصار نے اتفاق کے ساتھ میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے اسلئے یا تو میری اطاعت کرو یا جنگ کیلئے تیار ہوجاؤ۔ تین مہینے تک اس خط کا کوئی جواب نہ آیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس عرصہ تک قاصدوں کو ٹھہرائے رکھا پھر اپنے خاص قاصد قبیصر عبسی کو ایک سربمہر خط دیکر حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مدینہ طیبہ کی طرف روانہ کیا۔ اس خط پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد مکتوب الیہ کا اور اپنا نام لکھا۔ قاصد نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پہنچ کر آپ کو خط پیش کردیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لفافہ کھولا تو اس کے اندر کوئی بھی خط نہ تھا۔ یہ دیکھ کر آپ غصے میں آگئے۔ قاصد نہایت تیز اور ہوشیار تھا۔ اس نے کہا کہ میں تو قاصد ہوں اور مجھے جان کی امان ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہاں تجھے امان ہے۔ قاصد نے کہا کہ ملک شام میں کوئی آپ کی بیعت نہ کرے گا۔ کیونکہ میں نے دیکھا کہ پچاس ہزار (ایک روایت کے مطابق ساٹھ ہزار) شیوخ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خون آلود قمیض پر آنسو بہا رہے تھے اور وہ قمیض لوگوں کو اشتعال دلانے کیلئے جامع دمشق کے منبر پر رکھی ہوئی ہے اور لوگوں نے عہد لیا ہے کہ جب تک اس خون ناحق کا قصاص نہیں لیں گے اس وقت تک ان تلواریں نیام میں داخل نہیں ہوں گی۔ قاصد کی بات سن کر حضرت خالد بن زفر عبسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قاصد سے کہا، تمہارا بُرا ہو! کیا تم مہاجرین وانصار کو شامیوں سے ڈراتے ہو؟ اللہ کی قسم! نہ تو قمیض عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) قمیض یوسف علیہ السلام ہے اور نہ معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح غم ہے اگر شام میں اس قدر اہمیت دی گئی ہے تو تمہیں پتا ہونا چاہئے کہ عراق والے اسکی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ (ابن کثیر، جلد سوم)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قاصد کی بات سن کر فرمایا، وہ لوگ مجھ سے عثمان کے خون کا بدلہ طلب کرتے ہیں حالانکہ میں عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون سے بری ہوں، اللہ تعالیٰ عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے قاتلوں سے سمجھے پھر آپ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاصد کو واپس شام کی طرف روانہ کردیا۔

اُمُّ المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ناراضگی

شام میں گویا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرپرستی میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے خلاف ایک طرح کا محاذ قائم ہوگیا۔ دوسری طرف اُمُّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صِدِّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حج کی ادائیگی کے بعد مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ واپس آرہی تھیں کہ مقام سرف پر ایک عزیز نے ان کو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر سے آگاہ کیا اور یہ بھی بتایا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ منتخب کرلیا گیا ہے مگر فتنہ کے آثار ابھی ختم نہیں ہوئے۔ یہ سن کر سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے واپس مکہ مکرمہ کا رُخ اختیار کیا۔ لوگ آپکی سواری کے گرد جمع ہوگئے اور واپسی کی وجہ پوچھی تو ارشاد فرمایا، واللہ! عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مظلوم شہید کردیئے گئے اور فتنہ ختم ہوتا ہوا دکھائی نہیں دیتا۔ میں ان کے خون کا بدلہ لوں گی اس لئے تم لوگ بھی خلیفہ مظلوم کا خون رائیگاں نہ جانے دو اور قاتلوں سے قصاص لے کر اسلام کی عزت بچاؤ۔ اللہ کی قسم! عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی ایک انگلی بلوائیوں جیسے تمام جہان سے افضل ہے۔ (تاریخ طبری)

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے مکہ مکرمہ میں حضرت عبداللہ بن عامر حضرمی کو عامل مقرر کیا گیا تھا انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ان جوشیلی باتوں کو سن کر کہا کہ سب سے پہلے خون عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا بدلہ لینے والا میں ہوں۔

مکہ مکرمہ میں لوگوں کے دِل عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون کا بدلہ لینے کیلئے مائل ہوتے جارہے تھے اسی اثناء میں مدینہ طیبہ سے حضرت زبیر اور حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی مکہ مکرمہ میں تشریف لے آئے تھے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان دونوں حضرات کو بلوا کر ان سے مدینہ طیبہ کے حالات کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بھی حالات کے خراب ہونے کی تصدیق کی۔

اس پر سیّدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان دونوں حضرات کو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون کا قصاص لینے کی غرض سے ساتھ دینے کی دعوت دی دونوں نے رضامندی کا اظہار کیا اور ایک زبردست جمعیت اس مقصد کیلئے مکہ مکرمہ میں تیار ہوگئی۔

قصاص کی تیاریاں

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جمعیت میں سب سے زیادہ سرکردہ شخصیات چار تھیں یعنی حضرت زبیر، حضرت طلحہ، عبداللہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو کہ بصرہ کے گورنر رہ چکے تھے۔ یعلیٰ بن منیہ جو کہ یمن کے گورنر تھے۔ یہ چاروں حضرات اس لشکر میں نہایت اہم سمجھے جاتے تھے باہمی طور پر مشورے ہوئے اور پھر اتفاق رائے سے یہ فیصلہ کیا گیا کہ چونکہ ہمارے پاس اس قدر لشکر ہی نہیں ہے کہ جو زبردست جنگ کر کے اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کر سکے اس لئے مناسب ہے کہ کسی طرح اپنے لشکر کی تعداد میں اِضافہ کیا جائے۔ حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مشورہ دیا اور کہا کہ میں بصرہ کا عامل رہ چکا ہوں وہاں پر میرا کافی اثر ورسوخ ہے، علاوہ ازیں اہل بصرہ کا رُجحان ویسے بھی حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف ہے، اس لئے ہمیں بصرہ جانا چاہئے اور اہل بصرہ کو اپنے ساتھ ملا کر ایک زبردست جمعیت تیار کر کے کارروائی کرنی چاہئے۔ اس اتفاق رائے کے مطابق بصرہ کے سفر کی تیاری شروع کر دی گئی۔

بصرہ کا سفر

مکہ مکرمہ سے بصرہ کی طرف روانہ ہونے والے لشکر کی تعداد تقریباً ڈیڑھ ہزار تھی۔ اس لشکر میں مروان بن حاکم بھی شامل تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ محترمہ حضرت اُم فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی اتفاقاً اس لشکر کے ساتھ تھیں انہوں نے دُور اندیشی سے کام لیتے ہوئے قبیلہ جہنیہ کے ایک شخص جس کا نام ظفر تھا کو اُجرت دے کر ایک خط کے ذریعے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تمام حالات وواقعات کی خبر پہنچا دی اس خط میں لشکر کی بصرہ کی طرف روانگی اور تمام صورت حال کے بارے میں تحریر کیا گیا تھا۔ یہ لشکر اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قیادت میں تیزی سے سفر کرتا ہوا بصرہ جا پہنچا۔ وہاں پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ بصرہ کا حاکم عثمان بن حنیف ان کا ساتھ دینے سے گریزاں ہے۔ چنانچہ حاکم بصرہ نے کوشش کی کہ کسی طرح یہ لشکر واپس مکہ مکرمہ چلا جائے اہل بصرہ بھی دو گروپوں میں واضح طور پر تقسیم ہو گئے، ایک گروپ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے موقف کو دُرست تسلیم کرتا تھا۔ جب عثمان بن حنیف کی کوشش بارآور ثابت نہ ہوئی تو اس نے اُمّ المؤمنین کے لشکر کو مقابلہ کر کے راہِ فرار اختیار کرنے پر مجبور کرنا چاہا، چنانچہ لڑائی ہوئی جس میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کامیابی ملی، عثمان بن حنیف کو گرِفتار کر لیا گیا، اس طرح بصرہ پر سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قبضہ ہو گیا۔

سیّدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیش قدمی

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس دوران مدینہ منورہ سے جمعیت اکٹھی کر کے بصرہ کی طرف روانگی کر چکے تھے اور مقام ربذہ میں قیام کیا یہاں پہنچ کر محمد بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور محمد بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ کی طرف روانہ کیا تا کہ وہاں سے لوگوں کو اپنے حق میں جمع کر کے لائیں اس کے بعد مقام ربذہ سے آگے کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقام فید میں پہنچے۔ یہاں پر قبیلہ اسد کے بہت سے لوگوں نے آپ کا ساتھ دینے کا اقرار کیا، پھر مقام فید سے مقام ثعلبہ میں پہنچے اور پڑاؤ ڈالا، اس مقام پر آپ کو خبر ملی کہ حکم بن جبلہ مارا گیا ہے اس جگہ پر عثمان بن حنیف جو کہ حضرت طلحہ وحضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لشکر کے ہاتھوں شکست کھا کر گرفتار ہوئے تھے اور اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کو چھوڑ دینے کا حکم دیا تھا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پہنچے اور ساری صورت حال سے آپ کو آگاہ کیا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مقام سے بھی روانگی اختیار کی اور منازل طے کرتے ہوئے مقام ذی قار میں پہنچے۔

سفارت کی ناکامی

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جن دو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کوفہ کی طرف بھیجا تھا انہوں نے کوفہ میں پہنچ کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیا اور اس کے ساتھ لوگوں کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم کے موافق لڑائی میں ساتھ دینے کیلئے راہ ہموار کرنے لگے لیکن کسی نے بھی ساتھ دینے کا اِظہار نہ کیا۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر محمد بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مزید اِصرار کرتے ہوئے لوگوں کو اس طرف مائل کرنا چاہا تو تب بھی کوئی کامیابی نہ ہوئی اور لوگوں کی طرف سے کوئی ایسا تاثر نہ ملا کہ جس سے ان کے مقصد کو تقویت حاصل ہوتی۔ یہ دیکھ کر محمد بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت محمد بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت غصّہ آیا اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تلخی کے ساتھ پیش آئے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری بھی غصہ والے تھے فرمانے لگے عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی بیعت میری اور علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) دونوں کی گردن پر ہے اگر لڑائی کرنا ہی لازم ہے تو پھر عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے قاتلوں سے لڑائی کرنی چاہئے۔ یہ سن کر دونوں حضرات نے خاموشی اِختیار کی اور کوفہ سے ناکام ہو کر روانہ ہو گئے۔ مقام ذی قار میں پہنچ کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں تمام صورتِ حال وضاحت کیساتھ پیش کر دی۔ ان حضرات کی ناکامی کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مالک اشتر کو حکم دیا کہ وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ لے کر جائے اور جیسے بھی ممکن ہو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سمجھا کر ساتھ دینے پر آمادہ کرے۔ چنانچہ دونوں نے کوفہ میں پہنچ کر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کی اور انہیں اس معاملہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ساتھ دینے کی درخواست کی، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی بھی طرح ان کی باتوں سے قائل نہ ہوئے اور ان کی ہر بات کا صِرف ایک ہی جواب دیتے رہے کہ جب تک فتنہ ختم نہ ہو جائے میں اس معاملہ میں خاموشی ہی اختیار رکھوں گا۔ چنانچہ یہ سفارت بھی ناکام ہو گئی۔

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روانگی

اس سفارتی مشن کی ناکامی کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کوفہ کی طرف روانہ کیا۔ جس وقت یہ دونوں حضرات کوفہ میں پہنچے تو اس وقت کوفہ کے والی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جامع مسجد کوفہ میں لوگوں کے ایک زبردست اجتماع سے خطاب کر رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس فتنہ کا خوف دلایا تھا وہ اب سر پر ہے اس لئے اپنے ہتھیار بیکار کردو اور گوشہ نشینی اختیار کرلو۔ رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ فتنہ وفساد کے وقت سونے والا بیٹھنے والے سے اور بیٹھنے والا چلنے والے سے بہتر ہے۔اسی دَوران حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں داخل ہوئے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے ساتھ معانقہ کیا اور گفتگو شروع ہوئی، دورانِ گفتگو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ تم نے عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی کوئی مدد نہیں کی اور فاجروں کیساتھ شامل ہوگئے۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی بات کا تلخی سے جواب دیا، اس دوران امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مداخلت کرتے ہوئے فرمایا کہ لوگوں نے اس بارے میں ہم سے کوئی مشورہ نہیں کیا اور سوائے اِصلاح کے ہمارا اور کوئی مقصد نہیں ہے اور امیر المؤمنین اِصلاحِ اُمت کے کاموں میں کسی سے خوف نہیں کھاتے۔

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس بات کا حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت ادب کے ساتھ جواب دیا اور کہا، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ نے دُرست فرمایا ہے مگر تمام مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے بھائی ہیں، ان کا خون ومال حرام ہے۔ یہ بات ابھی ہو ہی رہی تھی حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوئی ایسی بات کہہ دی کہ جس سے تلخی پیدا ہوگئی اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حمایتی ان پر چڑھ دوڑے۔ لیکن حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مداخلت کرتے ہوئے ان کو بچالیا۔

لوگوں کی آمادگی

اہلِ کوفہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بے حد ادب کرتے تھے اسلیئے ان کے کوفہ میں آجانے سے لوگوں کو ان کی طرف رغبت ہوئی امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حالات کو دیکھتے ہوئے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا، لوگو! ہماری دعوت قبول کرو، ہماری اِطاعت کرو اور جس مصیبت میں ہم اور تم مبتلا ہو گئے ہیں اس میں ہماری مدد کرو، امیر المؤمنین فرماتے ہیں کہ اگر ہم مظلوم ہیں تو ہماری مدد کرو اور اگر ہم ظالم ہیں تو ہم سے حق لو۔ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تقریری کلمات نے لوگوں کے دِلوں پر اثر کیا اور بہت سے لوگوں نے کھڑے ہو کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدد کی ترغیب کیلیئے مختصر طور پر اپنے اپنے خیالات کا اِظہار کیا، انہی میں کوفہ کے نہایت معزز اور بزرگ حجر بن عدی کندی بھی تھے جنہوں نے امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تائید کرتے ہوئے کہا کہ لوگو غور کرو! امیر المؤمنین نے اپنے بیٹے کو بھیج کر تمہیں ساتھ دینے کی دعوت دی ہے اس لئے اس دعوت کو قبول کر لو اور ان کے جھنڈے تلے جمع ہو کر فتنہ وفساد کی آگ کو ٹھنڈا کرو، اس مقصد کیلیئے میں سب سے پہلے ان کی حمایت کا اعلان کرتا ہوں۔

اس طرح کی باتوں سے لوگوں کے دِلوں میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اِطاعت کا جذبہ پیدا ہوا اور پھر اگلے ہی دِن نمازِ فجر کے بعد تقریباً ساڑھے نو ہزار افراد کی ایک مسلح جمعیت اکٹھی ہو کر امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں مقام ذی قار میں پہنچی تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑھ کر استقبال کیا اور اہلِ کوفہ کے ساتھ اچھی اچھی باتیں کیں۔

مصالحت کی کوشش

دوسری طرف بصرہ میں صورتِ حال یہ تھی کہ اہلِ بصرہ تین گروپوں میں تقسیم ہو کر رہ گئے تھے۔ ایک نے غیر جانبدار رہتے ہوئے خاموشی اختیار کر رکھی تھی۔ دوسرا گروپ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی خواہ تھا۔ جب کہ تیسرا گروپ اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ صِدِّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ساتھ دے رہا تھا۔ مسلمانوں کے مابین ایک زبردست خون ریزی اور خانہ جنگی کی تیاریوں کو دیکھ کر غیر جانبدار گروپ کے لوگوں نے صورتِ حال کی نزاکت کا ادراک کرتے ہوئے اب خاموش بیٹھے رہنا مناسب نہ سمجھا اور مصالحت کیلیئے میدان میں کود پڑے۔ اسی دَوران حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے اور خطرناک صورتحال کو ختم کرنے اور کشیدگی میں کمی کی غرض سے قعقاع بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بصرہ کی طرف روانہ کر دیا تھا تاکہ وہ کسی بھی مصالحانہ کوشش سے کامیابی کی راہ ہموار کریں۔ چنانچہ حضرت قعقاع رضی اللہ تعالیٰ عنہ بصرہ میں پہنچ کر اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملے اور ان سے بات چیت کی یہ بات چیت بہت مفید ثابت ہوئی اس سے معلوم ہوا کہ دونوں طرف کے سرکردہ لوگ صورت حال کی سنگینی کو محسوس کر چکے تھے اور مسلمانوں کی خون ریزی نہیں چاہتے تھے مگر بلوائیوں کی وہ جماعت جس میں عبداللہ بن سباء ابن ملجم اور اس طرح کے دیگر جفادری شامل تھے ان مصالحانہ کوششوں سے خائف تھے اور نہیں چاہتے تھے کہ کسی طرح فریقین میں صلح ہو، کیوں کہ یہ لوگ عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے قاتلوں میں سمجھے جاتے تھے اگر مصالحت ہو جاتی تو پھر ان کو اپنی جانوں کے لالے پڑ جاتے اس لئے ان لوگوں نے آپس میں ایک میٹنگ کی کہ اگر ان کی صلح ہوگئی تو یہ ہم سے ضرور قصاص لیں گے اور ہم سب کو سزا دیں گے، اس لئے ہمارے لئے بہتر یہ ہے کہ ہم اس صلح کی کوشش کو کامیاب نہ ہونے دیں۔

جنگ جمل

ابن سبا کے ساتھی لشکریوں نے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت مصالحانہ کوششوں کو سبوتاژ کرنے کی غرض سے رات کی تاریکی میں اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فوج پر اس طریقہ سے شب خون مارا کہ ایک دم افراتفری مچ گئی، فریقین نے یہ سمجھ کر کہ دوسرے فریق نے دھوکہ دیا، ایک دوسرے پر زبردست حملہ کردیا، دونوں طرف کے لشکریوں نے اپنی اپنی سمجھ کے مطابق حملہ میں بھرپور حصہ لیا، حالانکہ ابھی تک مصالحانہ کوششیں جاری تھیں اور بظاہر لڑائی کے کوئی آثار نہ تھے اور نہ ہی فریقین کے سرکردہ لوگوں میں سے کوئی لڑائی کا خواہاں تھا مگر چونکہ بلوائی اپنے مقصد میں کامیاب ہوچکے تھے اور مسلمانوں کے دونوں گروہوں کے مابین لڑائی شروع ہوگئی۔

اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اونٹ پر آہنی ہودہ رکھوا کر سوار ہوئیں تاکہ اپنی فوج کو لڑائی سے روکیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنی فوج کے سپاہیوں کو روکنے کی کوشش کی مگر لڑائی کا دائرہ وسیع ہوچکا تھا۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں میں اپنی پوری فوج کی قیادت تھی یہ دونوں حضرات میدانِ جنگ میں موجود تھے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو دیکھ کران کی طرف بڑھے اور قریب پہنچ کر حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ تم نے میرے خلاف اور میری دشمنی میں یہ ساری کوشش کی ہے اور میرے مقابلے پر آئے ہو، کیا تم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی عذر پیش کرسکتے ہو اور اپنے اس کام کو جائز ثابت کرسکتے ہو؟ کیا میں تمہارا دِینی بھائی نہیں ہوں؟ کیا تم پر میرا اور مجھ پر تیرا خون حرام نہیں ہے؟ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ کیا آپ نے عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے قتل میں سازش نہیں کی؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور وہ قاتلینِ عثمان پر لعنت بھیجے گا۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن العوام سے فرمایا، اے ابوعبداللہ! تمہیں وہ دِن یاد ہے کہ جب رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تم سے دریافت فرمایا تھا کہ کیا تم علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو دوست رکھتے ہو؟ تو تم نے کہا تھا کہ ہاں یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ پھر اس وقت حضورنبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تم سے فرمایا تھا کہ ایک دن تم اس سے ناحق لڑوگے۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا، ہاں مجھ کو یاد آگیا مگر آپ نے میری روانگی سے پہلے مجھ کو یہ بات یاد نہ دلائی ورنہ میں مدینہ طیبہ سے روانہ نہ ہوتا اور اب میں آپ سے ہرگز نہیں لڑوں گا۔

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اس کے بعد حضرت زبیر بن العوام نے رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس جنگ سے علیحدگی اختیار کرتے ہوئے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے ایسی بات یاد دلائی ہے کہ لڑائی کا سارا جوش ٹھنڈا ہو گیا ہے، بے شک ہم حق پر نہیں ہیں، اب میں اس جنگ میں شرکت نہ کرونگا۔ یہی بات حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی کہی اور میدانِ جنگ سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہوئے اپنے صاحبزادے کو بھی ساتھ دینے کا کہا مگر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکار کر دیا اور کہا کہ آپ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر کو دیکھ کر ڈر گئے ہیں اس پر حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ تنہا بصرہ کی طرف نکل کھڑے ہوئے تاکہ وہاں سے سامان لے کر کسی طرف چلے جائیں، میدانِ جنگ سے نکلتے ہوئے بہت سے لوگوں نے ان کو دیکھا اور احنف بن قیس کے لشکر کا ایک شخص عمرو بن الجرموزان کے تعاقب میں چل دیا اس کی نیت میں فتور تھا مگر اس نے اپنے اِرادے کو ظاہر نہ کیا اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچ کر آپ کے ساتھ ساتھ چلنے لگا، آپ سے اِدھر اُدھر کی گفتگو کرتا رہا۔

راستے میں وادی السباع میں پہنچے تو نماز کا وقت ہو گیا۔ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز کی ادائیگی کیلئے کھڑے ہوئے اور نماز پڑھنا شروع کی، عین سجدہ کی حالت میں عمر بن الجرموز نے تلوار سے ایک کاری وار کیا اور ان کو شہید کر دیا۔ شہید کرنے کے بعد عمرو بن الجرموز فوری طور پر واپس ہوا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پہنچا اور آپ کے خیمہ اقدس کے باہر کھڑا ہو گیا۔ ایک شخص نے آ کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ زبیر بن العوام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا قاتل آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہے۔ یہ سنتے ہی آپ نے فرمایا، اسے اجازت دے دو لیکن ساتھ ہی جہنم کی بشارت بھی دے دو۔ اس کے بعد جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس کے پاس حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار بھی آپ نے دیکھی تو آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمایا، اے ظالم! یہ وہ تلوار ہے جس نے ایک مدت تک رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محافظت کی ہے اس طرح کی باتوں کی عمرو بن الجرموز کو قطعی طور پر توقع نہ تھی وہ ایسا بے چین ہوا کہ اس نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں چند گستاخانہ جملے کہہ کر اپنے پیٹ میں تلوار مار کر خودکشی کر لی اور جہنم واصل ہو گیا۔

حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

میدانِ جنگ سے حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جاتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے بھی ارادہ کیا کہ میں بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقابلہ نہ کروں گا اس خیال سے لشکر سے الگ ہوکر ایک طرف کھڑے ہوگئے اور سوچ میں پڑ گئے، مروان بن حکم نے ان کو اس طرح کھڑے ہوئے دیکھا تو سمجھ گیا کہ یہ لڑائی میں حصّہ نہیں لینا چاہتے۔ چنانچہ مروان بن حکم نے حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک ایسا تیر تاک کر مارا جو کہ زہر میں بجھا ہوا تھا یہ تیر ان کے پاؤں میں لگا، یا گھٹنے میں لگا، زہر نے فوری طور پر اثر کیا اور حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوگئے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ زہر آلود تیر کا زخم اس قدر گہرا تھا کہ خون رُکتا نہیں تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر میں شامل حضرت قعقاع بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دیکھا تو حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور ان سے فرمایا، اے ابومحمد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! آپ کا زخم بہت شدید ہے آپ فوراً بصرہ میں تشریف لے جائیں چنانچہ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھوڑے پر سوار ہوکر بصرہ کی طرف تشریف لے گئے۔ بصرہ میں پہنچتے ہی زخم کے صدمہ سے بے ہوش ہوگئے اور پھر ان کا انتقال ہوگیا ان کو بصرہ میں ہی دفن کر دیا تھا۔

زبردست جنگ

میدان میں گھمسان کی جنگ کا آغاز ہوچکا تھا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا زرہ پوش ہودج میں بیٹھی تھیں اور اپنے لشکر کی قیادت فرما رہی تھیں حملہ آور فوج ان کے اونٹ کو نشانہ بنائے ہوئے تھی اور ہر طرف سے اونٹ پر حملہ کیا جارہا تھا مگر سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وفادار اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر کے حفاظت میں کمربستہ تھے اور کسی بھی صورت مخالفین کو کامیاب نہ ہونے دے رہے تھے۔ اونٹ کی مہار حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں تھی۔ اُمّ المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب یہ دیکھا کہ مخالف فوج کسی بھی طرح حملہ کرنے سے باز نہیں آرہی ہے اور اونٹ کو بچاتے ہوئے بہت زیادہ جانی نقصان ہورہا ہے۔ بصرہ والے اونٹ کو بچانے کی غرض سے اپنی جانوں کی پرواہ نہ کر رہے ہیں تو انہوں نے حضرت کعب کو حکم دیا کہ تم اونٹ کی مہار چھوڑ دو اور قرآن حکیم کو بلند کر کے آگے بڑھو اور لوگوں کو اس کی طرف بلاتے ہوئے کہو کہ ہمیں قرآن حکیم کا فیصلہ منظور ہے تم بھی قرآن حکیم کا فیصلہ تسلیم کرلو۔ حکم کے موافق حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسے ہی کیا۔ دوسری طرف عبداللہ بن سبا کے ساتھیوں نے اس بات کی کوئی پرواہ نہ کی اور ان پر تیروں کی بارش کردی جس سے وہ شہید ہوگئے اس پر لڑائی میں شدت پیدا ہوگئی۔ اُمّ المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اونٹ کے اِردگرد لاشوں کے انبار لگ گئے۔ اہلِ بصرہ اس قدر بے جگری سے لڑ رہے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود حیران ہو رہے تھے اب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مہار پکڑ لی تھی ان کے جسم پر بہتر زخم آئے اور وہ شدید زخمی ہوگئے ان کے بعد دوسرے نے مہار تھام لی وہ شہید ہوا تو تیسرے نے آگے بڑھ کر مہار پکڑ لی اس طرح یکے بعد دیگرے ستّر اشخاص نے اپنے آپ کو قربان کر دیا۔ (طبری و مستدرک حاکم)

ایک مرتبہ اہل جمل نے اس قدر زبردست حملہ کیا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی فوج کی پسپائی دیکھ کر کہا کہ جب تک اونٹ نہ بٹھایا جائے گا مسلمانوں کی خون ریزی بند نہ ہوگی۔ چنانچہ آپ نے ایک مرتبہ پھر اپنے لشکر کو آگے بڑھایا اور بھرپور حملہ کیا، حملہ کے دَوران ایک شخص نے موقع پاکر پیچھے سے جاکر اونٹ کے پاؤں پر تلوار ماری اور اونٹ بلبلا کر نیچے بیٹھ گیا اونٹ کے گرتے ہی اہل جمل منتشر ہوگئے اوران کی ہمت جواب دے گئی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر نے فوری طور پر اونٹ کا محاصرہ کرلیا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محمد بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو آپ کے ساتھ تھے ان کو حکم دیا کہ جا کر اپنی ہمشیرہ کی حفاظت کرو اور کوسی قسم کی تکلیف نہ پہنچنے پائے۔ چنانچہ محمد بن ابوبکر، حضرت قعقاع بن عمرو اور عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہم جلدی سے پہنچے اور کجاوہ کی رسیاں کاٹ کر کجاوہ کو اٹھا کر لاشوں کے درمیان سے الگ لے جاکر رکھ دیا اور پردہ کیلئے اس پر چادریں تان دیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود اُمّ المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لائے اور خیریت دریافت کی دونوں طرف سے تبادلہ خیال ہوا۔ صلح کے معاملات پر بات چیت ہوئی، معذرت کے اظہار کئے گئے اس کے بعد اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو رؤسا بصرہ کی چالیس عورتوں اور محمد بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ بصرہ سے نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ روانہ کیا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کئی کوس تک چلتے ہوئے رُخصت کیا۔ دوسری منزل تک امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہنچانے آئے۔ اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بوقتِ رُخصتی لوگوں سے فرمایا کہ ہمارے مابین کشمکش محض غلط فہمی کا نتیجہ تھی ورنہ میرے اور علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے درمیان پہلے کوئی جھگڑا نہ تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی طرح کے الفاظ کا اعادہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ یہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حرم محترم اور ہماری ماں ہیں (اُمّ المومنین ہیں) ان کی تعظیم و توقیر کرنا ضروری ہے۔ اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پہلے مکہ مکرمہ گئیں اور ذی الحجہ کے مہینہ کی آمد تک وہاں پر قیام فرمایا پھر حج کی ادائیگی کے بعد مدینہ طیبہ تشریف لے گئیں۔

دارالخلافہ کوفہ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چند دن تک بصرہ میں ہی قیام فرمایا اور پھر کوفہ کا رُخ کیا کوفہ میں پہنچ کر ایک میدان میں قیام فرمایا لوگوں نے بڑی محبت کا مظاہرہ کیا اور آپ کو عالی شان محل میں ٹھہرانے کا اہتمام کیا مگر آپ نے انکار فرما دیا اور ارشاد فرمایا کہ مجھے اس کی حاجت نہیں ہے۔ میرے لئے میدان ہی کافی ہے چنانچہ اس کے بعد آپ نے کوفہ کو دارالخلافہ بنانے کا اعلان فرمایا۔ مدینہ منورہ کی بجائے کوفہ میں ہی تمام امورِ خلافت انجام دینا شروع کئے۔ کوفہ میں قیام کے بعد آپ نے مملکت کے انتظام وانصرام کی طرف توجہ فرمائی۔ انتظامی امور کی بہتری کی خاطر آپ نے مختلف علاقوں اور صوبوں میں لوگوں کی تقرریاں وتبدیلیاں فرمائیں۔ چنانچہ اصفہان پر محمد بن سلیم، بصرہ پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سجستان پر ربعی بن کاس، کسکر پر قدامہ بن عجلان ازدی، مدائن پر یزید بن قیس اور تمام خراسان پر خلید بن کاس کو مامور کر کے روانہ کیا۔ اسی طرح جزیرہ موصل اور شام کے متصل علاقوں پر اشتر نخعی کی تعیناتی فرمائی۔

مصر کی امارت

خلافت کا منصب سنبھالنے کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصر کی امارت حضرت قیس بن سعد انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کی تھی اور انہوں نے اپنی حکمت علمی سے کام لے کر تقریباً تمام اہلِ مصر کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت پر راضی کر کے ان سے آپ کی بیعت لے لی تھی۔ البتہ قصبہ خربتہ کے لوگوں نے اس بارے میں تامل کیا اور کہا کہ جب تک صورتِ حال واضح نہیں ہوجاتی اس وقت تک ہم سے بیعت کیلئے اِصرار نہ کیا جائے مگر یہ کہ ہم والی مصر کی اطاعت میں کوئی کوتاہی نہ کریں گے اور نہ ہی کسی فتنہ وفساد میں حصہ لیں گے، جس سے کہ امن و امان کی صورتحال متاثر ہو۔ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت معاملہ فہم اور دوراندیش تھے اس لئے انہوں نے موقع کی نزاکت محسوس کرتے ہوئے اہل خرتبہ پر مزید دباؤ ڈالنا مناسب نہ سمجھا اور رواداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے حالات کو اپنے قابو میں رکھا۔

جنگ جمل کے خاتمہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفہ کو دارالخلافہ بنالیا تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس بات کی فکر لاحق ہوئی کہ اب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی قوت مجتمع کر کے ضرور ہمارے اوپر حملہ کریں گے اور چونکہ مصر میں حضرت قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی خداد صلاحیتوں کی بناء پر خوب مقبول ہیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نامزد کردہ ہیں اس لئے جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ کی طرف چڑھائی کریں گے تو وہ قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ضرور یہ حکم دیں گے کہ وہ مصر سے حملہ آور ہوں اس طرح اگر دو اطراف سے شام پر حملہ ہوا تو مقابلہ کرنا مشکل ہو جائے گا اس لئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب سے پہلے مصر کی طرف سے خطرہ کو دور کرنا مناسب سمجھا اور حکمتِ علمی کے تحت حضرت قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک خط لکھ کر اپنا طرفدار بنانے کی کوشش کی۔ اپنے خط میں انہوں نے تحریر کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مظلوم شہید ہوگئے ہیں۔ لہٰذا آپ کو قصاص کے مطالبہ پر میری حمایت کرنی چاہیئے۔ حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں لکھا کہ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے حضرت علی حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی سازش میں ہرگز شامل نہ تھے اور اب جب کہ لوگوں نے ان کے ہاتھوں پر بیعت کرلی اور وہ خلیفہ مقرر ہوگئے ہیں تو پھر آپ کو بھی ان کا مقابلہ اور مخالفت نہیں کرنی چاہیئے۔

اس جوابی خط سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مایوسی ہوئی اور انہوں نے آخری حربے کے طور پر اب ایک دھمکی آمیز خط ان کو لکھا ان کا جواب حضرت قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی نہایت سخت دیا اور تحریر فرمایا کہ میں تمہاری دھمکی سے نہیں ڈرتا، اللہ تعالیٰ نے چاہا تو (جلد ہی) خود تمہاری اپنی جان کے لالے پڑ جائینگے۔ اس پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ضروری سمجھا کہ کسی طرح مصر پر پوری قوت سے حملہ آور ہو کر حضرت قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خطرہ کو ختم کردیا جائے اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مقابلہ کرنا آسان ہوجائے گا۔ مگر یہ کام خطرے سے خالی نہ تھا کیوں کہ اگر مصر کی لڑائی طوالت پکڑ جاتی ہے تو پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقابلہ کرنا مشکل ہوجاتا اور ملک شام پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آسانی سے قبضہ کرلیتے اس لئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حملہ تو نہ کیا لیکن حکمتِ عملی ایسی اختیار کی کہ اپنا دباؤ برقرار رکھا، دوسری طرف حضرت قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ لڑائی کو ٹالنا چاہتے تھے اور اس انتظار میں تھے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے پیش قدمی ہو تو وہ فوری طور پر مصر کی طرف سے شام پر چڑھائی کریں۔

اسی اثناء میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک حکم نامہ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا جس میں لکھا تھا کہ مصر میں خربتہ والوں نے سکوت اختیار کر رکھا ہے اور انہوں نے ابھی تک بیعت نہیں کی اس لئے ان کو خاموش نہ رہنے دیا جائے ان سے زبردستی بیعت لی جائے ان سے لڑکر بیعت کیلئے مجبور کیا جائے۔ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صورتحال کی نزاکت کے پیش نظر اس پر عمل درآمد کرنا ضروری نہ سمجھا اور اس پر عمل کو نقصان دہ خیال کیا اور اس کے جواب میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ اہل خربتہ کی آبادی تقریباً دس ہزار نفوس پر مشتمل ہے ان میں معاویہ بن خدیج، بسر بن ارطاۃ اور مسلمہ بن مخلد جیسے تجربہ کار جنگجو موجود ہیں ان کو لڑائی کی دعوت دینا مصلحت نہیں ہے یہ لوگ اس وقت خاموشی اختیار کئے ہوئے ہیں اور آپ کیلئے نقصان دہ نہیں ہیں لیکن اگر ان کے ساتھ اعلانِ جنگ کر دیا گیا تو وہ تمام آپ کے دشمنوں کے ساتھ جا ملیں گے اور ہمارے لئے نقصان دہ ثابت ہوں گے اس لئے مناسب یہی ہے کہ ان کو اسی حال میں ہی رہنے دیا جائے۔

دربار خلافت میں حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط پہنچا تو بعض افراد نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس شبہ میں مبتلا کر دیا کہ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ضرور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ساز باز رکھتے ہیں۔ اگرچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بات کو تسلیم نہ کیا کیونکہ بظاہر ان کی طرف سے کوئی ایسی بات سامنے نہ آئی تھی جس سے ان کے بارے میں شک کو تقویت ملتی، دوسری طرف حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی طرح اس بات کی خبر ہوگئی کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے بدظن کرنے کی کوشش ہو رہی ہے تو انہوں نے اس موقع سے فائدہ اُٹھانا چاہا، حضرت قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت بلند مرتبہ قابل ترین بزرگ تھے، حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اکثر غزوات میں انصار کے علمبردار رہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مقصد میں کامیابی کیلئے یہ تدبیر کی کہ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں مشہور کر دیا کہ یہ میرے طرفدار ہیں اور اکثر ان کے خطوط ہمارے پاس آتے جاتے رہتے ہیں اور جو بھی ضروری معلومات ہوتی ہیں ہمیں فراہم کرتے رہتے ہیں۔ رفتہ رفتہ یہ افواہ دربار خلافت میں پہنچی تو محمد بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو مزید بڑھا چڑھا کر بیان کیا اس سے حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دِل میں بدظنی پیدا ہوگئی اور آپ نے حضرت قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مصر کی امارت سے فوری طور پر معزول کر کے ان کی جگہ محمد بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روانہ کر دیا۔ مصر میں پہنچ کر حضرت محمد بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی معزولی اور اپنی تقرری کا فرمان دکھایا تو حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت دُکھ ہوا مگر انہوں نے امیر المؤمنین کے حکم کی تعمیل میں فوری طور پر مصر کی امارت حضرت محمد بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کر دی اور خود مصر سے مدینہ چلے گئے۔

صلح کی کوشش

حالات و واقعات ایک جنگ کا پیش خیمہ بن رہے تھے، فتنہ پرداز لوگوں کی چالوں کے باعث مسلمانوں کے مابین ایک زبردست خون ریزی کے آثار پیدا ہو رہے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صورتحال کی نزاکت کا بخوبی ادراک تھا آپ یہ بھی جانتے تھے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی بھی طرح ان کا کہا نہ مانیں گے اور نہ ہی خلافت کو تسلیم کرنے کیلئے تیار ہوں گے مگر اس کے باوجود آپ نے ایک مرتبہ پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صلح اور بیعت کرنے کی دعوت دیتے ہوئے حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی طرف بھیجا۔ حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب وہاں پر پہنچے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دربار سجا ہوا تھا شام کے معززین اور رؤساء وہاں پر موجود تھے۔ تاریخ کے صفحات میں رقم ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلے تو خود بغور پڑھا اور پھر بلند آواز سے حاضرین کے سامنے پڑھا خط میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور نعت پاک کے بعد تحریر تھا کہ

تم اور تمہارے تابع جتنے بھی مسلمان ہیں ان تمام پر میری بیعت کرنا لازم ہے کیونکہ مہاجرین و انصار نے اتفاق عام سے مجھے خلیفہ منتخب کیا ہے۔ ابوبکر و عمر اور عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی انہی لوگوں نے منتخب کیا تھا، اس لئے اس بیعت کے بعد جو شخص سرکشی اور اعتراض کرے گا اسے زبردستی میری اطاعت پر مجبور کیا جائے گا، پس تم مہاجرین و انصار کی اتباع کرو۔ یہی سب سے اچھا طریقہ ہے ورنہ جنگ کیلئے تیار ہو جاؤ۔ تم نے عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کو اپنے مقصد کے حصول کا ذریعہ بنایا ہے۔ اگر تم عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلوں سے انتقام لینے کیلئے سچا جوش رکھتے ہو تو پہلے میری اِطاعت قبول کرو اس کے بعد ضابطہ کے مطابق اس مقدمہ کو پیش کرو میں کتاب اللہ اور سنت رسول کے مطابق اس کا فیصلہ کروں گا ورنہ جو طریقہ تم نے اختیار کیا ہے وہ سراسر دھوکہ ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جوابی خط

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے بھیجا گیا خط یقیناً حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے قابل قبول نہ تھا اور اس کے مضمون سے ان کو کسی صورت اتفاق نہ تھا کیونکہ انہوں نے اپنی دانست میں اپنے قدم شام میں اس قدر مضبوط کر لئے تھے کہ وہ کسی بھی خطرے کو اہمیت دینے کیلئے تیار نہ ہوتے تھے۔ تقریباً بائیس برس سے شام کے والی چلے آرہے تھے اور شام پر ان کی گرفت مضبوط تھی علاوہ ازیں بہت سے جید صحابہؓ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اختلافی نقطہ نظر رکھنے کی بناء پر شام میں آگئے تھے ان کی موجودگی بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے تقویت کا باعث تھی اور پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جن اموی عمال کو معزول کر دیا تھا وہ تمام بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس شام میں جمع ہو گئے تھے اور وہ سب کافی اثر ورسوخ والے لوگ تھے، عرب کے بعض قبائل جو اگر چہ اموی نہ تھے مگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی حکمتِ عملی سے ان کو اپنا گرویدہ بنایا ہوا تھا۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ جید صحابی تھے اور جب بلوائیوں نے مدینہ منورہ میں داخل ہو کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا محاصرہ کیا تھا تو یہ مدینہ طیبہ میں موجود تھے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت سے پہلے ہی اپنے بیٹوں عبداللہ اور محمد (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کو ساتھ لے کر مدینہ طیبہ سے بیت المقدس میں تشریف لے گئے تھے ان کو جب جنگ جمل کا واقعہ معلوم ہوا اور یہ بھی پتا چلا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بصرہ پر قبضہ کر لیا ہے اور وہاں پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عامل مقرر کر کے کوفہ کو دارالخلافہ قرار دے کر کوفہ میں تشریف فرما ہو گئے ہیں اور ملک شام پر حملہ کی تیاریوں میں مصروف ہیں اور دوسری طرف حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی لڑائی کیلئے آمادہ تیار ہیں تو یہ اپنے بیٹوں سے مشورہ کرنے کے بعد بیت المقدس سے دمشق کی طرف روانہ ہوئے تاکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مل کر اس معاملہ کو سلجھانے کی کوشش کریں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی آمد کو اپنے حق میں اچھا خیال کیا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کی، اس ملاقات کے نتیجہ میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ خلیفہ مظلوم کا بدلہ لینا ضروری ہے اور اس مطالبہ میں آپ حق پر ہیں۔ ان کی اس بات سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تسلی ہوئی مگر انہوں نے احتیاط کا دامن پھر بھی ہاتھ سے نہ چھوڑا اور مکمل طور پر ان پر بھروسہ نہ کیا پھر جب انہیں کامل یقین ہو گیا کہ یہ ان کے طرفدار ہیں تو انہوں نے اپنا خصوصی مشیر و وزیر بنا لیا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مشورہ دیا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خون آلود قمیض اور حضرت نائلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کٹی ہوئی اُنگلیاں روزانہ لوگوں کو دکھانے کی ضرورت نہیں کیوں کہ اس طرح لوگوں کا جوش دن بدن کم ہوتا جائے گا اس لئے مناسب ہے کہ ان چیزوں کو کبھی کبھار لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورے کو پسند فرمایا، اس طرح ان چیزوں کے دیکھنے سے لوگوں کا روز روز کا رونا بند ہوگیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مصر کی حکومت دینے کا وعدہ کر کے ان کی حمایت کو اپنے لئے مضبوط کرلیا۔ علاوہ ازیں حضرت عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنہوں نے اپنے والد محترم حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون کے جوش کے انتقام میں ایرانی نومسلم ہرمزان کو قتل کردیا تھا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے قصاص نہیں لیا تھا مگر جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منصب خلافت سنبھالا تو دوبارہ مقدمہ قائم ہونے کے خوف سے فرار ہوکر شام میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جا پہنچے تھے اور ان کے حامیوں میں شامل تھے۔ مشہور صحابی حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ پہلے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موقف کے حامی تھے آپ سے دل برداشتہ ہوکر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حامیوں میں شامل ہوگئے اسی طرح حضرت زیاد بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ پہلے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حامی تھے اب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ آن ملے تھے۔

ان تمام جید لوگوں کے ساتھ مشورہ کرنے کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خط کا جواب تحریر فرمایا اور اپنے سابقہ موقف پر قائم رہتے ہوئے حسب معمول حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلوں کو حوالے کرنے کا اعادہ فرمایا۔

قاصد کی آمد

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے جوابی خط لے کر جناب ابو مسلم روانہ ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پہنچ کر خط پیش کیا اس کے ساتھ انہوں نے دُکھ کا اِظہار کرتے ہوئے کہ مسلمانوں کے مابین معاملہ خون ریزی تک آن پہنچا ہے۔ دربار خلافت میں عرض کی کہ اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلوں کو ہمارے حوالے کردیا جائے تو ہم سب اور تمام اہل شام برضا و رغبت آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کیلئے تیار ہیں کیونکہ فضل و کمال کے اعتبار سے یقیناً آپ ہی خلافت کے صحیح حقدار ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اگلے روز صبح کے وقت جواب دینے کا وعدہ فرمایا۔ چنانچہ جناب ابومسلم اگلے دن حاضر ہوئے تو وہاں پر تقریباً دس ہزار مسلح افراد جمع تھے ان تمام نے جب ابومسلم کو دیکھا تو بڑے تکبر کے ساتھ بآواز بلند کہا کہ ہم سب عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے قاتل ہیں۔ یہ دیکھ کر جناب ابومسلم حیران ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ان سب نے آپس میں سازش کرلی ہے۔ آپ نے فرمایا تم اس سے بخوبی یہ بات سمجھ سکتے ہو کہ عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلوں پر میرا کہاں تک اختیار ہے۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قاصد کے ہاتھ ایک خط پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ وہ اس معاملہ میں ناحق ضد نہ کریں کیونکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل میں مَیں ہرگز شریکِ سازش نہیں ہوں۔ اس کے علاوہ آپ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام بھی ایک پیغام بھیجا کہ دُنیا کی طلب چھوڑ کر حق کی حمایت کرو۔

جنگ کی تیاریاں

مصالحت کی کوششوں کو ناکام ہوتا دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ کی بھرپور تیاریاں شروع کر دیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بصرہ سے ایک لشکر کی قیادت کرتے ہوئے روانہ ہو چکے تھے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفہ میں حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا قائم مقام مقرر فرما کر مقام نخیلہ کی طرف پیش قدمی کی اس مقام پر فوج کا جائزہ لیا اسی اثناء میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بصرہ سے لشکر لیکر پہنچ گئے جس سے لشکریوں میں جوش و خروش مزید بڑھ گیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے افواج کی ترتیب کرتے ہوئے جنگی حکمتِ عملی کے تحت حضرت زیاد بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں آٹھ ہزار فوج کو مقدمۃ الجیش کے طور پر پیش قدمی کرنے کا حکم دیا جبکہ ان کی کمک کے طور پر حضرت شریح بن ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں چار ہزار کا لشکر ان کے پیچھے روانہ کیا۔ اس کے بعد آپ نخیلہ سے مدائن کی طرف آئے اور مدائن میں حضرت مسعود ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عامل مقرر کر کے حضرت معقل بن قیس کی قیادت میں تین ہزار کا لشکر روانہ کیا۔

جنگ صفین کا آغاز

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوج رقہ کے قریب دریائے فرات کو عبور کر کے جب شام کی سرحد میں داخل ہوئی تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے روکنے کا پورا پورا انتظام پہلے سے کر رکھا تھا۔ چنانچہ ان کی طرف سے ابوالاعور سلمی نے مقدمۃ الجیش کو آگے بڑھنے سے روکا، دونوں لشکر آمنے سامنے پڑاؤ ڈالے رہے، صبح سے شام تک دونوں جانب خاموشی رہی، کسی طرف سے بھی لڑائی کا آغاز نہ ہوا مگر جب شام ہوئی تو ابوالاعور سلمی نے اچانک حملہ کر دیا۔ فریقین کے مابین تھوڑی دیر تک لڑائی ہوتی رہی پھر دونوں طرف کی فوجیں اپنے اپنے مقام پر واپس چلی گئیں۔ اگلے روز صبح کے وقت ابوالاعور اپنے لشکر سے نکل کر میدانِ جنگ میں آیا اور مبارز طلب کی۔ ادھر سے ہاشم بن عتبہ نے نکل کر مقابلہ کیا، دونوں میں مقابلہ ہوتا رہا مگر دونوں میں سے کوئی بھی کامیاب نہ ہوا، بالآخر دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو کر اپنے اپنے لشکر کی طرف واپس ہوئے۔ اسی اثناء میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اشتر نخعی کی قیادت میں ایک لشکر کو روانہ کر دیا ہوا تھا اور یہ لشکر عین اسی وقت کمک کے طور پر آن پہنچا، اشتر نے پہنچتے ہی اپنے لشکر کو حملہ کرنے کا حکم دے دیا اس پر دونوں فوجوں کے مابین شام تک خونی معرکہ ہوتا رہا۔ ابوالاعور نے دیکھا کہ اب مقابلہ کرنا نہایت مشکل ہے تو رات کی تاریکی میں جب لڑائی بند ہو چکی تھی اپنی فوج کو ہٹا لیا اور فوری طور پر ساری صورتحال کی اِطلاع حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچائی انہوں نے مقابلے کیلئے صفین کے میدان کا انتخاب کیا اور پیش قدمی کرتے ہوئے اس میدان میں مناسب مقامات پر اپنے مورچے جما دیئے۔

پانی پر قبضہ

اسی دَوران حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی وہاں پر پہنچ گئے آپ کو خبر دی گئی کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی فوج کے ساتھ قریب ہی موجود ہیں اس پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اشتر کو حکم دیا کہ فوری طور پر دریائے فرات کے ساحل پر پہنچ کر پانی پر قبضہ کرلو۔ اس معاملہ میں دیر ہوچکی تھی کیونکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلے ہی گھاٹ پر قبضہ کر کے ابوالدعور سلمی کو ایک لشکر کیساتھ وہاں پر متعین کردیا تھا اور حکم دیا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوج کو دریا سے پانی نہ لینے دیا جائے۔ ابوالدعور سلمی نے تیز رفتاری سے پیش قدمی کرتے ہوئے پانی پر اپنا قبضہ جمالیا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوج جب صفین پہنچی تو معلوم ہوا کہ پانی پر پہلے ہی قبضہ ہوچکا ہے چنانچہ پانی کی شدت کی وجہ سے شدید مشکل پیش آئی۔ صورتحال کو دیکھتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم دیا کہ جیسے بھی ہو شامی فوج سے مقابلہ کر کے زبردستی گھاٹ پر قبضہ کرلیا جائے۔ حالات کا جائزہ لینے کی غرض سے پہلے چند اشخاص نہایت امن و امان کے ساتھ اتمام حجت کیلئے دریا کی طرف بڑھے مگر دریا کے قریب پہنچتے ہی ان پر ہر طرف سے تیروں کی بارش شروع ہوگئی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوج اسی بات کی منتظر تھی، یہ دیکھتے ہی سب نے یکدم ایک بھرپور حملہ کردیا اور اس قدر بے جگری سے لڑے کہ ابوالدعور سلمی کے لشکر کو سنبھلنا دُشوار ہوگیا۔ یہ دیکھ کر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی فوج کمک کے طور پر بھیجی مگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوج کے آگے کسی بھی پیش نہ چلی اور مخالفین نے پسپائی اختیار کی، ان کے قدم اُکھڑ گئے۔ اس طرح گھاٹ پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوج نے قبضہ کرلیا۔ اب صورتحال بالکل برعکس ہوگئی تھی اب حضرت امیر معاویہ کی فوج پانی سے محروم ہوگئی تھی مگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شامی فوجوں کیلئے پانی پر پابندی نہ لگائی اور انسانی ہمدردی کے تحت ان کو دریا سے پانی لینے کی اجازت مرحمت فرمادی۔ چنانچہ دونوں اطراف کی فوجیں بلا روک ٹوک ایک ساتھ دریا کے پانی سے مستفید ہونے لگیں اور ان کے مابین اس وجہ سے ایسا سلوک پیدا ہوگیا کہ دونوں طرف کے لشکری دوستانہ ماحول میں ایک دوسرے کی طرف آنا جانا بھی شروع ہوگئے۔ یہ دیکھ کر اکثر نے یہ خیال کیا کہ اب شاید صلح ممکن ہوجائے۔ (ابن کثیر، جلد سوم)

صلح کی ایک اور کوشش

چونکہ لڑائی عارضی طور پر بند ہو چکی تھی اس دوران حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوبارہ لڑائی چھوڑنے سے قبل اتمام حجت کیلئے ایک مرتبہ پھر صلح کی کوشش کی اور اس مقصد کیلئے بشیر بن عمرو بن محصن انصاری، حضرت زید بن قیس، حضرت عدی بن حاتم، حضرت زیاد بن حفصہ اور حضرت شیث بن ربعی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیجا۔ یہ وفد جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچا تو سب سے پہلے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ آپ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کرلیں کیونکہ آپ کے بیعت کر لینے سے مسلمانوں کے مابین اتفاق پیدا ہو جائے گا اور سوائے آپ کے اور آپ کے دوستوں کے اور کوئی بھی بیعت سے انکاری نہ ہے لیکن اگر آپ نے مخالفت ہی برقرار رکھی تو پھر ہو سکتا ہے کہ ویسی ہی صورت پیش آئے جو اصحاب جمل کو پیش آئی تھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکی بات کاٹتے ہوئے فوراً جواب دیا کہ اے عدی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تم صلح کرانے کیلئے آئے ہو یا لڑانے کیلئے؟ تم مجھے اصحاب جمل کا واقعہ یاد دلا کر لڑائی سے ڈرانا چاہتے ہو کیا تمہیں علم نہیں کہ میں حرب کا پوتا ہوں اور لڑائی میں بالکل خوف نہیں کھاتا مجھے علم ہے کہ تم بھی عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے قاتلوں میں سے ہو اللہ تعالیٰ تمہیں بھی قتل کرائے گا، اس تلخ کلامی کو دیکھتے ہوئے یزید بن قیس نے مداخلت کی اور کہا کہ ہم لوگ سفیر بن کر آئے ہیں اور اگرچہ ہمیں اس بات کا کوئی حق نہیں کہ آپ کو نصیحت کریں مگر ہمیں اس بات کی ضرور کوشش کرنی چاہئے کہ مسلمانوں کے درمیان نا اتفاقی ختم ہو اور ان کے مابین اتفاق پیدا ہو۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل بیان کرنا شروع کر دیئے۔ ان کی باتیں بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اچھی نہ لگیں چنانچہ جواب دیا کہ تم ہمیں جماعت کی طرف کیا بلاتے ہو جماعت تو ہمارے ساتھ بھی ہے ہم تمہارے دوست کو خلافت کا حق دار نہیں سمجھتے کیونکہ انہوں نے امیر المؤمنین کو قتل کیا ہے اور ان کے قاتلوں کو پناہ دی ہے صلح تو صرف اسی صورت میں ہو سکتی ہے جب وہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلوں کو ہمارے حوالے کریں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی گفتگو کر رہے تھے کہ حضرت شیث بن ربعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نہ رہا گیا اور وہ بول اُٹھے، اے معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! کیا تو عمار بن یسار (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو قتل کرے گا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا، مجھے عمار (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے قتل سے کونسی چیز روک سکتی ہے میں تو اسے عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے غلام کے بدلے میں قتل کروں گا۔ حضرت شیث بن ربعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ غصے میں آگئے اور کہا تو اس کو ہرگز قتل نہ کر سکے گا۔ جب تک کہ زمین تجھ پر تنگ نہ ہو جائے گی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اس سے پہلے تو تجھ پر زمین تنگ ہو جائے گی۔ غرضیکہ اس طرح کی تلخ کلامی کے نتیجہ میں صلح کی کوشش بھی ناکام ہوگئی۔

جھڑپوں کا آغاز

صلح کی کوششوں میں ناکامی کے بعد حالات تیزی سے ایک بھرپور جنگ کی طرف جارہے تھے شروع شروع میں معمولی جھڑپوں کا آغاز اس طرح سے ہوا کہ دونوں جانب سے صبح وشام دو مرتبہ تھوڑی تھوڑی فوج میدانِ جنگ میں آتی اور آپس میں لڑنے کے بعد جو بچ جاتے واپس اپنی اپنی قیام گاہ کی طرف چلے جاتے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوج کی کمان خود اپنے ہاتھ میں رکھی تھی لیکن کبھی باری باری سے دیگر سپہ سالاروں کو بھی کمان دے دیا کرتے۔ کئی دِنوں تک اسی طرح جنگ کا میدان گرم رہا۔ جمادی الآخر کے بعد جب ماہِ رَجب المرجب کی آمد ہوئی تو اس مہینے کی حرمت کے خیال سے دونوں طرف کے فریقین نے جنگ روک دی اور کشت وخون سے پرہیز کیا۔ اس طرح ایک مرتبہ پھر جنگ التواء میں پڑ گئی۔

ایک اور مصالحانہ کوشش

بہت سے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس صورتِ حال سے خاصے پریشان تھے مسلمانوں کی آپس میں خون ریزی سے فکرمند تھے اور چاہتے تھے کہ کسی طرح فریقین کے مابین صلح ہوجائے اور مسلمانوں کی قوت آپس میں لڑ کر کمزور نہ ہوجائے کہ جس کا فائدہ اغیار کو پہنچے۔ چنانچہ اس عارضی التواء کو غنیمت سمجھتے ہوئے حضرت ابوالدرداء اور حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے مصالحانہ کوشش کی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے بات چیت کرتے ہوئے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، آپ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لڑتے ہیں، کیا وہ آپ سے زیادہ امامت کے حقدار نہیں ہیں؟ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ میں تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خونِ ناحق کیلئے لڑتا ہوں۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا ہے؟ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، انہوں نے قتل تو نہیں کیا مگر قاتلینِ عثمان کو پناہ ضرور دی ہے اگر وہ ان کو میرے حوالے کردیں تو میں سب سے پہلے ان کی بیعت کرنے کیلئے تیار ہوں۔ اس طرح کی مصالحانہ گفتگو کرنے کے بعد حضرت ابو الدرداء اور حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوکر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہونے والی مصالحانہ گفتگو سے آگاہ کیا۔ اس مصالحانہ کوشش کی خبر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوج کو ہوئی تو ہزاروں سپاہی علوی فوج سے نکل کر ایک طرف کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے کہ ہم سب عثمان غنی کے قاتل ہیں۔ یہ صورتحال دیکھ کر حضرت ابوالدرداء اور حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہم خاموشی سے لشکر چھوڑ کر ساحلی علاقہ کی طرف نکل گئے اور اس معاملہ سے مکمل طور پر لاتعلقی اختیار کرلی۔

خونریز معرکے

رجب اور محرم الحرام کے مہینے جب ختم ہوگئے اور صفرالمظفر کے مہینہ کا آغاز ہوا تو ایک مرتبہ پھر خونریز لڑائیوں کا آغاز ہوگیا، دونوں اطراف سے ہزاروں لوگ مارے گئے۔ بہت سے جید صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی لڑائی میں کام آئے۔ ایک دن صبح سے شام تک متواتر جنگ ہوتی رہی۔ اسی دوران حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے کھڑے ہوکر باآواز بلند لوگوں سے کہا کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا خواہاں ہے اور اس کو مال و اولاد کی طرف واپس جانے کی آرزو نہ ہو وہ میرے ساتھ آجائے۔ انہوں نے کچھ اس جوش وجذبے سے یہ الفاظ کہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر سے بہت سے لوگ مرنے اور مارنے پر تیار ہوکر ان کے ساتھ چل دیئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علمبردار جناب ہاشم بن عتبہ بھی علم اُٹھائے ہوئے ان کے ساتھ چل پڑے۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس قدر بے جگری اور دَلیری سے شامی فوج پر حملہ کیا کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑی مشکل سے اس کو روکا اس زبردست معرکہ میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوگئے۔ اس بات کی خبر جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہوئی تو آپ کو بہت دکھ ہوا۔ دن ختم ہو چکا تھا اور رات کے سائے پھیل گئے تھے مگر لڑائی ختم نہ ہورہی تھی۔ تاریخ کے صفحات میں رقم ہے کہ اسی رات کو حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے لڑتے ہوئے شہید ہوگئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود بھی بڑھ بڑھ کر شجاعت و دلیری کے جوہر دکھا رہے تھے۔ ساری رات لڑائی ہوتی رہی حتیٰ کہ صبح کا سورج طلوع ہوا مگر لڑائی ختم ہونے کے کوئی آثار دکھائی نہ دیتے تھے۔

دعوت مبارزت

اس طویل جنگ کو دیکھتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی فوج کے سامنے نہایت پُر جوش خطاب کرتے ہوئے جنگ کو انجام تک پہنچانے کیلئے اُبھارا۔ تمام فوج فیصلہ کن جنگ کیلئے دشمن پر جھپٹ پڑی اور پھر ہر طرف قتال شروع ہوگیا، شامی فوج اس تابڑ توڑ حملے کی تاب نہ لاسکی اور ان کی کئی صفیں پسپائی اختیار کرنے پر مجبور ہوئیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جوش دیکھنے والا تھا آپ اس قوت سے مخالفین پر چھا رہے تھے کہ آپ کے سامنے کسی کے پاؤں نہیں ٹکتے تھے، آپ دشمن کی صفوں کو چیرتے ہوئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک جا پہنچے اور انہیں دعوتِ مبارزت دیتے ہوئے بلند آواز سے فرمایا، اے معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! مسلمانوں کا خون گرانے سے کوئی فائدہ نہیں، آؤ ہم تم آپس میں مقابلہ کر کے اپنے جھگڑوں کا فیصلہ کرلیں ہم میں سے جو کامیاب ہوجائے گا وہی خلیفہ ہوگا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس دعوت مبارزت کو سن کر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ بات تو انصاف کی ہے آپکو مقابلہ کیلئے نکلنا چاہئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، کیا خوب انصاف ہے۔ اس فیصلہ کو تم اپنے لئے کیوں نہیں پسند کرتے تم جانتے ہو کہ جو کوئی بھی ان کے مقابلہ میں جاتا ہے پھر زندہ نہیں رہتا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، جو بھی ہو مقابلے کیلئے تو نکلنا ہی چاہئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا، شاید تم مجھے اس لئے مقابلے پر بھیجتے ہو کہ میں مارا جاؤں اور میرے بعد تم ملک شام پر قبضہ کر کے بیٹھ جاؤ۔

جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی طرح بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلے پر جانے کیلئے راضی نہ ہوئے تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود مقابلے کیلئے نکلے۔ کافی دیر تک دونوں کے درمیان مقابلہ ہوتا رہا۔ دورانِ مقابلہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا بھرپور وار کیا کہ اس سے کسی صورت بچاؤ ممکن نہ تھا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بدحواسی کے عالم میں اپنے آپ کو بچاتے ہوئے گھوڑے سے نیچے گر کر برہنہ ہوگئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب ان کو برہنہ حالت میں دیکھا تو اُن پر مزید وار کرنا مناسب نہ سمجھا اور منہ پھیر کر واپس چلے گئے اور ان کو زندہ سلامت چھوڑ دیا۔

جنگ بندی

اب ایک بھرپور جنگ شروع ہو چکی تھی، دونوں طرف کی فوجیں خون ریزی کرنے میں مصروف تھیں، صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک اس قدر شدید جنگ رہی کہ لاشوں کے ڈھیر لگ گئے، صبح کے وقت زخمیوں اور لاشوں کو اُٹھانے کیلئے جنگ کو روکنا پڑا، سارا دن زخمیوں اور لاشوں کو اٹھاتے ہوئے گزر گیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے حمایتیوں کے سامنے نہایت پُر جوش تقریر کرتے ہوئے فرمایا، اے جان نثارو! ہم نے اس حد تک کامیابی حاصل کر لی ہے کہ اِن شاءَ اللہ تعالیٰ کل تک اس کا فیصلہ ہو جائیگا۔ اس لئے آج تھوڑا سا آرام کر لینے کے بعد اپنے دشمن کو آخری شکست دینے کیلئے تیار ہو جاؤ اور اُس وقت تک میدان سے پیچھے نہ ہٹو جب تک کہ اس کا پوری طرح سے فیصلہ نہ ہو جائے۔

مصالحت سے انکار

ان چند دِنوں کی لڑائی کے نتیجے میں شامی افواج کے پچاس ہزار سے زائد افراد مارے گئے، جب کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر کے تقریباً پچیس ہزار افراد جنگ میں کام آئے، اس صورت حال کو دیکھ کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حالات کا ادراک کرتے ہوئے یہ یقین کر لیا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شکست دینا کسی بھی صورت ممکن نہیں ہے ان کے حمایتی قبائل کے سرکردہ لوگ بھی اس لئے ہمت ہار بیٹھے تھے کہ ان کے بہت سے جوان مارے گئے تھے اور اس قدر خون ریزی کے باوجود نتیجہ ان کے حق میں نہ ہوا تھا چنانچہ اشعث بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام عمائدین کے سامنے کھڑے ہو کر بآواز بلند کہا کہ اگر مسلمانوں کے مابین یہ خونریزی اسی طرح جاری رہی تو پھر بہت جلد سارا عرب وِیران ہو جائے گا، ہمارے اصلی دشمن رومی شام میں ہمارے اہل وعیال کو اپنے قبضہ میں لے لیں گے اسی طرح ایرانی دہقان اہل کوفہ کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنا لیں گے اس طرح کی جوشیلی اور مستقبل کی نقشہ کشائی والی تقریر سن کر سب کے دِل دہل گئے تمام عمائدین کی نگاہیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اُٹھ گئیں اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ سب لوگ حضرت اشعث رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن قیس کے موقف کی تائید کر رہے ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صورت حال کا ادراک کیا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام ایک خط لکھا کہ اگر مجھے اور آپ کو اس بات کا علم ہوتا کہ یہ جنگ اس قدر لمبی ہو جائے گا (اور اس میں اس قدر مسلمانوں کی جانیں چلی جائیں گی) تو غالباً ہم میں سے کوئی بھی اس جنگ کو نہ چھیڑتا۔ بہرحال اب ضروری ہے کہ اس تباہ کن جنگ کا خاتمہ کر دیا جائے۔ ہم لوگ بنی عبد مناف ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کو فوقیت نہیں۔ اس لئے ہمارے مابین اس طرح کی مصالحت ہونی چاہئے کہ طرفین کی عزت وآبرو قائم رہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خون ریز جنگ کے آغاز سے پہلے اور دورانِ جنگ کئی مرتبہ مصالحت کی بھرپور کوششیں کی تھیں مگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے ان کوششوں کی حوصلہ افزائی نہ ہونے کی وجہ سے آپ کو سفارتی محاذ پر ناکامی کا سامنا کرنا پڑا، آپ کو جب ان حالات میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط ملا تو آپ نے اب مصالحت کرنے سے صاف انکار کر دیا اور فیصلہ جنگ کے میدان میں کرنے کو ترجیح دی۔

جنگی چال

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے مصالحت کرنے سے انکار کا مطلب بالکل واضح تھا کہ اب ضرور دونوں فریقین کے درمیان فیصلہ کن جنگ ہوگی اس فیصلہ کن جنگ کے نقصانات کا حضرت امیر معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پہلے سے ہی اندازہ لگالیا تھا۔ دوسرے دِن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوئی بھی وقت ضائع کئے بغیر اپنی فوج کو ترتیب دے کر فیصلہ کن جنگ کیلئے تیار کھڑا کیا اور خود بھی زرہ پہن کر میدان میں تشریف لائے۔ دوسری طرف سے کوئی جوش وخروش دیکھنے میں نظر نہ آرہا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی فوج کے سالاروں کو حملہ کرنے کا حکم دیا اور پھر علوی فوج نے ایسا بھرپور حملہ کیا کہ شامی فوج کو سنبھالنا مشکل ہوگیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسی صورت حال دیکھ کر بہت پریشان ہو رہے تھے کیوں کہ اب صاف دکھائی دے رہا تھا کہ تھوڑے ہی وقت میں جنگ کا فیصلہ ہوجائے گا۔ چونکہ ان کی طرف سے مصالحت کی پیش کش کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ردّ کردیا تھا اس لئے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے فرمایا کہ اب میں ایک ایسی چال کھیلوں گا کہ جس سے یا تو جنگ بالکل ختم ہوجائے گی یا پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوج میں پھوٹ پڑ جائے گی۔

اس کے بعد جب اگلے دِن کا سورج طلوع ہوا تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اپنے لوگوں کو حکم دو کہ وہ نیزوں پر قرآن حکیم کو بلند کریں اور میدانِ جنگ میں جاکر بلند آواز سے کہیں کہ ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ چنانچہ شامی فوج کی طرف سے ایسے ہی کیا گیا، اس وقت تک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب سے اشتر نخعی نے اپنے لشکر کے ساتھ شامیوں پر حملہ کردیا ہوا تھا۔ شامیوں کی طرف سے آواز بلند ہوئی اے گروہ عرب! اللہ تعالیٰ رومیوں اور ایرانیوں کے ہاتھوں سے تمہاری عورتوں اور بچوں کو بچائے تم فنا ہوگئے۔ دیکھو یہ قرآن حکیم ہمارے اور تمہارے درمیان ہے۔ ابوالدعور سلمی نے بھی سر پر قرآن حکیم بلند کیا ہوا کیا تھا وہ بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر کے قریب آئے اور پکارا، اے اہل عراق! یہ قرآن مجید ہمارے اور تمہارے درمیان حکم ہے۔

جنگ بندی

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکریوں نے جب قرآن حکیم کو نیزوں پر بلند دیکھا تو وہ لڑنے سے رُک گئے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شامیوں کی یہ حرکت دیکھ کر فرمایا کہ اب تک تو لڑائی تھی مگر اب فریب شروع ہو گیا۔ اشتر نخعی نے شامیوں کی چال کی کوئی پرواہ نہ کی اور اپنے ساتھیوں کو سمجھایا کہ یہ دشمن کی جنگی چال ہے اور جوش دلا کر بھرپور حملہ کر کے خون ریزی میں مصروف ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو سمجھایا کہ قرآن حکیم کا بلند کرنا محض دھوکہ دہی ہے تم لوگ اس فریب میں نہ آؤ بہت جلد تم کو کامیابی حاصل ہونے والی ہے۔ لشکری چونکہ مسلسل لڑائی سے تنگ آ گئے تھے اور اس لڑائی کو جو کہ مسلمانوں کے مابین ہو رہی تھی اسلام کیلئے نقصان دہ سمجھتے تھے انہوں نے شامیوں کی اس درخواست کو غنیمت خیال کیا اور لڑائی سے ہاتھ کھینچ لیا کیونکہ مسلمانوں کی اکثریت یہی چاہتی تھی کہ جیسے بھی ہو مسلمانوں کے درمیان معاملہ صلح سے حل ہو جائے۔

اشتر نخعی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ شامی فوج کی صفوں میں گھس کر نہایت بے پرواہی کے ساتھ لڑائی میں مصروف تھا۔ عبداللہ بن سبا کے حواریوں میں سے سرکردہ لوگ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جمع ہو گئے اور انہوں نے آپ کو مجبور کرنا شروع کیا کہ اشتر کو واپس بلا لیا جائے ان لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور سختی سے مجبور کرتے ہوئے کہا کہ جنگ بندی کا اعلان کیا جائے اور اشتر کو واپس بلایا جائے ان لوگوں نے اس حد تک گستاخی کی اور یہ کہا اگر آپ اشتر کو واپس نہیں بلائیں گے تو ہم آپ کے ساتھ بھی وہی سلوک کریں گے جو ہم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کیا تھا۔ اس بگڑتی ہوئی صورتحال کو دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اشتر کے پاس فوری طور پر ایک شخص روانہ کیا کہ یہاں پر فتنہ کا دروازہ کھل گیا ہے جس قدر جلد ہو سکے فوراً واپس چلے آؤ۔ اشتر نخعی اس وقت نہایت کامیاب جنگ میں مصروف تھا۔ اس لئے واپسی کا سن کر بڑا صدمہ ہوا مگر چونکہ حکم تھا اس لئے واپسی اختیار کی۔ اشتر کے واپس جانے سے جنگ کا مکمل طور پر خاتمہ ہو گیا۔

منصفوں کی تقرری

اشتر کی واپسی اور جنگ بندی کے بعد حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اے امیر المؤمنین! قرآن حکیم کو لوگوں نے حکم مان لیا ہے اور جنگ بند ہو چکی ہے، اب اگر آپ اجازت مرحمت فرمائیں تو میں معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جا کر ان کے اِرادے معلوم کروں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو اجازت دے دی چنانچہ وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے اور ان سے اس سلسلہ میں بات چیت کی انہوں نے کہا کہ ہم اور تم دونوں اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کی طرف رجوع کریں، ایک شخص کو ہم اپنی طرف سے مقرر کرتے ہیں اور ایک شخص کو تم اپنی طرف سے مقرر کرو اور ان دونوں سے حلف لیا جائے کہ وہ قرآن حکیم کے موافق فیصلہ کریں گے اس کے بعد جو بھی فیصلہ ہو ہم دونوں کو اس پر راضی ہو جانا چاہیۓ۔

شامیوں نے اپنی طرف سے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام پیش کیا۔ حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے واپس آکر تمام حالات حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گوش گزار کیۓ۔ اس کے ساتھ ہی حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل عراق کی طرف سے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے اختلاف کیا اور فرمایا کہ میں اس معاملہ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پسند کرتا ہوں۔ مجلس میں موجو لوگوں نے کہا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے رِشتہ دار ہیں ہم ایسے شخص کو مقرر کرنا چاہتے ہیں جس کا آپ سے اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یکساں تعلق ہو اور پھر منصف کو غیر جانبدار ہونا چاہیۓ۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اشتر نخعی کا نام لیا اور فرمایا کہ اگر تم عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میرا رِشتہ دار ہونے کی وجہ سے منتخب نہیں کرتے پھر مالک اشتر کو مقرر کردو، وہ میرا رشتہ دار بھی نہیں ہے۔ اشتر کا نام سن کر حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ غصے میں آگئے اور کہا کہ جنگ کی آگ اشتر نے ہی بھڑکائی ہے اور ان کی رائے یہ تھی کہ جب تک فیصلہ نہ ہو ہر فریق دوسرے سے لڑتا رہے اس وقت تک ہم اس کی رائے پر عمل کرتے رہے جس کی رائے یہ ہے اس کا فیصلہ بھی یہی ہوگا۔

اس کے علاوہ لوگوں نے بھی اشتر کو ناپسند کیا اور کہا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خصوصی طور پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت ملی ہے وہ صحابی ہیں اور مالک اشتر اس شرف سے محروم ہے، اس لئۓ ہم اس کو ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ہرگز ترجیح نہ دیں گے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ دیکھا کہ لوگ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ اور کسی پر راضی نہیں ہوتے تو ارشاد فرمایا کہ جسے چاہو منصف بنا لو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقرر کر دیۓ گئے۔

اقرار نامہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہنچ چکے تھے اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوکر اقرار نامہ لکھنے کی درخواست کی چنانچہ اقرار نامہ کی تحریر لکی گئی دونوں کے سرکردہ افراد کی موجودگی میں مندرجہ ذیل اقرار نامہ لکھا گیا:۔

یہ اقرار نامہ علی بن ابی طالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور معاویہ بن ابی سفیان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مابین علی بن ابی طالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اہل عراق اور اُن تمام لوگوں کی طرف سے جو ان کے ساتھ ہیں ایک منصف مقرر کیا اور اسی طرح معاویہ بن ابی سفیان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اہل شام اور ان تمام لوگوں کی طرف سے جو ان کے ساتھ ہیں ایک منصف مقرر کیا ہے ہم اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے حکم کو منصف قرار دے کر اس بات کا عہد کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور کتاب اللہ کے حکم کے سوا دوسرے کو دخل نہ دیں گے۔ ہم الحمد سے والناس تک تمام قرآن حکیم کو مانتے اور وعدہ کرتے ہیں کہ قرآن حکیم جن کاموں کے کرنے کا حکم دے گا اس کی تکمیل کریں گے اور جن سے منع کرے گا اُن سے رُک جائیں گے۔ دونوں منصف جن کی تقرری کی گئی ہے۔ عبداللہ بن قیس (ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں یہ دونوں جو کچھ قرآن حکیم میں پائیں گے اُسی کے موافق فیصلہ کریں گے اور اگر قرآن میں نہ پائیں گے تو سنتِ مطہرہ کے موافق فیصلہ کریں گے۔ اقرار نامہ تحریر کئے جانے کے بعد حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی اقرار و عہد لیا گیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر قرآن حکیم اور سنتِ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موافق دُرست فیصلہ کریں گے، اس کے بعد منصفوں کو چھ ماہ کی مہلت دی گئی کہ وہ اس مدت کے اندر اندر دمشق اور کوفہ کے درمیان دومتہ الجندل کے متصل مقام اوزج پر دونوں فریقین کو طلب کر کے اپنا فیصلہ سنادیں۔ اس موقع پر یہ بھی طے کیا گیا کہ جب کوفہ سے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روانہ ہوں تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے ہمراہ چار سو اشخاص کو روانہ کریں اسی طرح جب دمشق سے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ روانہ ہوں تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے ہمراہ چار سو افراد روانہ کریں اور یہ آٹھ سو افراد تمام مسلمانوں کے قائم مقام تصوّر کئے جائیں گے اور منصفین جو فیصلہ سنائیں گے ان کو سب تسلیم کریں۔

خوارج کا فتنہ

یہ اقرار نامہ ومعاہدہ ۱۳ صفرالمظفر ۳۷ھ بروز بدھ ترتیب دیا گیا۔ اس معاہدہ سے تمام قبائل کو آگاہ کرنے کی غرض سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مامور کیا چنانچہ وہ سب کو آگاہ کرتے ہوئے جب ایک ایسے مقام پر پہنچے کہ جہاں پر اہل عراق اور شام کی فوجیں بالکل قریب قریب تھیں تو دو اشخاص نے کھڑے ہو کر کہا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو فیصلہ کا حق نہیں اس کے ساتھ ہی انہوں نے غضبناک ہو کر شامی فوج پر حملہ کر دیا اور لڑ کر مارے گئے۔ اسی طرح اس معاہدہ کو بنوتمیم بنومراد اور بنوراست نے بھی پسند نہ کیا۔ بنوتمیم کے ایک شخص غزو یہ بن ادیہ نے حضرت اشعث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا کہ کیا تم لوگ اللہ تعالیٰ کے دین میں آدمیوں کا فیصلہ قبول کرتے ہو؟ اگر ایسی بات ہے تو پھر ہمارے مقتول کس کھاتے میں جائیں گے؟ اس کے ساتھ ہی اُس نے غصہ سے تلوار کا ایسا وار کیا کہ اگر حضرت اشعث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوری طور پر پھرتی سے اپنے آپ کو نہ بچاتے تو ان کا کام تمام ہو جاتا۔ بہت سے لوگ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایسے بھی حاضر ہوئے کہ جنہوں نے آپ کو مجبور کرتے ہوئے کہا کہ آپ اس معاہدہ کو ختم کر دیں اور حیرت کی بات یہ ہے کہ اس کام میں بھی خوارج کے وہ سرکردہ لوگ شامل تھے جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لڑائی ختم کرنے اور مالک اشتر کو واپس بلانے کیلئے اصرار کے ساتھ مجبور کیا تھا اور آپ کو دھمکی بھی دی تھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو بار بار سمجھاتے تھے اور ان سے فرماتے تھے کہ میری مرضی کے برخلاف تم لوگوں نے ہی تو لڑائی کو بند کروایا تھا اور صلح کو پسند کیا تھا اب تم لوگ ہی مصالحت کو ناپسند کرنے پر بضد ہو اور اس بارے میں مجھے قصوروار ٹھہراتے ہو۔ ان لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوئی بات نہ مانی اور آپ کی فوج سے کوفہ پہنچ کر تقریباً بارہ ہزار افراد خارج ہو کر مقام حرورا کی طرف روانہ ہو گئے۔

خوارج سے بات چیت

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفہ میں پہنچ کر ان لوگوں کو سمجھانے کی غرض سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا لیکن انہوں نے ان کی بات سننا بھی گوارا نہ کیا اور اس معاملہ میں ان کے ساتھ بحث مباحثہ پر اُتر آئے۔ اسی دوران حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بذات خود لوگوں کی لشکر گاہ میں تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا کہ تم سب میں سب سے زیادہ سمجھدار اور سر کردہ کون ہے؟ انہوں نے عبداللہ بن الکواء کا نام لیا تو آپ عبداللہ بن الکواء کے پاس پہنچے اور فرمایا تم لوگوں نے میری بیعت کی تھی، بیعت کرنے کے بعد اُس سے خارج ہونے اور خروج ہونے کی وجہ کیا؟ ابن الکواء نے جواب دیا کہ آپکے بے جا تحکم کی وجہ سے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرا ارادہ جنگ کو روکنے اور بند کرنے کا نہ تھا لیکن تم لوگوں نے جنگ بندی کو ضروری سمجھا اور مجھے مجبوراً مصالحت کیلئے راضی ہونا پڑا، تاہم میں نے دونوں منصفوں سے یہ عہد لیا ہوا ہے کہ وہ قرآن حکیم کے موافق فیصلہ کریں گے اگر انہوں نے قرآن حکیم کے موافق فیصلہ کیا تو کوئی نقصان نہیں اور اگر انہوں نے قرآن حکیم کے خلاف فیصلہ کیا تو ہم اسے ہرگز قبول نہیں کریں گے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات سن کر خوارج نے کہا کہ امیر معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے مسلمانوں کی خونریزی اور بغاوت کا ارتکاب کر کے جرم کیا ہے، اس معاملہ میں منصف کی تقرری ہرگز عدل کی بات نہیں ہے، اس کیلئے قرآن حکیم میں واضح طور پر احکام موجود ہیں کہ وہ واجب القتل ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ اصل میں آدمیوں کو منصف نہیں بنایا گیا ہے، منصف تو قرآن حکیم ہی ہے کہ آدمی تو قرآن حکیم کے فیصلے کو سنائیں گے۔ خوارج نے ایک اور اعتراض یہ کیا کہ پھر اس ضمن میں چھ مہینے کی مدت مقرر کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس عرصہ میں ممکن ہے کہ مسلمانوں کے مابین اختلافات خود بخود ختم ہو جائے، غرضیکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو راضی کر کے سب کو کوفہ میں لے آئے۔

منصفوں کی روانگی

مقام اوزج پر مقررہ تاریخ کو دونوں منصفوں کا اجلاس فیصلہ کی غرض سے طے ہونا قرار پایا اور اس مقصد کیلئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ چار سو افراد کی جمعیت کو روانہ کیا، اس جمعیت کی قیادت حضرت شریح بن ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کی جب کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نمازوں کی امامت اور دیگر مذہبی معاملات کا نگران مقرر کر کے روانہ کیا۔ حضرت عبداللہ عمر، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ صحابہؓ کرام جو اپنے ورع وتقویٰ کے باعث مسلمانوں کی اس باہمی چپقلش اور خونریزی سے الگ رہے تھے تحکیم کی خبر سن کر اس کا آخری فیصلہ معلوم کرنے کی غرض سے دومۃ الجندل کی طرف روانہ ہوگئے۔ دوسری طرف سے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی چار سو اشخاص کے ساتھ مقام اوزج میں پہنچے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو نہایت دور اندیش اور معاملہ فہم بزرگ تھے، وہاں پر پہنچتے ہی انہوں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے الگ الگ ملاقات فرمائی۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ فیصلہ سے قبل دونوں حضرات کی رائے معلوم ہو جائے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گفتگو سے یہ اندازہ لگایا کہ معاملہ ابھی پیچیدہ ہے اور دونوں کے مابین اتحاد رائے ممکن نہیں ہے۔ چنانچہ انہوں نے اسی وقت پیش گوئی فرما دی کہ اس تحکیم کا نتیجہ کوئی اچھا نہیں ہوگا۔

خطوط کی ترسیل

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچ جانے کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قاصد کے ذریعے روزانہ خطوط ارسال کرنا شروع کر دیئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ خطوط حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام آتے تھے۔ دوسری طرف سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بذریعہ قاصد روزانہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس خطوط اور پیغامات ارسال کرتے تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خطوط براہِ راست حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام آتے تھے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھیوں میں ڈسپلن تھا اور وہ تمام حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تابع فرمان تھے اور اس قدر فرمانبردار تھے کہ ان میں سے کوئی بھی ان سے یہ نہ پوچھتا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو خط میں کیا لکھا ہے جبکہ اس کے برعکس حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جن چار سو اشخاص کو بھیجا ہوا تھا وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط آنے پر روزانہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گرد جمع ہوتے اور ہر کوئی پوچھتا کہ خط میں کیا لکھا ہوا ہے۔ بعض باتیں عام بتانے والی نہ ہوتی تھیں مگر لوگوں کے بضد ہونے پر بتانا پڑ جاتی تھیں جس سے بڑی قباحت پیدا ہوتی تھی اور وہ باتیں عام ہو جاتی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس صورت حال سے خاصے پریشان ہوئے کیونکہ وہ بعض باتوں کو راز میں رکھنا چاہتے تھے اور بیان کرنے میں تامل کرتے تو ان کے اس رویہ سے لوگ ان سے نالاں ہوتے اور سرعام ناراضگی کا اظہار کرتے۔

باہمی مشاورت

کسی حتمی فیصلے پر پہنچنے کی غرض سے دونوں حضرات تنہائی میں اکٹھے ہوئے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلے میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ زیادہ ہوشیار تھے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا ہم خیال بنانے کیلئے ان کی غیر معمولی تعظیم وتوقیر کی اوران کی خوب ستائش کی، اس کے بعد مسئلہ خلافت کا چھیڑتے ہوئے کہا کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قریش کے ایک شریف اور معزز خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ اُمّ المؤمنین سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی ہیں، صحابی اور کاتب وحی ہونے کا شرف بھی رکھتے ہیں۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ان خصوصیات سے مجھے ہرگز انکار نہیں ہے مگر اُمت کی امارت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر معزز حضرات کی موجودگی میں ان کے حوالے کیسے کی جاسکتی ہے۔ یہ خصوصیات تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بدرجۂ اولیٰ موجود ہیں یعنی وہ رشتہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ قریب ہیں۔ شریف اور معزز خاندان سے تعلق رکھتے ہیں سردارانِ قریش میں سے ہیں اس کے علاوہ علم، شجاعت، تقویٰ اور دیگر صفات بھی ایک ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ امیر امعاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں انتظامی صلاحیت اور سیاست کی سمجھ زیادہ ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، ایمانداری اور تقویٰ کے مقابلہ میں یہ چیزیں کوئی اہمیت نہیں رکھتیں۔ پھر انہوں نے فرمایا، اے عمرو (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تم ایک ایسی رائے کے بارے میں کیا خیال رکھتے ہو جس سے پروردگار عالم کی رضا اور قوم کی بہتری دونوں حاصل ہوں، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، وہ کیا بات ہے؟ فرمایا عبداللہ بن عمر نے ان خانہ جنگیوں میں کسی طرح بھی حصہ نہیں لیا، میری رائے یہ ہے کہ معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) دونوں کو معزول کر کے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ بنادیا جائے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، امیر معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میں کیا خرابی ہے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا، معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نہ تو اس منصب کی اہلیت رکھتے ہیں اور نہ ہی اس کے حقدار ہیں البتہ اگر آپ مجھ سے اتفاق کریں تو فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور واپس آجائے اور عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد محترم کی یاد پھر تازہ کردیں۔ حضرت عمرو بن العاص نے فرمایا، آپ میرے بیٹے عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو کیوں نہیں منتخب فرماتے، وہ بھی تو فضل وکمال میں کچھ کم نہیں۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا، ہاں آپ کا بیٹا بھی صاحب فضل وکمال ہے لیکن آپ نے اس کو اس لڑائی میں شریک کر کے فتنہ میں ڈال دیا ہے اور اس کے دامن کو ایک حد تک داغ دار کردیا ہے لیکن اس کے برعکس حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لباس تقویٰ اور ہر طرح کے دھبوں سے محفوظ ہے۔

نتیجہ خیز گفتگو

غرضیکہ کافی دیر تک دونوں حضرات کے مابین تنہائی میں اسی طرح گفتگو ہوتی رہی اور کوئی نتیجہ نہ نکلا جب گفتگو کا سلسلہ طویل ہو گیا تو حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میرا خیال یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مابین مخالفت اور جنگ سے تمام مسلمان فتنہ میں مبتلا ہو رہے ہیں، مناسب یہ ہے کہ ان دونوں کو معزول کر دیا جائے کہ وہ جس کو چاہے منتخب کرے، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بات کو پسند کیا۔ اس بات پر اتفاق ہونے کے بعد دونوں حضرات اپنے اپنے خیموں کی طرف واپس چلے گئے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے اور ان سے فرمایا، اللہ کی قسم! مجھے اس بات کا یقین ہے کہ عمرو بن العاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے آپ کو ضرور دھوکہ دیا ہوگا، میرا آپ کو مشورہ ہے کہ اگر آپ دونوں کے مابین کسی رائے پر اتفاق ہوا ہے تو آپ ہرگز اس کا پہلے اعلان نہ فرمائیں وہ نہایت ہوشیار ہو سکتا ہے کہ آپ کے بیان کی مخالفت کر دے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم لوگ ایک ایسی رائے پر متفق ہوئے ہیں کہ جس میں اختلاف کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔

فیصلے کا اعلان

اگلے دن فیصلے کا اعلان کرنے کی غرض سے مسجد میں حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم تشریف لائے دونوں فریقین کی طرف سے مسلمانوں کی ایک تعداد فیصلہ سننے کی غرض سے مسجد میں موجود تھی۔ مسجد میں پہنچ کر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ آپ اعلان کر دیجئے اور جو فیصلہ ہو چکا ہے اسے لوگوں کو سنا دیجئے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ آپ فضل وکمال کے لحاظ سے اور ہر اعتبار سے ہم سے افضل اور بزرگ ہیں اسلیئے میں آپ پر سبقت نہیں کر سکتا۔ یہ سن کر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر پر کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا،

لوگو! وہ فیصلہ جس پر میں اور عمرو بن العاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) دونوں متفق ہوئے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم نے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) دونوں کو معزول کیا اور مسلمانوں کی مجلس شوریٰ کو اختیار دیئے ہیں کہ وہ اتفاق رائے سے جس کو چاہے خلیفہ منتخب کر لے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ فیصلہ سنا کر منبر سے اُتر آئے تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر پر کھڑے ہو گئے اور حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا،

لوگو! آپ گواہ رہیں کہ ابوموسیٰ اشعری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اپنے دوست حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو معزول کر دیا، میں بھی ان کی اس بات سے متفق ہوں اور حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو معزول کرتا ہوں لیکن معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اس منصب پر قائم رکھتا ہوں کیونکہ وہ مظلوم شہید ہونے والے خلیفہ کے ولی اور خلافت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریر سے ایک ہنگامہ سا برپا ہو گیا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر حضرات نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملامت کرنا شروع کر دیا کہ تم دھوکہ کھا گئے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت شریف اور سیدھے سادے بزرگ تھے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریر سے خود بھی حیرت زدہ ہو گئے اور غصے کی حالت میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوسنا شروع کر دیا کہ یہ کیا بے ایمانی ہے تم نے ہمارے متفقہ فیصلے کے خلاف اپنی رائے کا اِظہار کر کے مجھے دھوکہ دیا۔ اسی طرح دوسرے لوگوں کے مابین بھی خوب تلخ باتیں ہوئیں حضرت شریح بن ہانی نے حضرت عمرو بن العاص پر بڑھ کر حملہ کر دیا مگر ان کے ایک بیٹے نے شریح پر جوابی حملہ کر کے اپنے والد کو اس کے وار سے بچایا، لوگ درمیان میں آ گئے اور لڑائی وہی پر رُک گئی اس طرح وہاں پر کافی بدمزگی پیدا ہو گئی۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس واقعہ سے اس قدر ندامت ہوئی کہ اس وقت مکہ مکرمہ روانہ ہو گئے اور پھر ساری زندگی گوشہ نشینی کی حالت میں گزار دی۔

ان حالات میں دونوں فریقین کا وہاں پر موجود رہنا خطرے سے خالی نہ تھا اور دونوں کیلئے نقصان دہ تھا۔ دونوں طرف کے آٹھ سو مسلمان اب مل کر اب کسی متفقہ رائے پر اکٹھے نہ ہو سکتے تھے اس لئے دونوں طرف کے اکابرین نے مزید وہاں رُکنا مناسب نہ سمجھا اور اہل شام دمشق کی طرف اور اہل عراق کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

خارجیوں کی بغاوت

کوفہ میں پہنچ کر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تمام حالات و واقعات سے مکمل طور پر آگاہ کیا۔ امیر المؤمنین سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اوزج میں ہونے والے فیصلے کو ماننے سے انکار کر دیا اور اس بات کا عہد کیا کہ اب شام پر چڑھائی کرنا ضروری ہو گیا ہے۔ چنانچہ اس مقصد کیلئے اہل کوفہ کو اعتماد میں لیا گیا۔ خارجیوں کا گروہ جو کہ پہلے ہی منصفوں کے معاملے میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اختلاف کر چکا تھا اب جب خوارج نے یہ دیکھا کہ دونوں فریقین کے درمیان بات چیت ناکام ہو گئی ہے تو خارجی گروہ سے حرقوس بن زہیر اور ذرعہ بن البرج حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ آپ نے ہمارے دُرست مشورے کو پہلے تو بڑی حقارت سے ٹھکرا دیا تھا اب آپ وہی کام کرنا چاہ رہے ہیں جس کیلئے ہم آپ کو کہتے تھے یعنی اب آپ اپنی مرضی سے ملک شام پر چڑھائی کرنے کے خواہاں ہیں آپ نے حکم کو تسلیم کرنے کے معاملہ میں غلطی کی تھی اور آپ نے اپنی اس غلطی کو تسلیم نہیں کیا اب جب کہ حکم کی صورت حال آپ پر واضح ہو گئی ہے اور آپ ملک شام پر حملہ کرنے کا اِرادہ رکھتے ہیں تو ہم آپ کو یہ بات بتا دینا چاہتے ہیں کہ ہم آپ کا ساتھ صِرف اسی صورت میں دیں گے جب آپ اپنی غلطی اور گناہ کا اعتراف کر کے اس سے توبہ کریں گے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، جنگ بند کرنے اور حکم تسلیم کرنے پر تم لوگوں نے ہی تو مجھے مجبور کیا تھا ورنہ جنگ کے ذَریعہ تو فیصلہ اسی وقت ہو جانا تھا۔ خارجیوں نے آپ کے موقف کو ماننے سے صاف انکار کر دیا اور آپ کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا اور تمام خارجی باہم مشورہ ہو کر نہروان کی طرف روانہ ہو گئے اور انہوں نے اپنی قوت کو مجتمع کرنے کی غرض سے نہروان کو اپنے لئے ایک محفوظ قرار گاہ خیال کیا۔ اپنے منصوبے کے تحت خارجی دو دو چار چار کی ٹولیوں میں نہروان کی طرف جانا شروع ہوئے، ان لوگوں نے خط لکھ کر بصرہ میں موجود خارجیوں کو بھی نہروان کی طرف بلایا۔ خوارج کی ان تیاریوں اور عزائم کی خبر جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہوئی تو آپ نے ان کی طرف سے غافل رہنا مناسب نہ سمجھا اور اس سلسلہ میں ضروری انتظامات کرنا شروع کئے، خوارج نے نہروان میں جمع ہو کر اپنی فوج طاقت کو منظم انداز میں مضبوط کر لیا۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے تابعین پر کفر کے فتوے لگانا شروع کر دیئے جو لوگ یہ کہتے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق پر ہیں ان کو بلا دریغ قتل کر ڈالتے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شام پر حملہ کی غرض سے بھی اطراف واکناف سے فوجی لشکر جمع کرنا شروع کر دیئے ہوئے تھے۔ اس کیساتھ ہی آپ نے خوارج کو راہِ راست پر لانے اور انکو سمجھانے کی غرض سے مناسب سمجھا کہ انکے ساتھ بات چیت کی جائے چنانچہ آپ نے خارجی سردار عبداللہ بن وہب کے پاس ایک خط نہروان میں بھیجا جس میں تحریر کیا کہ تم لوگ اہل شام سے جنگ کرنے کیلئے ہمارے پاس آجاؤ ہم اسی پہلے رائے پر شامیوں سے جنگ کرنے پر تیار ہیں، خارجی سردار نے حضرت علی کا خط اپنے ساتھیوں کو سنایا اور باہمی مشاورت کے بعد اس کا جواب لکھا کہ تم نے منصفین کی تقرری اللہ اور رسول کے حکم کے خلاف کی تھی اور اب تم شامیوں سے جنگ کا ارادہ کر رہے ہو تو یہ بھی تم اپنے نفس کی خواہش سے کر رہے ہو اگر تم اپنے کافر ہونے کا اقرار کرنے کے بعد توبہ کرو تو ہم تمہاری مدد کر سکتے ہیں ورنہ ہم تم سے لڑنے کیلئے تیار ہیں۔

خوارج کے اس جوابی خط سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سمجھ لیا کہ ان کو سمجھانا بے کار اور قائل کرنا ناممکن ہے۔ خارجیوں کو اپنے حال پر چھوڑتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شام پر چڑھائی کی غرض سے تیاری کی حالت میں اپنی فوج کو بالکل تیار کر لیا مگر اسی اثناء میں ایک واقعہ پیش آیا کہ ایک صحابی حضرت عبداللہ بن خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی اہلیہ اور ان کے ساتھیوں کو خوارج نے شہید کر دیا۔ اس بات کی خبر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہوئی تو آپ نے سنجیدگی کے ساتھ خوارج کی سرکشی کی طرف توجہ فرمائی، اسی دوران آپ کو یہ بھی خبر ملی کہ خوارج نے اُم سنان اور صیدوایہ کو بھی مشق ستم بنایا ہے اور ان کی اس طرح کی حرکات میں دن بدن اِضافہ ہوتا جا رہا ہے اور خوارج ہر اس شخص کو جو اُن کا ہم خیال نہ ہو اور ان کے عقیدے کو تسلیم نہ کرتا ہو بلا دریغ موت کے گھاٹ اُتار دیتے ہیں۔ ان واقعات کی تحقیق کیلئے آپ نے جناب حارث بن مرہ کو نہروان کی طرف روانہ فرمایا، خارجیوں نے ان کو بھی قتل کر دیا۔

یہ صورت حال بہت خطرناک تھی کیونکہ خارجیوں کی قوت دن بدن مضبوط ہوتی جا رہی تھی اور ان کی تعداد میں اِضافہ بھی ہوتا جاتا تھا وہ سادہ لوح مسلمانوں کو ورغلا کر انہیں قائل کرتے جس سے ان کی جمعیت بڑھ گئی تھی۔ ادھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی یہ خطرہ محسوس کیا کہ اگر خارجیوں نے ہمیں ملک شام پر چڑھائی کرنے میں مشغول پایا تو وہ کہیں کوفہ و بصرہ پر حملہ کر کے قبضہ نہ کر لیں۔ آپ کے لشکری بھی اس لئے فکر مند ہو گئے کہ اگر ہم لوگ ملک شام کی مہم پر روانہ ہو گئے تو خارجی نہایت آسانی سے کوفہ اور بصرہ بلکہ تمام عراق پر قابض ہو کر ہمارے اہل وعیال کو موت کے گھاٹ اُتار دیں گے۔ ان حالات میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خیال کیا کہ جس مقصد کیلئے شام پر لشکر کشی کی جا رہی ہے اس سے اُلٹا فائدہ کی بجائے نقصان ہوگا چنانچہ آپ نے شام کی مہم کو التوا میں رکھا اور نہروان کی طرف پیش قدمی فرمائی۔

نہروان کی طرف پیش قدمی

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہروان کی طرف پیش قدمی کرنا اس لئے بھی ضروری خیال کیا کہ خارجیوں کی وجہ سے اُمتِ مسلمہ میں ایک نئے فتنے کا آغاز ہو گیا تھا اور اس فتنہ کو فرو کرنا لازمی تھا، خارجیوں کا عقیدہ تھا کہ دینی معاملات میں حکم مقرر کرنا ہی کفر ہے اور پھر جس طریقہ سے دونوں منصفوں نے اس کا فیصلہ کیا اس کے اعتبار سے وہ دونوں اور ان کو منتخب کرنے والے بھی کافر ہیں اور جو اس عقیدہ کو تسلیم نہ کرتا ہو اس کو قتل کر دینا جائز ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیش قدمی کرتے ہوئے خوارج کے نزدیک ہی خیمہ زن ہو گئے اور ان کو پیغام بھیجا کہ تم میں سے جن لوگوں نے ہمارے بھائیوں کو قتل کیا ہے ان کو ہمارے حوالے کر دو تا کہ ان کو ہم قصاص میں قتل کر دیں اور تمہیں تمہارے حال پر چھوڑ کر شامیوں کی طرف روانگی اختیار کریں اس دوران جب تک کہ ہم شام والوں کے ساتھ جنگ سے فراغت حاصل کریں ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں صراطِ مستقیم پر گامزن کر دے۔ اس کے ساتھ ہی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یکے بعد دیگرے بہت سے بزرگ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو خوارج کی طرف بھیجا تا کہ وہ ان کو سمجھائیں اور ان کو راہِ راست پر لانے کیلئے کوشش کریں۔

ان بزرگوں کی ناکامی پر خوارج کے ایک سردار عبداللہ بن الکواء کو اپنے پاس بلایا اور اسے اور اس کے ساتھ آنے والے خارجیوں کو سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ اگر منصفین کے مقرر کرنے میں غلطی ہوئی ہے تو اس کا اصلی سبب بھی تم لوگ ہی تھے اور اب جو کچھ بھی ہو چکا ہے اس کو بھول جاؤ اور ہمارے ساتھ شامل ہو کر اہل شام سے لڑنے کیلئے چلو۔ خارجی اپنے موقف پر بضد رہے اور کسی بھی دلیل سے قائل نہ ہوئے ان کا کہنا تھا کہ بے شک ہم لوگوں نے اللہ تعالیٰ اور رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی حکم عدولی کی اور کافر ہو گئے مگر ہم توبہ کر کے پھر سے مسلمان ہو گئے ہیں۔ اس لئے جب تک آپ بھی گناہ کا اعتراف کر کے توبہ نہ کریں گے کافر ہی رہیں گے اور اس صورت میں ہم آپ کی مخالفت ہر طرح سے کریں گے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا، اللہ تعالیٰ کیلئے ہجرت کی، اس کی راہ میں جہاد کیا، میں کس لئے اپنے آپ کو کافر کہوں۔ خوارج نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوئی بھی بات سننے سے انکار کر دیا اور اپنے عقیدہ کو چھوڑنے کیلئے کسی بھی طرح تیار نہ ہوئے۔

جنگ نہروان

خارجیوں کے دِلوں پر مہر لگ چکی تھی اس لئے کوئی بھی تدبیر ان کو قائل کرنے کیلئے کارگر ثابت نہ ہوئی ہر طرح کی کوشش میں ناکام ہوکر بالآخر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجبوراً ان کی سرکوبی کیلئے اپنی فوج کو تیاری کا حکم دیا اور لشکر کو مرتب فرما کر ہر حصہ پر سرداروں کو تعینات کیا آپ نے سواروں پر حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو متعین فرمایا، پیدل فوج پر حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تعینات کیے گئے جب کہ میمنہ پر حجر بن عدی اور میسرہ پر حضرت شیث بن ربعی کو متعین کیا گیا اس کے ساتھ ہی آپ نے آخری کوشش کرتے ہوئے اتمام حجت کی غرض سے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امان کا جھنڈا دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تم یہ جھنڈا لے کر ایک اونچی جگہ پر کھڑے ہوجاؤ اور بلند آواز سے اس بات کا اعلان کرو کہ تم لوگوں میں سے جو کوئی بھی جنگ کے بغیر اِدھر آجائے گا اس کو امان دے دی جائے گی اور جو کوئی کوفہ یا مدائن کی طرف چلا جائے گا وہ بھی امان میں رہے گا۔

اس اعلان کو سن کر خارجیوں میں اختلاف پیدا ہوگیا کیونکہ ان لوگوں نے جان لیا تھا کہ اب جنگ ناگزیر ہے ان میں سے بیشتر نے اپنے طور پر صورتحال کا جائزہ لیا اور جن لوگوں نے یہ محسوس کیا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق پر ہیں وہ خود ان کے لشکر سے الگ ہوگئے چنانچہ لڑائی کا آغاز ہوتے ہی ابن نوفل اشجعی نے اپنے پانچ سو سواروں کے ساتھ لشکر خوارج سے علیحدگی اختیار کرکے اپنی راہ لی۔ بہت سے لوگ کوفہ کی طرف چلے گئے جبکہ کچھ مدائن کی طرف چلے گئے اور تقریباً ایک ہزار خارجیوں نے توبہ کرکے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر میں شمولیت اختیار کی۔ اب خارجیوں کے سردار عبداللہ وہب الراسی کے ساتھ صِرف چار ہزار خارجی رہ گئے مگر جو خارجی اس کے ساتھ رہ گئے وہ تمام اپنے عقیدے کے نہایت مضبوط اور اس کے جاں نثار تھے اس لئے ان خارجیوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر کے میمنہ اور میسرہ پر اس قدر زبردست حملہ کیا کہ لشکر حیدر کو ان کا مقابلہ کرنے میں بہت زیادہ پامردی اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کرنا پڑا۔ خارجی اس قدر بے جگری اور استقامت کے ساتھ لڑتے تھے کہ ان کے جسم کے اعضاء کٹ کٹ کر الگ ہوجاتے تھے اور وہ اس کے باوجود لڑائی سے پہلو تہی نہ کرتے تھے اور جب تک ان کے جسم میں جان رہتی وہ لڑائی میں مشغول رہتے۔ خوارجیوں کے ایک سردار شریح بن ابی اوفی کا لڑتے لڑتے پاؤں کٹ کر دُور جا گرا مگر وہ ایک ہی پاؤں پر کھڑے ہوکر دِیوانہ وار اس وقت تک لڑتا رہا جب تک اس کا کام تمام نہ ہوگیا بالآخر ایک ایک کرکے تمام خارجی مارے گئے ان کے صرف نو افراد زندہ بچ کر فرار ہوئے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر نے نہایت دلیری اور بہادری کے ساتھ خوارج کا مقابلہ کر کے ان کا قلعہ قمع کر دیا تھا اب جنگ ختم ہو چکی تھی میدانِ جنگ میں ہر طرف لاشیں بکھری پڑی تھیں آپ نے خارجیوں کی لاشوں میں سے اس شخص کی لاش کو تلاش کرنا شروع کیا جس کے بارے میں حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی تھی۔ چنانچہ ان تمام نشانیوں کیساتھ ایک لاش برآمد ہوئی تو فرمایا، اللہ اکبر اللہ کی قسم! رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بالکل دُرست فرمایا تھا۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوارج کی لاشوں کو دفن کیے بغیر میدانِ جنگ سے واپس روانہ ہوگئے۔ خارجیوں کی ایک بہت بڑی تعداد میدانِ جنگ میں ماری گئی تھی اور اب ان کی طرف سے کسی قسم کی فوری مزاحمت کا کوئی خطرہ باقی نہ رہا تھا۔ چونکہ آپ کا اِرادہ پہلے ہی ملک شام پر چڑھائی کا تھا اور اس کیلئے آپ نے تیاری بھی فرمائی تھی مگر خارجیوں کی وجہ سے اس مہم کو ملتوی کرنا پڑ گیا تھا۔ اب جنگ نہروان سے فراغت ہو چکی تھی اس لئے آپ نے ملک شام کی طرف پیش قدمی کرنے کا حکم دیا تو حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ فی الحال چند دن کیلئے شام کی مہم کو مزید ملتوی کر دیں اور لشکر کو آرام کرنے کا موقع دیجئے کیونکہ ہمارے ترکش خالی ہوگئے ہیں تلواروں کی دھاریں مڑ گئی ہیں، نیزوں کے پھل خراب ہوگئے ہیں اس لئے دشمن پر لشکر کشی کرنے سے پہلے ہمیں اپنے ہتھیاروں وغیرہ کو دُرست کر لینا چاہیے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اگرچہ حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس بات کو ناپسند فرمایا مگر اس کے باوجود مقام نخیلہ میں پڑاؤ ڈالا، اور لوگوں کو آرام کرنے کا موقع دیا اس کے ساتھ ہی آپ نے لوگوں کو تیاری کرنے کا بھی حکم دیا۔ آپ کا یہ حکم سن کر لوگوں نے آپس میں چہ میگوئیاں کیں کیونکہ لوگوں کی اکثریت اس خونریزی کے بعد فوری طور پر مزید کسی مہم پر جانے کیلئے آمادہ نہ تھی اس لئے آپ کا حکم سن کر لوگوں نے رفتہ رفتہ دس دس بیس بیس کی ٹولیوں میں کوفہ کی طرف کھسکنا شروع کر دیا اور لشکر گاہ سے ایک بہت بڑی تعداد کوفہ کی طرف روانگی اختیار کی کیونکہ آپ کے ساتھ صرف ایک ہزار کی جمعیت رہ گئی تھی آپ نے کوفہ میں پہنچ کر لوگوں کو پھر سے اکٹھا کیا اور انہیں شام کی مہم کیلئے ترغیب دی مگر بہت تھوڑے لوگوں نے آپ کی آواز پر لبیک کہی۔ یہ صورتحال دیکھ کر آپ نے خاموشی اختیار فرمائی اور ملک شام پر چڑھائی کا ارادہ ترک کر دیا۔

مصر کی صورتحال

جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جگہ محمد بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مصر کا والی مقرر کر دیا تھا مگر چونکہ محمد بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملکی معاملات میں ناتجربہ کار تھے اور پھر انہوں نے اہل خربتہ کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کرنے کے معاملہ میں سختی کر کے اپنے خلاف کر لیا اس کے علاوہ کچھ مزید معاملات ایسے بھی ہوئے کہ جن سے مصر میں بغاوت کے شعلے بھڑکنا شروع ہو گئے۔ صورت حال مخدوش ہونے کی اطلاع پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ صفین کے بعد مالک اشتر کو مصر کی حکومت پر نامزد کر کے روانہ کیا کہ وہ محمد بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مصر کی ولایت سے سبکدوش کر کے وہاں کے حالات کو ٹھیک کریں۔ اس خبر سے حضرت محمد بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت رنج ہوا۔ دوسری طرف جب اس بات کی خبر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہوئی تو ان کو بھی بہت فکر لاحق ہوئی کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ مالک اشتر ایک صاحب تدبیر شخص ہے اور اس کے مصر پر قابض ہو جانے سے مصر کے حالات ان کے حق میں مفید ثابت نہ ہونگے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ نے مالک اشتر کو مصر پہنچنے سے قبل ہی راستے میں زہر دلا کر ختم کرا دیا۔ جب کہ بعض کا کہنا ہے کہ مالک اشتر کا راستے میں ہی کسی وجہ سے انتقال ہو گیا تھا۔ بہر حال حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مالک اشتر کے انتقال کی اطلاع سن کر حضرت محمد بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام فوری طور پر ایک خط تحریر فرمایا کہ مالک اشتر کو مصر کی حکومت پر اس لئے مقرر نہیں کیا گیا کہ ہمیں تم سے ناراضگی ہے بلکہ اس کی تقرری صرف اس لئے کی گئی تھی کہ وہ بعض سیاسی امور کو سرانجام دینے میں خصوصی مہارت رکھتا تھا جن کی حکومت مصر کیلئے ضرورت تھی اب جب کہ اس کا انتقال ہو گیا ہے تو ہم تمہیں ہی مصر کی حکومت کیلئے بہترین شخص سمجھتے ہیں اس لئے تم دشمنوں کے مقابلے کیلئے جرأت و ہمت کے ساتھ تیاری کرو۔

محمد بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس خط کے جواب میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے مکمل تعاون کا یقین دلایا۔ ان حالات کی اطلاع حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی تھی۔ چنانچہ انہوں نے اہل خربتہ کے سرکردہ لیڈر معاویہ بن خدیج کے ساتھ خط و کتابت کر کے ان کی حوصلہ افزائی کی یہ لوگ پہلے ہی محمد بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خفا تھے اور ان کی مخالفت پر کمربستہ تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے حوصلہ افزائی ملنے کے بعد انہوں نے طمانیت محسوس کی اور ان سے امداد طلب کی۔

اس پر حضرت امیر معاویہ نے حضرت عمرو بن العاص کی کمان میں چھ ہزار فوج مصر کی طرف روانہ کی۔ محمد بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے اس فوج کا مقابلہ کرنا انتہائی دشوار تھا کیونکہ ان کے پاس مناسب تعداد میں فوج نہ تھی تاہم بڑی مشکل سے دو ہزار کی فوج تیار کر کے کنانہ بن بشیر کی کمان میں روانہ کی۔

دونوں فوجوں کا آمنا سامنا ہوا جس میں کنانہ بن بشیر شہید ہو گئے ان کے کچھ ساتھی بھی شہید ہوئے جب کہ کچھ نے میدانِ جنگ سے راہ فرار اختیار کی۔ محمد بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ خبر سنی تو ایک جمعیت کے ساتھ خود میدانِ جنگ کا رُخ کیا مگر ان کے ساتھ آنے والے ثابت قدم نہ رہ سکے ان پر شامیوں کا کچھ ایسا رُعب طاری ہوا کہ وہ بغیر جنگ کئے ان کا ساتھ چھوڑ کر تتر بتر ہو گئے۔ انہوں نے اپنی جانیں بچانے کو ترجیح دی۔ محمد بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالکل تنہا رہ گئے اور ایک ویران کھنڈر میں پناہ لی۔ شامیوں نے ان کو تلاش کرنا شروع کیا اور ان کو جا لیا۔ محمد بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو گرفتاری دینے سے انکار کیا اور ان کے ساتھ زبردست مقابلہ کیا پھر مقابلہ کے دوران ان کو زندہ گرفتار کر لیا گیا۔ معاویہ بن خدیج نے ان کو نہایت بے رحمی کے ساتھ قتل کر کے ایک مردہ گھوڑے کے پیٹ میں ڈال کر جلا دیا۔ ان تمام واقعات کی خبر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچی تو اس وقت تک مصر پر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبضہ مکمل ہو چکا تھا اس پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفہ والوں کو جمع کر کے انہیں انکی سستی پر ملامت کیا مگر ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ چنانچہ آپ نے مجبوری کے عالم میں شام اور مصر کا خیال اپنے دِل سے نکال دیا۔

بصرہ میں بغاوت

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مصر کی کامیابی کے بعد مزید توقعات وابستہ ہوئیں اور انہوں نے اپنی توجہ بصرہ کی طرف مرکوز کی بصرہ میں بھی لوگوں کی ایک بڑی تعداد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ناراض تھی اور وہ حضرت غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون کا قصاص طلب کرنا جائز خیال کرتے تھے۔ ان لوگوں کی ہمدردیاں اور انکی حمایت حاصل کرنے کی غرض سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عبداللہ بن حضرمی کو بصرہ بھیجا۔ عبداللہ بن حضرمی جب بصرہ پہنچے تو ان دِنوں حاکم بصرہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بصرہ میں موجود نہ تھے وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے ہوئے تھے اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے عبداللہ بن حضرمی نے اپنی کوششوں کو تیز کیا اور اس میں کافی حد تک کامیابی حاصل کر لی۔ قبیلہ بنو تمیم اور تقریباً تمام اہل بصرہ نے اس کی دعوت پر لبیک کہا اس طرح ابن حضرمی نے ایک زبردست جمعیت اکٹھی کر لی۔

بصرہ کے حالات کی خبر کوفہ میں جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملی تو آپ نے عین بن ضبعیہ کو ابن حضرمی کی سرکوبی کیلئے روانہ کیا۔ دوسری طرف بصرہ کی صورتحال اس قدر خراب ہو گئی تھی کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عامل زیاد کو بصرہ سے راہ فرار اختیار کرنا پڑی اور وہ حدان میں جا کر پناہ گزین ہو گئے۔ عین بن ضبعیہ ابھی کچھ کرنے بھی نہ پائے تھے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خیر خواہوں نے ان کو قتل کر دیا۔ ان کے قتل کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جاریہ بن قدامہ کو اس مہم پر مامور کیا۔ چنانچہ وہ تیز رفتاری سے بصرہ پہنچے اور ایسی حکمت عملی اختیار کی کہ ابن حضرمی اور اس کے ساتھیوں کو اپنے گھیرے میں لے کر ان کے پڑاؤ کے مقام کو آگ لگا دی عبداللہ بن حضرمی مارے گئے۔ اہل بصرہ نے دوبارہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اطاعت قبول کی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل بصرہ کیلئے عام معافی کا اِعلان کر دیا، اس طرح بصرہ میں امن قائم ہو گیا۔

اہل فارس کی بغاوت

دیگر علاقوں کی دن بدن بگڑتی ہوئی صورتحال کا فائدہ اہل فارس نے بھی اُٹھایا اور انہوں نے بھی بغاوت کا علم بلند کر کے اپنے حاکم سہیل بن حنیف کو فارس سے نکل جانے پر مجبور کر دیا۔ ان لوگوں کی بغاوت کو فرو کرنے کیلئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے زیاد بن حفصہ کو بھیجا گیا ان کے پہنچنے کے بعد اہل فارس کی سرکوبی کیلئے طاقت استعمال کی گئی اور ان کو اطاعت تسلیم کرنے کیلئے راہِ راست پر لایا گیا۔

بغاوت کا سلسلہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مخالفت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکومت کیلئے بہت زیادہ نقصان دہ ثابت ہوئی، مختلف صوبوں اور علاقوں میں بغاوت کے پس پردہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کافی عمل دخل تھا۔ تاریخ کے صفحات میں رقم ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زیر قبضہ علاقوں میں بدامنی پھیلانے اور آپ کو پریشان کرنے کی غرض سے مدینہ منوّرہ، طائف اور یمن وغیرہ سے بہت سے لوگوں کو دمشق میں اکٹھا کر لیا پھر نعمان بن بشر کو دو ہزار کی جمعیت کے ساتھ عین التمر کی طرف بھیجا وہاں کے والی مالک بن کعب تھے ان کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے کوئی امداد نہ پہنچی جس کے باعث نعمان بن بشر نے عین التمر پر قبضہ کر لیا، سفیان بن عوف کو چھ ہزار کی جمعیت کے ساتھ مدائن اور انبار وغیرہ کی طرف بھیجا۔ سفیان بن عوف نے مدائن اور انبار وغیرہ کے علاقوں میں لوٹ مار کر کے کافی خزانہ اپنے قبضے میں کیا اور پھر دمشق کی راہ لی۔ اسی طرح ضحاک بن قیس کو واقصہ کے نشیبی علاقے کی طرف بھیجا گیا جب کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دجلہ کے ساحلی علاقوں پر چڑھائی کر کے بیت المال لوٹ لیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خیر خواہوں نے مقابلہ کرنے کی سعی کی مگر ان کو ناکامی ہوئی۔

یمن و حجاز وغیرہ

یمن و حجاز وغیرہ پر قبضہ کرنے اور وہاں کے لوگوں کو اپنی اطاعت پر مجبور کرنے کیلئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بسر بن ارطاط کو تین ہزار کی جمعیت کے ساتھ حجاز یمن کی طرف روانہ کیا۔ مکۂ مکرمہ اور مدینۂ منوّرہ پر بغیر کسی مزاحمت کے اس کا قبضہ ہوگیا یہاں کے باشندوں نے زبردستی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے بیعت لے لی گئی۔ یہاں سے کامیاب ہونے کے بعد بسر بن ارطاط نے یمن کی طرف پیش قدمی کی۔ یمن کے عامل عبید اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ یہ بسر بن ارطاط کی پیش قدمی کی اطلاع سن کر فوری طور پر کوفہ پہنچے تاکہ دارالخلافہ سے اپنے لئے مدد حاصل کرسکیں۔ ان کی غیر موجودگی میں بسر بن ارطاط یمن پہنچ گئے اور اس نے قتل و غارت گری کرتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہت سے حامیوں کو شہید کردیا۔ حضرت عبید اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو کمسن بچوں کو بھی بے دردی سے شہید کردیا گیا۔

عملی طور پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت عراق اور ایران تک محدود ہو کر رہ گئی تھی مگر ان دونوں ممالک پر بھی آپ کی گرفت کوئی خاصی مضبوط نہ تھی شورشوں کے طوفان جابجا اُٹھتے ہوئے دکھائی دیتے تھے۔ شامی افواج نے عراق کی سرحد پر بھی چھیڑ چھاڑ شروع کردی تھی اور وہاں پر متعین محافظ فوج کو شکست دے کر انبار پر قبضہ کرلیا تھا، بسر بن ارطاط کی سرگرمیاں بڑھتی جارہی تھیں آپ نے اس کی سرکوبی کیلئے وہب بن مسعود اور جاریہ بن قدامیہ کو چار ہزار کے لشکر کے ساتھ مامور کیا۔ ان کی روانگی کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ پھر اہل کوفہ کو مخالفین کی گوشمالی کی غرض سے اپنا ساتھ دینے کیلئے اکٹھا کیا اور ان کے سامنے نہایت پُر اثر تقریر کرتے ہوئے ان کے جذبات کو اُبھارنے کی کوشش کی مگر اہل کوفہ پر بے حسی کا عالم طاری تھا۔ بڑی مشکل سے اہل کوفہ ملک شام پر چڑھائی کیلئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ساتھ دینے پر تیار ہوئے اس پر جنگی تیاریاں شروع کردی گئیں۔ مگر ان جنگی تیاریوں میں کوئی خاص جوش و خروش نہ تھا جب کہ اس کے برعکس حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مخالفین آپ کے خلاف ریشہ دوانیوں میں پوری سرگرمی سے تیاریوں میں مصروف تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جنگی تیاریاں ابھی جاری تھیں کہ خارجیوں کا وار چل گیا عبدالرحمٰن ابن ملجم کی زہر آلود تلوار سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت واقع ہوگئی۔

شہادت

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنے کی غرض سے خارجیوں کے چند سرکردہ افراد نے سازش کی۔ ان خارجیوں کی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سخت عداوت تھی۔ واقعہ نہروان کے بعد مکہ مکرمہ میں تین خارجی عبدالرحمٰن بن ملجم، مرادی برک بن عبداللہ تیمی اور عمرو بن بکر تمیمی اکٹھے ہو کر ہم مشورہ ہوئے اور آپس میں یہ طے کیا کہ جب تک تین اشخاص حضرت علی، حضرت عمرو بن العاص اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس دُنیا میں موجود ہیں مسلمان پریشانیوں میں مبتلا رہیں گے لہٰذا ان تینوں کو قتل کر دینا ہی مناسب ہے۔

قاتلوں کا اتفاق

ان خارجیوں نے آپس میں اس بات پر اتفاق کیا اور یہ طے کیا کہ عبدالرحمٰن بن ملجم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کرے، برک بن عبداللہ تیمی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور عمرو بن بکر تمیمی حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کرے۔ علاوہ ازیں یہ بھی طے کیا گیا کہ ان تینوں شخصیات کو ایک ہی دن اور ایک ہی وقت قتل کیا جائے۔ چنانچہ اس منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کیلئے ایک تاریخ مقرر کر لی گئی جبکہ نمازِ فجر کا وقت مقرر کیا جانا موزوں سمجھا گیا۔ اس اتفاق رائے کے بعد خارجیوں کی مجلس برخاست ہو گئی۔

خارجیوں کی روانگی

مقررہ تاریخ پر اپنے ناپاک منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کی غرض سے تینوں خارجی شخص کوفہ، دمشق اور مصر کی طرف روانہ ہو گئے اور اپنے اپنے ٹارگٹ کو نشانہ بنانے کیلئے پہنچ گئے۔ دمشق کی جامع مسجد میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھا رہے تھے کہ برک بن عبداللہ تمیمی نے تلوار کا وار کیا، یہ فجر کا وقت تھا۔ برک بن عبداللہ تمیمی ایک ہی وار کرنے کے بعد ایسا گھبرایا کہ اس نے دوڑ لگا دی مگر لوگوں نے اس کو قابو کر لیا تلوار کا یہ وار کارگر نہ تھا۔ اس سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ معمولی زخمی ہوئے چند دن کے علاج سے زخم ٹھیک ہو گیا۔ ایک روایت کے مطابق برک کو اُسی وقت موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا جبکہ دوسری روایت کے مطابق چند سال قید میں ڈالا گیا پھر قتل کر دیا تھا۔ اس کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد میں اپنے لئے ایک جگہ بنوائی جو محفوظ تھی اور اس پر پہرہ بھی مقرر کیا۔

دوسری طرف عمرو بن بکر تمیمی مصر میں پہنچ چکا تھا اور طے شدہ منصوبہ کے مطابق مقررہ تاریخ اور مقرر وقت کو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنے کی غرض سے جامع مسجد میں داخل ہوا۔ اتفاق سے اُس دن حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ علیل تھے اور نمازِ فجر پڑھانے کی غرض سے مسجد نہ آئے تھے انہوں نے اپنی جگہ حضرت خارجہ بن ابی حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امامت کیلئے بھیج دیا تھا حضرت خارجہ بن ابی حبیبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نمازِ فجر کی امامت کرا رہے تھے کہ عمرو بن بکر تمیمی نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مغالطہ میں حضرت خارجہ بن ابی حبیبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملہ کر دیا جس سے وہ شہید ہو گئے۔

تینوں میں سب سے پہلے عبدالرحمٰن بن ملجم کوفہ پہنچا تھا اور اس نے کوفہ میں پہنچ کر دوسرے خوارج سے خفیہ رابطے کئے چونکہ اس نے اپنے ذِمہ ایک بہت بڑا کام لیا تھا اس لئے اُس نے چاہا کہ اس کام میں مکمل طور پر کامیابی حاصل کرنے کیلئے کچھ اور لوگوں کو بھی اپنے ساتھ ملایا جائے چنانچہ اس مقصد کیلئے اُس نے اپنے ایک نہایت قریبی دوست شبیب بن شجرہ اشجعی کو اعتماد میں لیا اور اسے اپنے منصوبے کے بارے میں بتایا اور اس سے امداد کا طلب گار ہوا، شبیب نے ابن ملجم کو اس کام سے باز رکھنے کی کوشش کی مگر جب ابن ملجم نے دلیل دیتے ہوئے یہ کہا کہ ہمیں نہروان کے مقتولین کے بدلے میں حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو قتل کر دینا چاہئے کہ شبیب قائل ہو گیا اور اس نے ساتھ دینے کا وعدہ کیا۔ جنگ نہروان میں قبیلہ تمیم کے دس افراد لشکر خوارج کی طرف سے لڑتے ہوئے مارے گئے ان کے مارے جانے والے افراد کے عزیز و اقارب جو کوفہ میں رہائش پذیر تھے اس واقعہ کی بناء پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغض وعناد رکھتے تھے ابن ملجم ان لوگوں سے بھی ملا وہاں پر اس نے قطام نامی ایسی خوبصورت عورت دیکھی کہ وہ اسے دیکھتے ہی اس پر فریفتہ ہو گیا اس عورت کا والد اور بھائی قبیلہ تمیم کے مارے جانے والے دس افراد میں شامل تھے۔ ابن ملجم نے قطام کے ساتھ شادی کا اِرادہ ظاہر کیا اور اس مقصد کیلئے اس نے باقاعدہ طور پر نکاح کا پیغام بھی دیا۔

ابن ملجم کے پیغام کے جواب میں قطام نے کہا کہ اگر پہلے حق مہر کی ادائیگی کر دو تو میں شادی کیلئے تیار ہوں، قطام سے جب حق مہر پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ تین ہزار دِرہم، ایک غلام، ایک لونڈی اور حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا کٹا ہوا سر میرا مہر ہے۔ ابن ملجم آخری شرط سن کر دل میں خوش ہوا کیونکہ وہ تو پہلے ہی اس ارادہ سے کوفہ میں آیا تھا لہٰذا اس نے کہا کہ پہلی تین شرائط کو پورا کرنے سے میں اس وقت قاصر ہوں البتہ آخری شرط کو پورا کر سکتا ہوں۔ قطام اس پر راضی ہو گئی اور کہا کہ اگر تم آخری شرط کو پورا کر دو تو باقی تینوں سے میں خود دستبردار ہو جاؤں گی۔ اس گفتگو کے بعد ابن ملجم نے قطام سے اس بات کا وعدہ لیا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کرنے کے منصوبے کے بارے میں کسی سے ذِکر نہ کرے۔ قطام نے وعدہ بھی کیا اور اپنے ایک عزیز وردان کو ابن ملجم کی معاونت کیلئے ساتھ کر دیا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خواب

یہ 17 رَمَضانُ الْمُبارَکْ 40 ھ کی فَجْر کے وَقت کا واقعہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نیند سے بیدار ہوکر اپنے صاحبزادے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ رات کو میں نے خواب میں حضور نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ آپ کی اُمت نے میرے ساتھ بے مروتی اور بے وفائی اختیار کی ہے اور شدید تنازعہ پیدا کردیا ہے۔ اس کے جواب میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔ چنانچہ میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور اس طرح دعا کی کہ یا اللہ مجھے تو ان لوگوں سے بہتر لوگوں میں پہنچادے اور میرے بجائے ان لوگوں کا ایسے شخص سے واسطہ ڈال جو مجھ سے بدتر ہو۔ (تاریخُ الْخلفاء)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملہ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی فرما ہی رہے تھے کہ ابن نباح مؤذن نے آکر نماز کیلئے آواز دی۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھانے کیلئے گھر سے نکلے۔ اثنائے راہ میں مسلمانوں کو نماز کیلئے آواز دے کر حسبِ عادت جگاتے جاتے تھے۔ ابن ملجم اور اس کے ساتھ وردان اور شبیب بن انجرہ اپنے ناپاک منصوبے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی غرض سے رات کے وقت ہی کوفہ کی مسجد میں چھپ کر بیٹھ گئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نمازِ فجر پڑھانے کیلئے مسجد کے دروازے میں داخل ہوئے ہی تھے کہ وردان نے تیزی دکھاتے ہوئے آپ پر اچانک تلوار کا ایک ایسا بھرپور وار کیا کہ آپ کی پیشانی مبارک کنپٹی تک کٹ گئی اور تلوار دماغ پر جا کر ٹھہری۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شدید زخمی ہوگئے آپ نے زخمی حالت میں حکم دیا کہ ان کو پکڑو۔ اس وقت تک نمازِ فجر کی ادائیگی کیلئے مسلمان مسجد میں آچکے تھے دونوں خارجی مسجد سے نکل بھاگے جبکہ ابن ملجم بھاگنے میں کامیاب نہ ہوسکا اور مسجد کے ایک کونے میں جا بیٹھا جسے پکڑلیا گیا۔ شبیب بن انجرہ کے تعاقب میں لوگ دوڑے ایک شخص حضرمی نے اسے قابو کرلیا مگر وہ اپنے آپ کو ان کی گرفت سے چھڑا کر اس قدر تیزی سے بھاگا کہ کسی کے ہاتھ نہ آیا۔ دوران بھاگتے ہوئے اپنے گھر کے نزدیک پہنچا ہی تھا کہ لوگوں نے اس پر قابو پالیا اور وہیں پر موت کے گھاٹ اُتار دیا۔

وَصیَّت

ابن ملجم کو گرفتار کر کے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے اعلیٰ ظرفی کی مثال قائم کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اگر میں اس زخم سے انتقال کر جاؤں تو تم بھی اسے (قصاص کے طور پر) قتل کر دینا اور اگر میں صحت یاب ہوگیا تو پھر میں خود جو مناسب سمجھوں گا کروں گا۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے بنو عبدالمطلب کو وصیت فرمائی کہ میرے قتل کو مسلمانوں کے خون بہانے کی دلیل نہ بنالینا اور صرف اسی شخص کو جو کہ میرا قاتل ہے قصاص میں قتل کرنا۔ اس کے بعد اپنے صاحبزادے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اے حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! اگر میں اس زخم کی تاب نہ لا کر انتقال کر جاؤں تو تم بھی اس پر صرف ایک ہی ایسا وار کرنا جس سے میرا قاتل ہلاک ہوجائے اور ہرگز مثلہ نہ کرنا اس لئے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مثلہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

عقبہ بن ابو صہباء سے روایت وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد محترم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زخمی حالت میں دیکھ کر رو پڑے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا، اے میرے بیٹے! تجھے کس چیز نے رُلایا؟ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، مجھے کیا ہوا ہے کہ میں نہ روؤں حالانکہ آپ آخرت کے پہلے دِن میں اور دُنیا کے آخری دن میں ہیں۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اے میرے بیٹے! چار باتوں کو یاد کر لے اور یہ چار اور ہیں جو تجھے نقصان نہ پہنچائیں گی جب تک کہ تو ان پر عمل کرتا رہے گا۔ اس کے بعد فرمایا، تمام دولت میں سے سب زیادہ بے پرواہ کرنے والی دولت عقل ہے اور سب سے بڑی محتاجی حماقت ہے اور سب سے زیادہ وحشت کی چیز خود بینی ہے اور سب سے بڑے کرم کی چیز اچھے اخلاق ہیں۔ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں نے کہا ابا جان! یہ چار ہوئیں وہ دوسری چار بھی بتا دیجئے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اپنے آپ کو احمق کی دوستی سے بچانا وہ تیرے ساتھ نفع کا اِرادہ کرے گا اور تجھے نقصان پہنچا دے گا اور تو اپنے آپ کو جھوٹوں کی دوستی سے بچانا جھوٹا دُور کے لوگوں کو تجھ سے قریب کر دے گا اور قریب کے لوگوں کو تجھ سے دُور کر دے گا اور اپنے آپ کو بخیل کی دوستی سے بچانا اس لئے کہ بخیل تجھ سے اس چیز کو دور کر دے گا جس کا تو زیادہ محتاج ہے اور اپنے آپ کو فاسق و فاجر کی صحبت سے بچانا اس لئے کہ وہ تجھے معمولی چیز کے بدلہ میں بیچ کھائے گا۔

(ابن عساکر۔ کذا فی الکنز)

ایک اور رِوایت میں آتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلوار لگنے سے شدید زخمی ہو گئے تھے حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضر ہو کر عرض کی، امیر المؤمنین ! کیا آپ کے بعد ہم لوگ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرلیں، آپ نے ارشاد فرمایا، اس کے متعلق میں کچھ نہیں کہنا چاہتا تم لوگ خود اس معاملے کو طے کرنا۔ اس کے بعد آپ نے امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بلا کر نہایت مفید نصائح فرمائے اور ارشاد فرمایا، میں تمہیں پروردگار عالم کا تقویٰ اختیار کرنے اور دنیا میں مبتلا نہ ہونے کی وصیت کرتا ہوں، تم کسی شے کے حصول میں ناکامی پر افسوس نہ کرنا، ہمیشہ حق بات کہنا، یتیموں پر رحم کرنا، مظلوموں کی امداد کرنا، ظالم کی مخالفت کرنا، بے کسوں کی حمایت کرنا، قرآن حکیم پر عمل کرنا اور پروردگار عالم کے حکم کی تعمیل میں ملامت کرنے والوں کی ملامت سے بالکل نہ ڈرنا۔ پھر اپنے بیٹے محمد بن حنفیہ کے ساتھ لطف و مدارت کی تاکید فرمائی اور ارشاد فرمایا تم محمد بن حنفیہ کے ساتھ ہمیشہ اچھا سلوک کرنا اور رعایت کے ساتھ پیش آنا۔ اس کے ساتھ ہی محمد بن حنفیہ سے مخاطب ہو کر فرمایا، میں تمہیں بھی ایسی ہی باتوں کی وصیت کرتا ہوں تم دونوں بھائیوں کی تعظیم و توقیر کرنا تم پر ان کا حق زیادہ ہے ان کی مرضی کے بغیر تمہیں کوئی کام نہیں کرنا چاہیے۔ (طبری)

﴿ محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے تھے جو کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت خولہ بنت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ نام محمد بن علی تھا مگر محمد بن حنفیہ کے نام سے مشہور ہیں۔ ﴾

تاریخ شہادت

ابن ملجم لعین نے زہر میں بجھی ہوئی تلوار کا ایسا شدید زخم لگایا تھا کہ زہر کا اثر نہایت تیزی سے تمام جسم میں سرایت کر گیا۔ ایک روایت کے مطابق اسی دِن رات کے وقت وصال فرما گئے۔ بعض کا کہنا ہے کہ چند یوم کے بعد وصال فرمایا۔ تاریخ شہادت کے بارے میں بھی مختلف رِوایات ہیں ایک روایت کے مطابق 20 رمضان المبارک کی شب وصال فرمایا۔ بعض نے 17 رَمضان المبارک بروز جمعہ بتایا ہے، بعض نے 23 رَمضان البارک کہا ہے جبکہ اکثر نے 21 رَمضان المبارک 40ھ کہا ہے۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر مبارک 63 یا 65 سال تھی۔ بعض نے 57, 64 اور 58 برس بتائی ہے۔

تجہیز و تکفین

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسن، حضرت امام حسین اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ کو غسل دیا، تین کپڑوں میں کفن دیا گیا جن میں قمیض نہ تھی۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور دارالامارت کوفہ میں رات کے وقت آپ کو دفن کر دیا گیا۔ بعض کا کہنا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ سے تقریباً سترہ کلومیٹر دُور دفن کیا گیا جبکہ بعض روایات کے مطابق کوفہ کی مسجد میں دفن کیا گیا۔ بعض کا کہنا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسد پاک کو حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خارجیوں کی طرف سے اس خطرہ کے باعث کہ وہ کہیں آپ کی بے حرمتی نہ کریں نکال کر ایک دوسری قبر میں خفیہ طور پر دفن کر دیا۔ اس ضمن میں ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسد مبارک کے تابوت کو مدینہ طیبہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قربت میں دفن کرنے کی غرض سے لے جایا رہا تھا کہ راستے میں وہ اونٹ جس پر جسد مبارک والا تابوت رکھا ہوا تھا اچانک بھاگ کھڑا ہوا اور پھر اُس کے بارے میں پتا نہ چلا کہ وہ کس طرف کو نکل گیا۔ اس حوالے سے ایک اور روایت میں آتا ہے کہ یہ اونٹ طے کی سرزمین میں لوگوں کو مل گیا اور لوگوں نے آپ کے تابوت کو وہاں پر دفن کر دیا۔ (واللہ اعلم بالصواب)

خلافت کی ذمہ داریاں

سیّدنا علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت کی ذِمہ داریوں کونہایت احسن طریقہ سے نبھایا اور تمام حالات کی نگرانی میں خصوصی طور پر دِلچسپی لی اگرچہ آپ کا دورِ خلافت شورشوں اور فتنوں کے حوالے سے نہایت پرفتن رہا آپ کی زیادہ تر توجہ اسی جانب مبذول رہی شورشوں کوفروکرنے اوراسی نوعیت کے دوسرے معاملات نمٹانے میں مصروف ومشغول رہے مگراس کے باوجود آپ خلافت کے دیگر اُمور سے کبھی بھی غافل نہیں ہوئے اور مملکت کے کاموں میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔آپ کے دورِ خلافت کے حسن انتظام کی چیدہ چیدہ خوبیوں کو ان صفحات کی زینت بنایا گیا ہے۔ اس سے بخوبی طور پر اندازہ ہوجاتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارِخلافت سے کس طرح عہدہ برآئے۔

رعایا کی خبر گیری

خلافت کی ذِمہ داری سنبھالنے کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رعایا کے معاملات اور مسائل کو جاننے اور حل کرنے کیلئے بذات خود گاہے بگاہے دورہ فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ ہاتھ میں دُرّہ لئے ہوئے بازاروں کا چکر لگایا کرتے اور لوگوں کوتقویٰ ، پرہیزگاری، سچائی، حسن معاملات اور ناپ تول کو پورا اور صحیح رکھنے کی ترغیب دیتے تھے۔ایک مرتبہ بازار میں تشریف لے گئے دیکھا کہ ایک لونڈی کھجورفروش کی دکان پر کھڑی رورہی ہے۔اُس سے دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے کیوں رورہی ہو؟ اُس نے کہا کہ اس دکاندار نے ایک دِرہم کے عوض مجھے یہ کھجوریں فروخت کی ہیں لیکن میرے آقا نے ان کھجوروں کو واپس کردیا ہے اور اب یہ واپس لینے پر راضی نہیں ہوتا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس لونڈی کی سفارش کرتے ہوئے دکاندار سے فرمایا کہ اسکی کھجوریں لےلواوراس کے پیسے واپس کردو۔دکاندار آپ کو پہچانتا نہ تھا اسلئے اس نے آپ کی بات ماننے سے صاف اِنکار کردیا اسی اثناء میں وہاں پر لوگ اکٹھے ہوچکے تھے لوگوں نے دکاندار سے کہا، کچھ خبر بھی ہے تمہیں ! **یہ امیرالمؤمنین ہیں۔** یہ سن کردکاندار گھبرایا اوراس نے جلدی سے کھجوریں واپس لے کر رقم لوٹادی اورآپ سے کہنے لگا اے امیرالمؤمنین! مجھ سے راضی ہوجایئے۔آپ نے ارشاد فرمایا، اگرلوگوں کا حق پورا پورا ادا کروگے تو مجھ سے زیادہ کون تم سے راضی ہوگا۔ (استیعاب)

ایک مرتبہ آپ بازار سے گزرے تو دیکھا کہ منڈی والوں نے وہاں پر اپنی اپنی جگہوں کومخصوص کرکے اپنے قبضہ میں لے کر اپنی ملکیت بنا رکھا ہے اس پر دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ منڈی والوں نے اپنی اپنی جگہیں خاص کرکے اپنی اپنی ملکیت بنالی ہیں۔ یہ بات سن کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ، ان لوگوں کو یہ حق نہیں پہنچتا اس لئے کہ مسلمانوں کی منڈی مسجد کی طرف ہوتی ہے اوراس کا طریقہ کار یہ ہے کہ جو وہاں پر پہلے پہنچ جائے اورکوئی جگہ اپنے قبضہ میں کرلے تووہ جگہ سارا دن اس کی رہے گی حتیٰ کہ وہ خود اپنی مرضی سے اسے چھوڑدے۔

امراء و عمال کا محاسبہ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمال واُمراء کا محاسبہ ونگرانی کرنے میں نہایت شدید تھے۔آپ نے اپنے دورِ خلافت میں سب سے پہلے اسی جانب توجہ فرمائی اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا تمام عمال عثمانی کو فوری طور پر موقوف کردیا۔ دوسرے یہ کہ تمام عمال کے طرزِ عمل کے کھلے عام تحقیقات کرائی یہ ایک ایسی انقلابی تبدیلی تھی جو خود حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں بھی نہیں ہوئی تھی۔ (یعقوبی کتاب الخراج)

عمال سے بازپُرس اور اُن کا محاسبہ کرنے کے ضمن میں آپ کسی قسم کا لحاظ نہ رکھتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ کے چچازاد بھائی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو کہ بصرہ کے عامل تھے، بیت المال سے ایک کثیر رقم لے لی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر ان سے بازپُرس فرمائی تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے ابھی اپنا پورا حق نہیں لیا ہے۔ اس معقول عذر کے باوجود حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوفزدہ ہو کر بصرہ سے مکہ مکرمہ چلے گئے۔ (طبری)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن دِنوں بصرہ کے عامل تھے بنی تمیم کے ساتھ سختی سے پیش آیا کرتے تھے اس بات کی خبر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہوئی تو آپ نے ان کو ایک خط تحریر فرمایا کہ تم بصرہ والوں سے اچھا سلوک کرو، ان کے دِلوں سے خوف دور کردو۔ اے ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تجھ پر اللہ کی رحمت ہو، اپنی زبان سے اور ہاتھ سے خیر وشر میں ہوشیار رہ تجھ سے میرا حسن ظن کمزور نہ ہونے پائے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمال کے بے جا اِسراف اور مالی بدعنوانیوں کا بھی شدید نوٹس لیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ اردشیر کے عامل مصقلہ نے بیت المال سے قرض لیکر پانچ سو غلام اور لونڈیوں کو خرید کر آزاد کردیا۔ کچھ دِنوں کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے سختی کے ساتھ رقم کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ آپ کی اس سختی کو دیکھ کر مصقلہ نے کہا، اللہ کی قسم! عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اس قدر رقم کا چھوڑ دینا کوئی معنی نہ رکھتا تھا مگر یہ تو ایک ایک حبہ کا بھی مطالبہ کرتے ہیں۔

چونکہ مصقلہ یہ رقم ادا نہ کرسکے تھے اس لئے مفلسی کی وجہ سے مجبور ہو کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پناہ میں چلے گئے۔ اس بات کی خبر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہوئی تو آپ نے فرمایا، اللہ اسکا بُرا کرے کام تو اس نے سردار جیسا کیا مگر غلام کی مانند فرار ہوا اور فاجر کی طرح خیانت کی، اللہ کی قسم! اگر وہ ٹھہرا رہتا تو قید سے زیادہ اس کو سزا دیتا اور اگر اس کے پاس کچھ ہوتا تو وہ وصول کرتا ورنہ معاف کردیتا۔ (طبری)

محاصل و خراج

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خراج کی وصولی کے ضمن میں نہایت نرمی اختیار فرمائی، آپ کے دورِ خلافت میں ظلم اور زیادتی اس معاملے میں کرنے کی سختی سے ممانعت تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ کسی عامل کو خراج کی وصولی پر تعینات فرمایا تو اس کو یہ نصیحت کی کہ کسی شخص کی مال گزاری کے وصول کرنے میں کوڑا نہ مارنا اور ان کی روزی، ان کے گرمی اور سردی کے کپڑے اور بار برداری کے جانور نہ لینا اور کسی کو کھڑا نہ کرنا۔

اس عامل نے کہا، اے امیر المؤمنین! پھر تو آپ یہ فرمایئے کہ میں اسی طرح خالی ہاتھ ہی واپس آؤں۔ ارشاد فرمایا یہ بھی سہی۔ ہمیں صرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ فالتو مال سے مال گزاری وصول کریں۔ (اسد الغابہ)

آپ خراج کی وصولی کے سلسلہ میں رعایا کی پریشانیوں اور مجبوریوں کا خاص خیال رکھا کرتے تھے یہی وجہ تھی کہ آپ کے عہد خلافت میں معذور اور نادار اشخاص کے ساتھ کسی قسم کی کوئی زیادتی نہ کی جاتی تھی۔ (کتاب الخراج)

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد میں گھوڑوں پر زکوٰۃ نہ لی جاتی تھی مگر جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں گھوڑوں کی تجارت عام ہونے لگی تو اس پر زکوٰۃ مقرر کر دی گئی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دورِ خلافت آیا تو آپ نے تمدنی اور جنگی فوائد کے نقطۂ نظر کو سامنے رکھتے ہوئے یہ ضروری سمجھا کہ گھوڑوں کی افزائش نسل کیلئے عوام کو سہولتیں بہم پہنچائی جائیں چنانچہ اس مقصد کیلئے آپ نے اپنے دورِ خلافت میں گھوڑوں پر زکوٰۃ موقوف کر دی۔ (کتاب الخراج)

محاصل کے شعبہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت سی اصلاحات کیں آپ کے دورِ خلافت سے قبل جنگل سے کسی طرح کا بھی مالی فائدہ حاصل نہیں کیا جاتا تھا مگر آپ نے اپنے عہد خلافت میں جنگلات کو بھی ملکی محاصل کے زمرے میں شامل کر لیا۔ چنانچہ برس کے جنگل پر چار ہزار درہم مال گزاری تشخیص کی گئی۔ (کتاب الخراج)

شہر کی آباد کاری

عوام کی سہولت کی غرض سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں والئی، آذربائیجان، حضرت شعث بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اردبیل شہر آباد کیئے اور بہت سے عربوں کو لا کر اس شہر میں بسایا اور ایک خوبصورت مسجد بھی تعمیر کروائی۔ (فتوح البلدان)

تعزیرات

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عدل و انصاف کے معاملے میں نہایت سخت تھے اور تعزیرات کے نفاذ کے سلسلہ میں کسی قسم کی رعایت نہ کرتے تھے مگر اس سے قبل مکمل طور پر تحقیق و تفتیش فرمالیا کرتے تھے تاکہ کسی پر کوئی زیادتی نہ ہو جائے۔ سزاؤں پر عمل درآمد کے معاملہ میں بھی پوری احتیاط روا رکھتے تھے چنانچہ وہ عورتیں جو زنا کے نتیجہ میں حاملہ ہوتی تھیں ان پر حد جاری کرنے کیلئے وضع حمل کا انتظار کیا جاتا تاکہ بچہ کی جان کو کوئی نقصان نہ پہنچے کیونکہ اس میں بچے کا کوئی قصور نہیں ہے۔ اسی طرح قیدیوں کا بھی خاص خیال رکھا جاتا تھا، عام قیدیوں کو بیت المال سے کھانا مہیا کیا جاتا تھا مگر وہ لوگ جو اپنے فسق و فجور کی وجہ سے نظر بند کئے جاتے تھے اگر وہ دولت مند ہوتے تھے تو خود ان کے اپنے مال سے ان کے خورد و نوش کا انتظام کیا جاتا تھا ورنہ بیت المال سے کھانا مہیا کر دیا جاتا تھا۔ (کتاب الخراج)

جن مجرموں پر جرم ثابت ہو جاتا اور ان کو سزا سنا دی جاتی تو خاص طور پر دُرّے مارنے والوں کو یہ ہدایت تھی کہ چہرہ اور شرم گاہ کے علاوہ تمام جسم پر دُرّہ مارا جا سکتا ہے، عورتوں کیلئے یہ حکم تھا کہ ان کو سزا دینے سے قبل بٹھا دیا جائے اور ایک الگ کپڑے سے ان کا تمام جسم اس طرح سے چھپا دیا جائے کہ کوئی بھی جسم کا حصہ بے پردہ نہ پائے اور رجم کی سزا کی صورت میں ناف تک زمین میں گاڑ دینا چاہیے۔ (کتاب الخراج)

اگر کوئی مجرم نشہ کی حالت میں ہوتا تو اس کے نشہ اُترنے کا اِنتظار کیا جاتا تھا اسی طرح دس دِرہم سے کم چوری میں ہاتھ کاٹنے کا حکم نہ تھا۔ بغیر جرم کئے صرف اقدام جرم ہی مجرم ثابت کرنے کیلئے کافی نہ ہوتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ایک شخص نے ایک گھر میں چوری کی غرض سے نقب لگائی مگر چوری کرنے سے پہلے ہی اس کو پکڑ لیا گیا اسے پکڑ کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت اقدس میں پیش کیا گیا تو آپ نے اس پر کوئی حد جاری نہ کی۔ (کتاب الخراج)

ہمارے ہاں پولیس تشدد کر کے جرائم کا اقرار کرواتی ہے۔ مگر اُس دَور میں لوگ خود جرائم کا اقرار کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر کہا، اے امیر المؤمنین! میں نے چوری کی ہے۔ آپ نے اسے ڈانٹ کر واپس کر دیا مگر جب اس نے دوسری بار پھر حاضر ہو کر اپنے جرم کا اقرار کیا تو فرمایا تم نے خود اپنے اوپر کامل شہادت دے دی اور اپنا جرم آپ ثابت کر دیا اور پھر اس وقت اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم صادر فرما دیا۔ (کتاب الخراج)

ذمیوں کے حقوق

آپ اپنے عمال کو ذمیوں کے حقوق کا خیال رکھنے کی خاص طور پر ہدایت فرمایا کرتے تھے۔ اپنے ایک عامل کے نام خط تحریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تمہارے علاقے کے زمینداروں نے تمہاری سختی، سنگدلی، تحقیر اور بے پروائی کی شکایت کی ہے بے شک یہ لوگ مشرک ہیں مگر ان کے ساتھ بے اعتنائی کا سلوک روا رکھنا ٹھیک نہیں، تم یوں کرو کہ ان کیلئے نرمی کا لباس پہن لو جس کے کناروں پر سختی کی گوٹ ہو، نرمی اور سختی کا درمیانی راستہ اختیار کرو، نہ ایسا سلوک کرو کہ وہ بالکل دُور ہو جائیں اور نہ ایسا کہ بالکل نزدیک آجائیں، ان کے ساتھ ایک درمیانی سلوک کرو۔

ایک مرتبہ ایک مسلمان نے ایک ذمی کو موت کے گھاٹ اُتار دیا یہ معاملہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت اقدس میں پیش ہوا تو آپ نے اس کے قتل کا حکم صادر فرمایا مگر مقتول کے بھائی آئے اور کہا کہ ہم نے اسے معاف کر دیا ہے۔ اس پر آپ نے دریافت فرمایا کہ تمہیں کوئی دھمکی دے کر تو معاف کرنے پر مجبور نہیں کیا گیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہم نے اپنی مرضی سے اپنے بھائی کا خون معاف کیا ہے۔ (نصب الرایہ)

فوجی معاملات

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوجی معاملات میں پوری طرح دلچسپی لیتے تھے چونکہ خود بھی جنگی معاملات میں نہایت وسیع تجربہ رکھتے تھے اور فوجی معاملات سے منسلکہ تمام امور پر آپ کی گہری نظر تھی اس لئے اپنے دورِ خلافت میں اس جانب خصوصی توجہ دی اور شام کی سرحد پر بہت بڑی تعداد میں فوجی چوکیاں قائم کیں۔ جن کا بہت فائدہ ہوا۔ چنانچہ 40ھ میں جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عراق پر چڑھائی کی تو انہی سرحدی فوجی چوکیوں میں موجود فوجوں نے مزاحمت کرتے ہوئے ان کو پیش قدمی کرنے سے روک دیا۔ آپ کے عہد میں ایران میں مسلسل شورش اور بغاوت کی وجہ سے بیت المال سے ایک خطیر رقم بچوں اور عورتوں کی حفاظت کیلئے نہایت مضبوط قلعوں کی تعمیر پر صَرف کی گئی اس ضمن میں اصطخر کا قلعہ حصن زیاد بھی انہی دِنوں کی تعمیر ہے۔ (طبری)

فیصلے

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت اقدس میں جب بھی کوئی مقدمہ پیش ہوا تو آپ نے نہایت دوراندیشی اور معاملہ فہمی سے کام لے کر عدل وانصاف کے تقاضوں کے عین مطابق شریعت مطہرہ کی روشنی میں ایسا فیصلہ صادر فرمایا کہ جس سے آپ کی قابلیت وذہانیت اور خداداد صلاحیت کا بخوبی پتا چلتا ہے۔ آپ کی اسی قابلیت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اقضانا علی و اقرانا ابی یعنی ہم میں مقدمات کے فیصلے کیلئے سب سے بہتر علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں اور سب سے بڑی قاری ابی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں۔ (مستدرک حاکم، جلد سوم)

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کا قاضی مقرر فرمایا تو آپ نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! وہاں پر نئے نئے مقدمات پیش ہوں گے اور مجھے فیصلے کرنے کا تجربہ اور علم نہیں ہے۔ یہ سن کر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینہ اقدس پر اپنا دستِ اطہر مار کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری زبان کو حق اور تمہارے دل کو ہدایت و استقامت عطا فرمائے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد مقدمات کے فیصلے کے سلسلے میں مجھے تذبذب نہ ہوا۔ (مسند ابن حنبل وحاکم)

ذیل میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشہور فیصلوں میں سے چند کا بیان کیا جاتا ہے جن کے مطالعہ سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قوتِ فیصلہ کی خوبی وصلاحیت کا پتا چلتا ہے۔

روٹیوں کا فیصلہ

دو مسافر اکٹھے سفر کر رہے تھے کہ صبح کے وقت دونوں ایک جگہ پر کھانا کھانے کیلئے بیٹھ گئے ان میں سے ایک کے پاس پانچ روٹیاں تھیں جبکہ دوسرے کے پاس تین روٹیاں تھیں اسی اثناء میں ادھر سے ایک اور شخص گزرا اس شخص نے ان دونوں کو سلام دعا کی، انہوں نے اس کو کھانے کی دعوت دی چنانچہ وہ شخص بھی ان کے ساتھ کھانے کی دعوت میں شریک ہو گیا تینوں نے مل کر وہ آٹھ روٹیاں کھالیں۔ کھانا کھانے کے بعد اس تیسرے شخص نے جاتے وقت آٹھ دِرہم ان دونوں کو دیئے اور کہا کہ میں نے چونکہ تمہارے ساتھ کھانا کھایا ہے اس لئے یہ اس کی قیمت ہے تم دونوں اس رقم کو آپس میں تقسیم کر لینا۔ وہ شخص یہ بات کہہ کر چلا گیا لیکن ان دونوں میں رقم کی تقسیم کے معاملے پر جھگڑا ہو گیا، پانچ روٹیوں والے کا کہنا تھا کہ چونکہ پانچ روٹیاں میری تھیں اس لئے پانچ دِرہم کا میں حقدار ہوں تمہاری صِرف تین روٹیاں تھیں اس لئے تین دِرہم تم رکھ لو۔ جس شخص کی تین روٹیاں تھیں اس کو یہ فیصلہ منظور نہ ہوا اور اس کا یہ کہنا تھا کہ معاملہ روٹیوں کی تعداد کا نہیں ہے رقم ہم دونوں کو آپس میں برابر تقسیم کرنی چاہیئے۔

یہ معاملہ جب بڑھ گیا تو وہ دونوں اپنا مقدمہ لے کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑی توجہ سے ان دونوں کا مقدمہ سنا اور پھر اس شخص سے جس کی تین روٹیاں تھیں فرمایا، جو کچھ تمہارا ساتھی کہتا ہے وہ ٹھیک ہے اس کی بات کو قبول کر لو کیونکہ اس کی روٹیاں زیادہ تھیں اس لئے تم اپنے حصّہ کے تین درہم لے لو۔ تین روٹیوں والے شخص نے سن کر کہا کہ میں اس غیر منصفانہ فیصلہ کو قبول نہیں کرتا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے فرمایا کہ یہ فیصلہ تمہارے حق میں غیر منصفانہ نہیں ہے ورنہ میں اگر فیصلہ کروں گا تو تم کو صِرف ایک درہم ملے گا اور تمہارے ساتھی کو سات دِرہم ملیں گے۔ یہ سن کر وہ شخص بڑا حیران ہوا اور کہنے لگا کہ یہ کیا بات ہوئی ذرا مجھے بھی تو سمجھائیں کہ وہ کس طرح۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ تم تین آدمیوں نے آٹھ روٹیوں کے کل چوبیس ٹکڑے کھائے ہیں۔ لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کس نے زیادہ کھائے ہیں اور کس نے کم کھائے۔ اسلئے اپنی روٹیوں کے برابر حصہ کر لو چونکہ تمہاری تین روٹیوں کے نو ٹکڑے ہوئے اس میں سے آٹھ ٹکڑے تم نے خود کھالئے اور تمہارا صِرف ایک ٹکڑا باقی بچ گیا جبکہ تمہارے ساتھی کی پانچ روٹیوں کے پندرہ ٹکڑے ہوئے جن میں سے اس نے بھی آٹھ ٹکڑے کھالئے اور اس کے سات ٹکڑے بچ گئے اس طرح مہمان نے تمہاری روٹیوں میں سے بچا ہوا صرف ایک ٹکڑا کھایا اور تمہارے ساتھی کی روٹیوں میں سے سات ٹکڑے کھائے اس لئے تم ایک ٹکڑے کے بدلے میں صرف ایک درہم کے حقدار ہو اور تمہارا ساتھی سات ٹکڑوں کے عوض میں سات درہم کا حقدار ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس تفصیلی فیصلہ کو سن کر تین روٹیوں والے شخص نے آپ کا فیصلہ قبول کر لیا۔ (تاریخ الخلفاء)

ماں اور بیٹا

ایک اور فیصلہ جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشہور فیصلوں میں سے ہے۔ کچھ یوں ہے کہ ایک مرتبہ ایک نوجوان آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، اس نوجوان کے چہرے پر سخت گھبراہٹ طاری تھی اس نے اپنی فریاد اس طرح پیش کی کہ اے امیر المؤمنین! میری ماں نے مجھے جنم دیا اور پھر مجھے دو سال کی مدت تک اپنا دودھ پلایا اب جبکہ میں جوان ہوگیا ہوں تو اس نے مجھے گھر سے نکال دیا ہے اور مجھ پر ظلم یہ کیا ہے کہ اس نے مجھے اپنا بیٹا ماننے سے بھی انکار کردیا ہے۔ وہ کہتی ہے کہ میں تجھے جانتی ہی نہیں کہ تو کون ہے؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس نوجوان سے دریافت فرمایا کہ تمہاری ماں کہاں رہتی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میری ماں فلاں قبیلہ کے فلاں گھر میں رہتی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی کو بھیج کر اس نوجوان کی ماں کو طلب فرمایا، اس عورت کو پتا چل گیا کہ اب معاملہ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عدالت میں پیش ہوگیا ہے اس لئے وہ اپنے چار بھائیوں اور چالیس دیگر جھوٹے گواہان کے ہمراہ آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی۔ وہ گواہان اور اپنے بھائیوں کو اس لئے ساتھ لے کر آئی تھی تاکہ وہ اس کے حق میں جھوٹی گواہی دیں اور کہیں کہ یہ نوجوان جھوٹ بولتا ہے اور غلط بیانی سے کام لے رہا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس عورت کے سامنے نوجوان سے پوچھا کہ اب بتاؤ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟ نوجوان نے اپنی فریاد دوبارہ پیش کی اور کہا کہ اے امیر المؤمنین! میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ میری والدہ ہے اس نے مجھے جنم دیا ہے اپنا دودھ پلایا ہے اور پھر اب اس نے مجھے گھر سے نکال دیا ہے مجھے پہچاننے اور اپنا بیٹا ماننے سے انکار کردیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عورت سے فرمایا، اے خاتون! یہ لڑکا جو کچھ کہہ رہا ہے تم اس کے جواب میں کیا کہتی ہو؟ اس عورت نے بھی قسم کھاتے ہوئے کہا، اے امیر المؤمنین! میں اللہ کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ میں اس لڑکے کو نہیں پہچانتی اور نہ ہی جانتی ہوں کہ یہ لڑکا کون ہے۔ یہ بلاوجہ مجھے رُسوا کرنا چاہتا ہے۔ میں قبیلہ قریش سے تعلق رکھتی ہوں اور میری تو ابھی تک شادی بھی نہیں ہوئی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عورت کی بات سن کر اس سے پوچھا کہ کیا تم اس بارے میں کوئی گواہ پیش کرسکتی ہو؟ وہ عورت کہنے لگی، میری بات کی گواہ یہ سب لوگ دینگے۔ چنانچہ اسی وقت وہ چالیس گواہ قسم کھانے کیلئے آگے بڑھے اور انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ یہ نوجوان جھوٹ بولتا ہے۔ یہ عورت واقعی اس نوجوان کو نہیں جانتی، اس نوجوان کا دعویٰ غلط بیانی پر مبنی ہے۔ اصل میں یہ نوجوان چاہتا ہے کہ اس طرح کا الزام لگا کر عورت کو اس کے قبیلہ میں رُسوا کرے حالانکہ اس عورت کی تو ابھی تک شادی بھی نہیں ہوئی ہے تو پھر بچہ کہاں سے پیدا ہوگیا، یہ ایک پاکدامن عورت ہے۔

ان تمام گواہوں کے ایک جیسے بیان عورت کے حق میں سن کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اگر اصل بات یہ ہے تو پھر میں آج ایک ایسا فیصلہ کروں گا جس کو اللہ تعالیٰ بھی پسند فرمائے گا۔ چنانچہ آپ نے اس عورت سے پوچھا کہ تمہارا کوئی سرپرست ہے؟ عورت نے اپنے چاروں بھائیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جواب دیا کہ میرے یہ بھائی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے بھائیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا، کیا میرا حکم تمہارے لئے اور تمہاری بہن کیلئے قابل قبول ہو گا؟ عورت کے چاروں بھائیوں نے یک زبان ہو کر جواب دیا کہ کیوں نہیں، آپ جو بھی حکم فرمائیں گے ہم قبول کریں گے۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، میں اللہ تعالیٰ اور حاضرین مجلس کو گواہ بنا کر یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ میں نے بلاشبہ اس عورت کی شادی اس نوجوان کے ساتھ کردی اور اپنے مال سے چار سو دِرہم نقد حق مہر قرار دیئے۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے غلام قنبر سے فرمایا کہ میرے پاس چار سو دِرہم لاؤ۔ قنبر حکم کی تعمیل کرتے ہوئے درہم لے کر آیا اور لا کر اس نوجوان کے حوالے کردیئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس نوجوان سے فرمایا کہ اے نوجوان! ان درہموں کو اپنی عورت کی گود میں ڈال دو اور اس کو لے جاؤ۔ وہ نوجوان یہ سن کر اُٹھا اور دِرہم عورت کی گود میں ڈال دیئے۔ وہ عورت فوراً چیخ اُٹھی اور چلاتی ہوئی رو کر بولی، اے امیر المؤمنین! اللہ کی قسم! یہ میرا بیٹا ہے اور یہ ظلم ہے، کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ ایک بیٹے کو اس کی ماں کیساتھ بیاہ دیں۔ اصل بات یہ ہے کہ میرے بھائیوں نے ایک غلط قسم کے شخص سے میری شادی کردی تھی، جس سے میرا یہ بیٹا پیدا ہوا۔ جب یہ جوان ہوا تو میرے بھائیوں نے مجھے حکم دیا کہ میں اس کو اپنا بیٹا ماننے سے انکار کردوں اور اس کو گھر سے نکال دوں۔ چنانچہ میں نے اپنے بھائیوں کے ہاتھوں مجبور ہو کر یہ سب کچھ کیا۔ اللہ کی قسم! یہ میرا سگا بیٹا ہے۔ یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اگر یہ بات ہے تو پھر اپنے بیٹے کو گھر واپس لے جاؤ۔ چنانچہ وہ عورت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے اپنے بیٹے کو گھر لے گئی۔ اس طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی حکمت اور دُور اندیشی سے کام لے کر اس مشکل اور پیچیدہ مقدمہ کا فوری فیصلہ صادر فرمایا۔ (مغنی الواعظین)

خواب کی بات

ایک مرتبہ ایک شخص آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، اس کے ساتھ ایک دوسرا شخص بھی تھا جس پر اس نے الزام عائد کیا کہ یہ شخص کہتا ہے کہ خواب میں مَیں نے تیری ماں کے ساتھ زِنا کیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، ملزم کو لے جا کر دھوپ میں کھڑا کردو اور اس کے سایہ کو ایک سو کوڑے مارو۔ (تاریخ الخلفاء)

مشکل ترین فیصلہ

ایک مرتبہ چند لوگوں نے شیر کو قابو کرنے کی غرض سے ایک کنواں کھودا۔ شیر جب ادھر سے گزرا تو وہ اس کنویں میں گر کر پھنس گیا کسی بھی صورت وہ کنویں سے باہر نکلنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ کچھ دوست آپس میں ہنسی مذاق کرتے ہوئے اس کنویں کے کنارے کھڑے ہو کر ایک دوسرے کو دھکیلنے لگے کہ اسی اثناء میں ایک کا پاؤں پھسلا اور وہ اس کنویں میں گرنے سے اپنے آپ کو بچا نہ سکا، کنویں میں گرتے گرتے گھبراہٹ اور بدحواسی کے عالم میں اس نے اپنی جان بچانے کیلئے دوسرے ساتھی کی کمر پکڑ لی جس سے وہ بھی لڑکھڑا گیا اور اس نے اپنے آپ کو کنویں میں گرنے سے بچانے کیلئے تیسرے ساتھی کو بھی پکڑا تو وہ بھی سنبھل نہ سکا اور اس نے چوتھے کو تھاما، الغرض یہ کہ وہ چاروں کنویں میں جا گرے شیر جو کہ پہلے ہی آگ بگولا تھا اُس نے ان چاروں پر حملہ کر کے انہیں جان سے مار دیا۔

ان چاروں مارے جانے والے نوجوانوں کے لواحقین لڑائی جھگڑا کرنے لگے اور قریب تھا کہ فساد کی آگ بھڑک اُٹھتی اور نقصان ہوتا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو لڑائی جھگڑے سے منع کیا اور فرمایا کہ ایک رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی موجودگی میں اس طرح فتنہ و فساد برپا کرنا اچھی بات نہیں ہے۔ میں تم لوگوں کا فیصلہ کرتا ہوں اگر تمہیں میرا فیصلہ پسند نہ ہو تو تم لوگ اپنا مقدمہ دربارِ رسالت میں پیش کر سکتے ہو۔ سب لوگوں نے آپ کی بات پر رضا مندی کا اظہار کیا۔ چنانچہ آپ نے فیصلہ صادر فرمایا کہ جن لوگوں نے اس کنویں کو کھودا تھا ان کے قبیلوں سے مرنے والے نوجوانوں کے خون بہا کی رقم اس طرح سے وصول کی جائے کہ ایک مکمل، ایک ایک تہائی، ایک چوتھائی اور ایک نصف۔ پہلے مقتول کے ورثاء کو ایک چوتھائی خون بہا، دوسرے کو تہائی، تیسرے کو آدھا اور چوتھے کو پورا خون بہا دلایا۔ دیکھنے میں یہ فیصلہ بالکل عجیب و غریب تھا۔ اس لئے لوگ اس فیصلہ سے راضی نہ ہوئے اور حجۃ الوداع کے موقع پر اس فیصلہ کے خلاف حضور نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں اپیل کی مگر حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کئے ہوئے فیصلہ کو برقرار رکھا۔

لڑکے کی دیت

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب یمن میں قاضی بن کر گئے تو وہاں پر آپ کو نہایت مشکل ترین اور پیچیدہ مقدمات کا فیصلہ کرنا پڑا چونکہ یمن کے لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے تھے اس لئے ان میں پرانی عادات پوری طرح ختم نہیں ہوئی تھیں۔ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ایک ایسی عورت کا مقدمہ پیش ہوا جس سے ایک ماہ کے اندر تین مردوں نے خلوت کی تھی پھر جب نو ماہ کے بعد اس عورت کے ہاں بچہ کی ولادت ہوئی تو یہ تنازعہ کھڑا ہوگیا کہ بچہ کس کا قرار دیا جائے۔ تینوں مردوں میں سے ہر ایک اس کا باپ ہونے کا دعویٰ دار تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوری بات سن کر یہ فیصلہ کیا کہ اس بچے کی دیت کے تین حصے کئے پھر قرعہ ڈالا اور جس کے نام قرعہ نکلا بچہ اس کے حوالے کردیا جبکہ باقی دونوں کو دیت کے تین حصوں میں سے دو حصے اس سے لے کر دلوادیئے یعنی اس مقدمہ میں غلام کے مسئلہ پر اس کو قیاس کیا۔ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فیصلہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سنا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا۔ (مستدرک حاکم، جلد سوم)

جھوٹے گواہ

ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے ایک شخص کو چوری کے الزام میں پکڑ کر آپکی خدمت اقدس میں پیش کیا ساتھ ہی دو گواہ بھی پیش کردیئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب گفتگو سن کر تفتیش فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ میں جھوٹے گواہوں کو سخت سزا دوں گا اور جب کبھی میرے پاس جھوٹے گواہ آئے ہیں میں نے ان کو سخت سزائیں دی ہیں۔ جھوٹے گواہوں نے جب آپ کی یہ بات سنی تو وہ بہت گھبرائے، اس دوران حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی دوسری کام میں مصروف ہوگئے پھر جب آپ نے ان دونوں گواہوں کو گواہی کیلئے طلب فرمایا تو معلوم ہوا کہ وہ دونوں تو موقع پاکر کھسک گئے ہیں۔ چنانچہ آپ نے ملزم کی بے گناہی دیکھتے ہوئے اس کو بری کردیا۔ (تاریخ الخلفاء)

فضائل و مناقب

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بے شمار فضائل و مناقب ہیں بہت سے ایسے خصوصی فضائل ہیں جو کہ صِرف آپ ہی کے حصّہ میں آئے۔ حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ سے بہت محبت فرمایا کرتے تھے اور آپ کو نہایت عزیز رکھتے تھے۔ آپ کے فضائل و مناقب کے حوالے سے ذیل میں مختصر طور پر بیان کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا حکم

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضورنبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے مجھے چار آدمیوں سے محبت رکھنے کا حکم دیا ہے اور مجھے یہ خبر بھی دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی ان سے محبت رکھتا ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ہمیں ان کے نام بتادیجئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ان میں سے ایک علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں۔ (ترمذی شریف)

مقام و مرتبہ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ غزوۂ تبوک میں جب حضورنبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ طیبہ میں رہنے کا حکم دیا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ مجھے یہاں بچوں اور عورتوں پر اپنا خلیفہ بنا کر چھوڑے جاتے ہیں۔ حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ میں تمہیں اس طرح چھوڑے جاتا ہوں جس طرح موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام کو چھوڑ گئے تھے۔ پس صِرف اتنا فرق ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ (بخاری و مسلم)

بہترین شخص

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے رِوایت ہے کہ جب حضورنبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کردیا تو سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ نے میرا نکاح ایسے شخص کے ساتھ کردیا ہے جس کے پاس نہ مال ہے اور نہ ہی کوئی چیز ہے۔ اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)! کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بیت میں سے دو شخصوں کو پسند فرمایا ہے ایک تیرے باپ کو اور دوسرے تیرے شوہر کو۔ تو ہرگز اس کی نافرمانی نہ کرنا بلکہ فرمانبرداری بجا لانا۔ مستدرک حاکم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے درج روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ حضورنبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ کیا تم راضی نہیں ہو کہ میں نے تمہارا نکاح اس کے ساتھ کیا ہے جو از روئے اسلام سب سے پہلے مسلمانوں میں ہے اور علم کے اعتبار سے ان سب میں دانا ترین ہے تم میری اُمت کی عورتوں میں سب سے بہترین ہو جس طرح کہ حضرت مریم سلام اللہ علیہا اپنی قوم میں تھیں۔ طبرانی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ارشاد فرمایا، میں نے تمہارا نکاح اس کے ساتھ کیا ہے جو دنیا میں نیک بخت اور آخرت میں صالحین میں سے ہے۔

دُنیا اور آخرت میں بھائی

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضورنبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انصار و مہاجرین میں بھائی چارہ قائم فرمایا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ نے تمام صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے درمیان مواخات کا رِشتہ قائم فرمایا مگر میں یوں ہی رہ گیا۔ حضورنبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔ (ترمذی شریف)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا، میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اور رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بھائی ہوں میرے سوا یہ بات اور کوئی نہیں کہہ سکتا مگر وہ جھوٹا ہوگا۔

محبتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نشانی

حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جس نے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو محبوب رکھا اس نے مجھے محبوب رکھا اور جس نے مجھے محبوب رکھا اور نے گویا اللہ تعالیٰ کو محبوب رکھا اور جس نے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے دشمنی رکھی اس نے گویا اللہ تعالیٰ سے دشمنی رکھی۔ (طبرانی)

ایک اور روایت جو کہ حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ میں نے حضور نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو برا کہا اُس نے مجھے برا کہا۔ (احمد)

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک وسیع مقام پر لوگوں کو جمع کر کے فرمایا کہ میں تم کو قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ بتاؤ حضور نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوم غدیر خم کے موقع پر میری نسبت کیا ارشاد فرمایا تھا۔ اس مجمع میں تیس صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہمارے سامنے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا، میں جس کا مولا ہوں علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی اس کے مولا ہیں۔ اے اللہ! جو علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت فرما اور جو علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے بغض رکھے تو بھی اس سے دشمنی رکھنا۔

تین فضیلتیں

جناب ابویعلیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تین ایسی فضیلتیں عطا ہوئی ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی مجھے مل جاتی تو وہ میرے نزدیک تمام دُنیا سے زیادہ محبوب ہوتی۔ لوگوں نے پوچھا، وہ کیا فضائل ہیں؟ ارشاد فرمایا، ایک یہ کہ حضور نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے اپنی صاحبزادی (سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا نکاح کیا۔ دوم یہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دونوں کو مسجد میں رکھا اور جو کچھ ان کو وہاں حلال ہے مجھے حلال نہیں۔ سوم یہ کہ غزوہ خیبر میں ان کو جھنڈا عطا فرمایا۔ (تاریخ الخلفاء)

اللہ کے شیر

روایات میں آتا ہے کہ حضور نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مرتبہ منبر اقدس پر تشریف فرما ہو کر حضرت ابو بکر صدّیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فضائل بیان فرما رہے تھے جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذِکر آیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہاں ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُٹھے، قریب آئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں یہ کھڑا ہوں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، میرے نزدیک آؤ۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قریب تر آئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے ساتھ لگا کر دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چشمان اطہر سے آنسو بہہ رہے تھے پھر ہاتھ پکڑ کر فرمایا، اے معاشر مسلمانان! یہ علی بن ابی طالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں، یہ مہاجر و انصار کے سردار ہیں، یہ میرے بھائی ہیں، یہ میرے چچا کے بیٹے ہیں، یہ میرے داماد ہیں، یہ میرا خون ہیں میرا گوشت ہیں، یہ حسن و حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے باپ ہیں، جوانانِ اہل بہشت کے باپ ہیں، یہ وہ شخص ہیں کہ جس نے میرے غم اپنے ذِمہ لے لئے تھے، یہ اللہ کا شیر ہیں، اللہ کی تلوار ہیں، اُن کے دُشمنوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ (شرف النبی)

تصوف میں درجۂ کمال

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تصوف میں درجۂ کمال حاصل تھا۔ صوفیاء کرام کے نزدیک آپ علم تصوف کا ماخذ ہیں۔ ایک مرتبہ آپ نے خود اپنے قلب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس میں ایک علم ہے کاش میں ان کا حامل پاتا۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے کہ اگر آپ جنگوں میں مشغول نہ رہتے تو ہمیں اس علم تصوف کے بہت سے نکات بتا جاتے کیونکہ آپ کو علم لدنی حاصل تھا۔ چنانچہ آپ نے بہت سی ایسی باتیں بتائی ہیں جن پر تصوف کی بنیاد قائم ہے۔ مثلاً ایک شخص نے آپ سے ایمان کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ ایمان چار ستونوں پر قائم ہے، صبر، یقین، عدل اور جہاد، پھر صبر کے دس مقامات کی تفصیل بیان فرمائی۔ صوفیانہ حیثیت سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تمام صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر یہ فضیلت حاصل ہے کہ آپ نے بہت سے صوفیانہ نکات بیان فرمائے اور ہیں اور بیان کو معانی اور احوال پر فضیلت حاصل ہے۔

شاعری

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شعر و سخن کا ذوق بھی رکھتے تھے۔ آپ نے جنگ صفین کے متعلق نہایت پُر جوش اشعار کہے اور اس جنگ میں قبیلہ ہمدان کی اعانت کا ذکر ان اشعار میں کیا ہے

ولما رایت الخیل ترجم بالقنی	نراصیہا حمر الخور دوامی
اور جب میں نے ان گھوڑوں کو دیکھا	جن کے سینے سرخ اور خون آلودہ تھے
واعرض تقع فی السماء کانہ	عجاجۃ و جن ملبس بقتام
اور آسمان کی فضاء	انتہائی تاریک اور سیاہ گرد و غبار سے بھر گئی
و نادی ابن ہند فی الکلاع وحمیر	و کندۃ فی لخم و حی خدام
اور ابن ہند نے قبیلہ کلاع اور حمیر	اور کندہ، لخم اور خدام کو پکارا
تیمت ہمدان الذین ہم ہم	اذا ناب دہر حنتی و سہامی
تو میں نے ہمدان کی طرف رخ کیا	جو حوادث میں میری ڈھال اور میرے تیر ہیں
نجاوینی من خیل ہمدان عصبۃ	فوارس مین ہمدان غیر لیام
تو ہمدان کے ایک گروہ نے	میری صدا پر لبیک کہا جو نہایت شریف شعار تھے
فجاضو الظاہا و استطار واشرہ ہا	فکانو الذی ایہجا کشرب مدم
وہ لوگ جنگ کے شعلے میں گھس گئے	اور اس کی چنگاریوں کو بکھیر دیا اور جنگ میں شرابیوں کی طرح متوالے دکھائی دیئے
فلو کنت بوابا علی باب جنۃ	لقلت لہمدان ادخلو السلام
اور اگر میں جنت کا دربان ہوتا	تو ہمدان سے کہتا کہ سلامتی کے ساتھ اس میں داخل

فنِ خطابت میں مہارت

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فنِ خطابت میں خاص مہارت رکھتے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریر سننے والوں کے اذہان وقلوب پر اثر انداز ہوتی تھی، نہایت مدلل انداز سے خطاب فرماتے۔ چنانچہ حضرت ابو وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفہ میں لوگوں کے سامنے خطبہ ارشاد فرمایا، میں نے ان کو سنا آپ فرما رہے تھے کہ

اے لوگو! بات یہ ہے کہ میں نے محتاجی اختیار کی محتاج ہوگیا اور جس کو عمر دی گئی وہ آزمایا گیا اور جس نے مصائب کیلئے تیاری نہیں کی جب (اس میں) مبتلا کیا جائے گا صبر نہ کرسکے گا اور جو مالک ہوا اس نے اپنے آپکو ترجیح دی اور جو شخص مشورہ نہیں لیتا پشیمان ہوتا ہے۔

اور اس کلام کے بعد ارشاد فرمایا کرتے، وہ زمانہ قریب ہے کہ اسلام سے صرف اس کا نام رہ جائے گا اور قرآن سے صرف اس کی تحریر رہ جائے گی۔

سن لو! آدمی کو علم حاصل کرنے سے حیاء نہیں کرنی چاہئے اور جس شخص سے ایسی بات پوچھی جائے جس کو وہ نہیں جانتا اسے چاہئے کہ وہ کہے کہ میں نہیں جانتا۔

تمہاری مساجد ان دِنوں مزین ہونگی اور تمہارے دِل اور بدن ہدایت سے خراب ہونگے، آسمان کے سایہ تلے سب میں زیادہ شریر تمہارے فقہا ہوں گے انہیں سے فتنہ کا ظہور ہوگا اور انہیں میں فتنہ لوٹے گا۔

اسی اثناء میں ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے پوچھا امیر المؤمنین! ایسا کس وقت ہوگا؟ ارشاد فرمایا، جب فقہ تمہارے رزیلوں میں چلا جائے اور فحش تمہارے پسندیدہ لوگوں میں آجائے اور حکومت تمہارے ذلیل لوگوں میں چلی جائے پس اس وقت میں قیامت قائم ہوگی۔ (بیہقی۔ کذا فی الکنز)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خطبات میں اگرچہ سلامت و روانی پائی جاتی ہے مگر اس میں فصاحت و بلاغت کا عنصر بھی بدرجۂ اتم پایا جاتا ہے۔ چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ ارشاد فرمایا، جس کے الفاظ یہ ہیں:

تمام تعریف اللہ کیلئے ہے میں اس کی تعریف کرتا ہوں اور اسی سے مدد طلب کرتا ہوں اور اسی پر ایمان لایا ہوں اور اسی پر توکل کرتا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور دین حق اسی لئے دیکر بھیجا تاکہ وہ اس کے ذریعے تمہاری بیماری کو دُور کریں اور اس کے ذریعے تم میں سے جو غافل ہیں انہیں بیدار کریں، تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ تم مروگے اور موت کے بعد اُٹھائے جاؤ گے اور اپنے اعمال کیلئے کھڑے کئے جاؤ گے اور اعمال پر تمہیں بدلہ دیا جائے گا۔ لہٰذا تم کو دُنیوی زِندگی دھوکے میں نہ ڈال دے۔ (ابن جوزی)

علم نحو کی ابتداء

اللہ تعالٰی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بے شمار علوم وفنون سے نوازا تھا۔ چنانچہ آپ نے آسانی پیدا کرنے کی غرض سے علم نحو ایجاد کیا۔ جس کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ ایک مرتبہ ایک شخص کو قرآن حکم غلط طور پر پڑھتے ہوئے سنا تو دِل میں یہ خیال آیا کہ کوئی ایسا قاعدہ ترتیب دیا جائے کہ جس سے اعراب میں غلطی کی گنجائش نہ رہے چنانچہ اس مقصد کیلئے حضرت ابوالاسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چند قواعد کلیہ بتائے اور انکو اس فن کی تدوین پر مامور کیا اسطرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علم نحو کے ابتدائی اصول وضع فرمائے۔

اس ضمن میں حضرت ابوالاسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والد محترم سے بیان کیا کہ ایک دِن میں امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو میں نے آپ کو گردن جھکائے کچھ سوچتے ہوئے دیکھا۔ یہ دیکھ کر میں نے عرض کیا، اے امیر المؤمنین! آپ کیا سوچ رہے ہیں اور کس فکر میں غور فرمارہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ تمہارے شہر میں لغات کے اندر تغیر وتبدل کیا جارہا ہے اس لئے میں نے اِرادہ کیا ہے کہ عربی زبان کے کچھ اصول وقواعد مرتب کروں گا تا کہ زبان کی حیثیت قائم رہے۔ میں نے کہا کہ اگر آپ ایسا کریں گے تو ہم پر احسان عظیم ہوگا اور آپ کے بعد بھی وہ اصول و قواعد ہمیشہ کیلئے قائم وباقی رہیں گے۔

بیان کرتے ہیں کہ اس گفتگو کے تین دن بعد پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ نے ایک کاغذ مجھے دیا جس پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد یہ لکھا ہوا تھا کہ کلام اللہ کی تین اقسام ہیں: اسم۔ فعل۔ حرم۔

اسم......وہ ہے جو اپنے مسمی کی نشاندہی کرے۔

فعل......وہ ہے جو اس کی حرکت کو ظاہر کرے۔

حرف......حرف وہ ہے جو اسم وفعل تو نہ ہو مگر معنی کے اِظہار میں مدد دے۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ اس میں تم اپنی معلومات کے مطابق اِضافہ کرسکتے ہو، پھر ارشاد فرمایا، اے ابوالاسود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! ہر چیز کی تین حالتیں ہوتی ہیں، ظاہری، باطنی اور درمیانی (یعنی جو نہ تو ظاہر ہو اور نہ پوشیدہ) اس تیسری حالت پر علماء کرام نے نہایت تفصیل سے لکھا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ تفصیل سن کر میں گھر واپس آگیا اور پھر میں نے حروف کی اقسام سے حروف نصب (یعنی حروفِ ناصبہ) اِنَّ، اَنَّ، لَیتَ، لَعَلَّ، کَاَنَّ لکھ کر آپ کی خدمت اقدس میں پیش کئے۔ آپ نے ملاحظہ فرمائے اور ارشاد فرمایا تم نے حروف ناصبہ میں لَـکِـنَّ کیوں نہیں لکھا؟ میں نے عرض کیا کہ میں نے لَکِنَّ کو ان میں شمار نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ان میں اس کا اضافہ کرو لَکِنَّ بھی حروفِ ناصبہ میں شامل ہے۔

(تاریخ الخلفاء)

علوم کا ادراک اور فقہ و اجتہاد

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ شرف وفضیلت حاصل تھی کہ آپ نے ایک طویل عرصہ حضور نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت میں گزارا اور حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہت زیادہ علمی فیضان حاصل کیا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ مختلف علوم میں گہری نظر رکھتے تھے۔ مسائل کے حوالے سے فقہی معاملات میں آپ کو عبور حاصل تھا۔ اپنے علم وکمال کی بناء پر متعدد مسائل میں صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مختلف رائے رکھتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حج کے دِنوں میں کسی نے شکار کا گوشت پکا کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیش کیا تو لوگوں نے حالتِ احرام میں اسکو کھانا جائز اور ناجائز قرار دینے میں اختلاف کیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو جائز قرار دینے کے قائل تھے اور اس کے جواز میں فرمایا کہ احرام کی حالت میں خود شکار کر کے کھانا منع ہے مگر جب کسی دوسرے غیر محرم نے شکار کیا ہے تو اس کے کھانے میں کیا حرج ہے۔ اکثر لوگوں نے اس بات سے اختلاف کیا۔ اس پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت فرمایا کہ اس مسئلہ میں حتمی فیصلہ کس سے معلوم کیا جاسکتا ہے؟ لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لیا۔ چنانچہ اُن کے پاس تشریف لے گئے اور اس بارے میں مسئلہ دریافت فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، جن لوگوں کو یہ واقعہ یاد ہو وہ گواہی دیں کہ ایک مرتبہ نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں جبکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احرام کی حالت میں تھے ایک گورخر کو شکار کر کے پیش کیا گیا تھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہم لوگ تو حالتِ احرام میں ہیں یہ ان کو کھلا دو جو احرام کی حالت میں نہیں ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ واقعہ سن کر حاضرین میں سے بارہ اصحاب نے گواہی دی۔ اس ضمن میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دوسرا واقعہ بھی سنایا کہ جس میں کسی نے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے احرام کی حالت میں شتر مرغ کے انڈے پیش کئے گئے تھے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکے کھانے سے بھی احتراز فرمایا تھا۔ اس واقعہ کی بھی لوگوں نے شہادت دی۔ اس پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے اس گوشت کو کھانے سے احتراز کیا۔ (مسند احمد بن حنبل، جلد اوّل)

فقہاء کرام میں اس مسئلہ پر اختلاف پایا جاتا ہے۔ اکثر نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استدلال کو دُرست سمجھا ہے اور اس کا ثبوت دیگر احادیثِ مبارکہ سے بھی ملتا ہے مگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فتویٰ زِیادہ محتاط رہنے کی دلیل ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے قبول فرمالیا۔

لوگ جانتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علوم کے اسرار و رموز کا بخوبی طور پر ادراک ہے اور اس ضمن میں آپ کی معلومات نہایت وسیع ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک شخص آپکی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے مسئلہ قدر کی وضاحت کرنے کی درخواست کی آپ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ قدر وہ تاریک راستہ ہے جس پر چلنا ممکن نہیں، اس شخص نے دوبارہ پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ مسئلہ قدر بہت گہرا سمندر ہے اس میں غوطہ نہ لگاؤ کیونکہ تم مسئلہ قدر کا وجدان نہیں کرسکو گے۔ اس نے پھر اپنی بات کو دہرایا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا، مسئلہ قدر ایک سِرِ الٰہی ہے جو تم سے چھپا کر رکھا گیا ہے اس کی تحقیق مت کرو۔ اس شخص نے اپنی بات پر مزید اِصرار کرتے ہوئے مسئلہ قدر کی وضاحت کرنے کی استدعا کی تو آپ نے فرمایا، اچھا تم یہ بتاؤ کہ خالق ارض وسما نے تم کو اپنی مرضی کے مطابق پیدا کیا ہے یا تمہاری منشا کے مطابق؟ اس نے کہا کہ پروردگار عالم نے جس طرح چاہا اسی طرح اس نے پیدا کیا اس پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تو پھر وہ جس طرح چاہے گا تم کو استعمال بھی کرے گا۔ (اور یہی قدر ہے) (تاریخ الخلفاء)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسائل کے حل کا بھی بہت زیادہ ادراک رکھتے تھے نہایت مشکل مسائل کو فوری طور پر حل فرمادیا کرتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ آپ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھ کر دریافت کیا کہ خنثیٰ مشکل کی وراثت کا معاملہ کیسے طے ہوگا؟ یعنی اسے مرد قرار دیا جائے یا عورت؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ دین کے علم میں ہمارے مخالفین بھی ہمارے محتاج ہیں۔ پھر جواب میں لکھ کر بھیجا کہ اس کی پیشاب گاہ کی ہیئت سے میراث کا حکم جاری ہوگا (یعنی اگر اس کی پیشاب کی جگہ عورتوں سے مشابہ ہے تو عورتوں میں، اگر مردوں سے مشابہ ہے تو وہ مردوں کے حکم میں شمار ہوگا) (تاریخ الخلفاء)

ایک مرتبہ اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کسی نے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ ایک دفعہ پاؤں دھونے کے بعد کتنے دِنوں تک موزوں پر مسح کیا جاسکتا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا کر پوچھو، وہ جانتے ہوں گے کیونکہ وہ سفر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ پوچھنے والا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ مسافر تین دِن تین رات تک اور مقیم ایک دِن ایک رات تک۔

تفسیر قرآن کا ادراک

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام کے علوم و معارف کے اصل سر چشمہ قرآن حکیم کی سورتوں اور آیاتِ مبارکہ کی تفسیر اور اسرار و رموز کے بارے میں بخوبی طور پر علم رکھتے تھے۔ ابن سعد نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی تحریر کیا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا، اللہ کی قسم! جس قدر قرآنی آیات نازِل ہوئی ہیں ان تمام کا مجھے علم ہے میں یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ کس کے بارے میں اور کہاں اور کس طرح نازل ہوئیں۔ پروردگار عالم کا لاکھ بار احسان ہے کہ اس نے مجھے قلب سلیم عقل و شعور اور زبان گویا عطا فرمائی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مفسر قرآن ہونے کے بارے میں ابن سعد وغیرہ نے ابو طفیل کے حوالہ سے تحریر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ قرآن حکیم کے بارے میں مجھ سے پوچھو، میں ہر آیت کے بارے میں جانتا ہوں کہ وہ رات کو نازل ہوئی یا دن میں، میدان میں اُتری یا پہاڑ پر۔

ابن داؤد نے محمد بن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے تحریر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کرنے میں جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے کچھ دیر ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ سے ملاقات کی اور فرمایا کہ کیا آپ کو میری بیعت میں کچھ تامل ہے؟ اس پر آپ نے فرمایا، نہیں لیکن میں نے اس بات کی قسم کھائی ہے کہ میں جب تک قرآن حکیم کو اس کی تنزیل کے مطابق جمع نہ کرلوں گا اس وقت تک سوائے پنجگانہ نماز کے میں اپنی چادر نہیں اوڑھوں گا (یعنی اور کام نہ کروں گا) طبقات ابن سعد میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد چھ ماہ تک جو گوشہ نشینی اختیار کی اس میں آپ نے قرآن حکیم کی تمام سورتوں کو نزول کی ترتیب سے مرتب کیا تھا۔

باب مدینۃ العلم

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے علم کے شہر کا دروازہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک یہودی جس کی داڑھی بہت مختصر تھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اُس نے آپ کی گھنی اور بھری ہوئی داڑھی مبارک دیکھی تو کہنے لگا، اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! آپ کا یہ دعویٰ ہے کہ قرآن مجید میں جمیع علوم ہیں اور آپ علم کے شہر کا دراوزہ ہیں تو یہ بتائیں کہ کیا قرآن مجید میں آپ کی گھنی داڑھی اور میری مختصر داڑھی کا بھی کہیں تذکرہ ہے؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، ہاں ہے۔ قرآنِ پاک میں آتا ہے:

وَ البلد الطّیب یخرج نباته باذنِ رَبه والذی خبث لا یخرج اِلّا نکدا

یعنی جو اچھی زمین ہے اس کا سبزہ اللہ کے حکم سے خوب نکلتا ہے اور جو خراب ہے اس میں سے نہیں نکلتا مگر تھوڑا مشکل۔

اسکے بعد آپ نے یہودی سے مخاطب ہو کر فرمایا، اے یہودی! وہ اچھی زمین میری ٹھوڑی ہے اور خراب زمین تمہاری ٹھوڑی ہے۔

قدر و منزلت

یہ غزوۂ خیبر کے دِنوں کا واقعہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب فتح خیبر سے واپس لوٹے تو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے پاس بلایا اور ارشاد فرمایا، اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ میری قوم کے کچھ لوگ ہمارے بارے میں وہ بات کہنا شروع کردیں گے جو عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے متعلق کہی تھی تو میں تمہارے بارے میں یہ کہتا کہ لوگ تمہارے راستے کی مٹی چومیں تو حق ادا نہیں ہوسکتا، تمہارے وُضو کا بچا ہوا پانی استعمال کریں تو انہیں شفاء ہوجاتی لیکن تمہیں اتنی ہی قدر و منزلت کافی ہے کہ تم میرے لئے ایسے ہو جیسے موسیٰ (علیہ السلام) کیلئے ہارون (علیہ السلام) تھے مگر میرے بعد نبوت ختم ہوچکی ہے، کوئی پیغمبر نہیں آئے گا، تم نے میری ذِمہ داری امانتیں دے کر پوری کردی۔ تم میری سنت پر کُفّار سے لڑتے رہے تم آخرت میں میرے ساتھ ہوگے، تم حوضِ کوثر پر میرے ساتھی ہوگے، تمہارے دوست اور محبت کرنے والے نور کے منبر پر کھڑے ہوں گے، قیامت کے دِن ان کے چہرے نورانی اور درخشاں ہوں گے میں ان کی شفاعت کروں گا وہ میرے ہمسایہ میں ہوں گے، تمہاری جنگ میری جنگ ہوگی، تمہاری صلح میری صلح ہے، تمہارا راز میرا راز ہے، تمہارا ظاہر میرا ظاہر ہے، تمہارے دِل کے راز میرے راز ہیں، تمہارے بیٹے میرے بیٹے ہیں، تم میرے وعدے پورے کروگے حق تمہارے ساتھ ہوگا، حق تمہاری زبان پر ہے حق تمہارے دل میں ہے حق تمہاری آنکھوں میں ہے، تمہارے گوشت پوست میں ایمان رچا بسا ہے ایمان تمہارے خون سے جدا نہیں ہوسکتا، تمہارا کوئی دشمن حوض کوثر پر نہیں آسکتا، تمہارا دوست حوضِ کوثر کے انعام سے محروم نہیں رہ سکتا۔ (شرف النبی)

روزِ قیامت مرتبہ

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ **ابوبکر** (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پر رحمت فرمائے، جس نے اپنی بیٹی میری رفیقہ حیات بنادی ہے، پھر مجھے دارالہجرت مدینہ طیبہ لے گئے، حضرت **بلال** (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو خرید کر آزاد کردیا۔ اللہ تعالیٰ **عمر فاروق** (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پر رحمت فرمائے کہ عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہمیشہ سچی بات کہتے ہیں خواہ وہ کتنی ہی کڑوی ہو...... اللہ تعالیٰ **عثمان غنی** (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پر رحمت فرمائے ان کی حیاداری پر فرشتے بھی حیا کرتے ہیں...... اللہ تعالیٰ **علی** (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پر رحمت فرمائے جو ہر وقت حق کا ساتھ دیتے ہیں پھر ارشاد فرمایا، میں قیامت کے دن آؤں گا تو میرے صدیق اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میرے دائیں ہاتھ ہوں گے، میرے عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بائیں ہاتھ ہوں گے، میرے عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میرے پیچھے ہوں گے میرے علی المرتضٰی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میرے آگے آگے ہوں گے ان کے پاس میرا **لوائے حمد** ہوگا اس کی جھالریں سندس کی ہوں گی، استبرق کی ہوں گی، یہ بات سن کر ایک اعرابی اُٹھا اور کہا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! کیا علی المرتضٰی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میں اتنی طاقت ہوگی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جھنڈا اُٹھاسکیں۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کیسے نہ اُٹھاسکیں گے اللہ تعالیٰ نے اسے چند عاداتِ مبارکہ سے نوازا ہے انکا صبر میرا صبر ہے، انکی نیکی حضرت یوسف (علیہ السلام) کی طرح ہے انکی قوت حضرت جبرئیل (علیہ السلام) کی قوت ہے۔ لوائے حمد تو علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ہاتھ میں ہوگا اور تمام خلائق اسی لوائے حمد کے زیرِ سایہ ہوگی۔ (شرف النبی)

اخلاق و عادات

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حسنِ اخلاق میں درجہ کمال پر فائز تھے آپ کے حسن اخلاق کے دشمن بھی معترف تھے۔ آپ نے اپنے اخلاق و کردار کی بلندی کا وہ عملی نمونہ پیش فرمایا کہ جس سے غیر مسلم بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ یہ جنگ صفین کا واقعہ ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس جنگ میں شرکت کیلئے تیاری فرما رہے تھے تو پتا چلا کہ آپ کی زرہ کہیں گم ہوگئی ہے، تلاش کیا لیکن زرہ کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہوسکا، جب جنگ ختم ہوگئی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس کوفہ تشریف لے آئے تو آپ نے دیکھا کہ ایک یہودی کے پاس وہ زرہ موجود ہے آپ نے اس یہودی سے فرمایا کہ یہ زرہ تو میری ہے میں نے نہ تو اس کو فروخت کیا ہے اور نہ ہی ہبہ کیا ہے پھر تمہارے پاس کس طرح سے آگئی۔ یہودی بڑی ڈھٹائی سے بولا کہ یہ زرہ میری ہے اور میرے قبضہ میں ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، میں اس بارے میں قاضی کے پاس دعویٰ کرتا ہوں۔ چنانچہ آپ فوری طور پر قاضی شریح کی عدالت میں گئے اور ان کے برابر تشریف فرما ہوگئے، پھر قاضی شریح سے فرمایا، اگر میرا مدمقابل یہودی نہ ہوتا تو میں اس کے برابر ہی عدالت میں مخصوص جگہ پر کھڑا ہوتا لیکن میں نے نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو حقیر سمجھا ہے تو تم بھی ان کو حقیر جانو۔ یہ معاملہ دیکھ کر قاضی شریح نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ آپ کیا دعویٰ کرنا چاہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا، یہودی کے پاس میری زرہ ہے، نہ میں نے اس کو فروخت کیا ہے اور نہ ہی اس کو میں نے ہبہ کیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیان کے بعد قاضی شریح نے اس یہودی سے پوچھا کہ تم اس دعویٰ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ یہودی نے جواب دیا کہ یہ زرہ میری ہے اور میرے قبضہ میں ہے۔ اس پر قاضی شریح نے حضرت علی سے کہا، اے امیر المؤمنین! آپ اس بارے میں کوئی گواہ پیش کر سکتے یں؟ آپ نے فرمایا، ہاں ایک میرا غلام قنبر اور میرا بیٹا حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس بات کے گواہ ہیں کہ زرہ کا مالک میں ہوں۔

قاضی شریح نے کہا کہ بیٹے کی گواہی باپ کیلئے کسی مقدمہ میں پیش کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کیا اہل جنت کی گواہی غلط اور ناجائز ہے؟ حالانکہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حسن اور حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) اہل جنت کے سردار ہیں۔ ابھی یہ بحث ہو رہی تھی کہ وہ یہودی پکار اُٹھا، اے امیر المؤمنین! آپ مقدمہ کے فیصلہ کیلئے مجھے قاضی کی عدالت میں لے آئے اس کے باوجود کہ آپ امیر المؤمنین ہیں اور صاحب اختیار ہیں (یہی بات کیا کم تھی کہ) پھر جب قاضی نے بھی آپ سے اسی طرح جرح کی جس طرح کہ عام لوگوں سے کی جاتی ہے۔ بے شک یہی دین اسلام کے حق ہونے کی نشانی ہے بلاشبہ یہ زرہ آپ ہی کی ہے۔ یہودی پر اس واقعہ کا اس قدر اثر ہوا کہ وہ کلمہ اسلام پڑھ کر مسلمان ہوگیا۔ (مغنی الواعظین)

تواضع

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تواضع و انکساری کا یہ عالم تھا کہ بہت سادہ لباس پہنتے تھے ایک شخص نے دیکھا کہ آپ کے جسم مبارک پر ایک پھٹی پرانی قمیض ہے جب آستین کھینچی جاتی ہے تو ناخن تک پہنچ جاتی ہے اور چھوڑ دی جاتی ہے تو سکڑ کر نصف کلائی تک جاتی ہے۔ اسی سادہ لباس میں خلافت کے فرائض ادا کرنے کی غرض سے بازاروں میں گشت فرمایا کرتے تھے۔
ایک شخص نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ آپ نے کھدر کا تہبند باندھا ہوا ہے اور کھدی کی چادر مبارک اوڑھے ہوئے بازار میں پھر رہے ہیں، ہاتھ میں دُرّہ ہے اور لوگوں کو سچائی اور حُسن معاملہ کا حکم دے رہے ہیں۔ لیکن بعض اوقات یہ سادہ لباس بھی آپ کو بہت مشکل سے میسر ہوتا تھا۔ ایک دِن منبر پر چڑھ کر فرمایا کہ میری تلوار کون خریدتا ہے؟ اگر میرے پاس تہبند کے دام ہوتے تو میں اس کو فروخت نہ کرتا۔ ایک شخص نے اُٹھ کر کہا کہ ہم آپ کو تہبند کی قیمت قرض کے طور پر دیتے ہیں۔

خلافت کے منصب سنبھالنے کے بعد آپ نے سادہ لباس زیب تن کرنے میں کوئی عار محسوس نہ کی، چھوٹی آستین اور اونچے دامن کا کرتا اور معمولی کپڑے کا تہبند باندھے ہوئے بازاروں میں گشت فرماتے اگر کوئی تعظیم کرتے ہوئے آپکے پیچھے ہو لیتا تو اسے اس بات سے منع فرماتے کہ اس میں ولی کیلئے فتنہ اور مومن کیلئے ذِلت ہے۔ (تاریخ طبری)

حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو **ابوتراب** کا خطاب عطا فرمایا تھا اور خاکساری نے آپ کو اس لقب کا صحیح مصداق بنا دیا تھا، تمام لوگ آپ کی خدمت و اطاعت کو اپنا فخر سمجھتے تھے مگر آپ خود بازار سے اپنا سودا سلف خرید کر لاتے تھے ایک دن بازار میں کھجوریں خریدیں اور خود اُٹھا کر چل دیئے تو ایک شخص نے کہا، اے امیر المؤمنین! میں پہنچا دوں گا۔ ارشاد فرمایا، بچوں کا باپ ہی اس کا زیادہ مستحق ہے۔ (ادب المفرد باب الکبر)

زہد و ورع

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زہدوورع کا یہ عالم تھا کہ کبھی اپنے لئے گھر نہیں بنایا، بیت المال میں جو کچھ آتا اسی وقت تقسیم کردیتے اور فرماتے، اے دنیا مجھے فریفتہ نہ کر۔ (استعیاب، اسدالغابہ)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی حیات طیبہ کے کسی بھی دَور میں زہدوورع کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ جہاں پر آپ سادہ اور معمولی لباس زیب تن فرماتے وہاں پر کھانے کے معاملے میں بھی کوئی خصوصی اہتمام نہ فرماتے تھے آپ کا کھانا نہایت سادہ اور معمولی نوعیت کا ہوتا تھا ایک مرتبہ آپ کے ساتھ دستر خوان پر عبداللہ بن زریر بھی موجود تھے جب کھانا سامنے آیا تو انہوں نے کہا، اے امیر المؤمنین! کیا آپ کو پرندوں کے گوشت کا شوق نہیں ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا، اے ابن زریر! خلیفۂ وقت کو مسلمانوں کے مال سے صِرف دو پیالوں کا حق ہے ایک اپنے اور ایک اپنے اہل خانہ کیلئے اور دوسرا اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے سامنے پیش کرے۔ (مسند احمد، جلد اوّل)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کبھی دُنیاوی شان وشوکت کی تمنا نہیں فرمائی، آپ کی زندگی فقر و زہد کا ایک اعلیٰ ترین نمونہ تھی آپ کی زوجہ محترمہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیاری صاحبزادی سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خود گھر کے سارے کام کیا کرتی تھیں خود کھانا پکاتیں، گھر میں جاڑو دیتیں اور چکی پیستی تھیں جس سے ان کی رنگت متغیر ہوگئی تھی اور کپڑے بھی گرد آلود ہوگئے تھے۔ ایک دن کسی خادمہ کی طلب میں حضورنبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں تشریف لے گئیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضورنبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس قیدی آئے تو سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں تشریف لے گئیں مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ پایا اور اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پایا اور ان سے کہہ دیا (یعنی کہ جس مقصد کیلئے آئی تھیں) چنانچہ حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیت اطہر میں تشریف لائے تو اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے تشریف لانے کا ذِکر کیا۔ اس پر حضورنبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے جبکہ ہم اپنے بستروں میں لیٹ گئے تھے۔ میں نے کھڑا ہونا چاہا تو ارشاد فرمایا کہ اپنی جگہ لیٹے رہو اور پھر ہم دونوں کے درمیان تشریف فرما ہوگئے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک قدموں کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینہ میں محسوس کی۔ حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! گھر کے کام کاج میرے ذِمہ ہیں اور باہر کے کام حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذِمے ہیں۔ گھر کیلئے کوئی خادمہ عنایت فرمائی جائے تاکہ وہ گھر کے کام کاج میں میرا ہاتھ بٹائے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کیا میں تمہیں اس سے اچھی بات نہ بتاؤں جو تم نے مجھ سے طلب کیا ہے، جب اپنے بستروں میں لیٹنے لگو تو 33 مرتبہ سبحان اللہ، 33 مرتبہ الحمدللہ اور 34 مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔ یہ تمہارے لئے خادم سے بہتر ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے صفین کی رات کے سوا کبھی بھی اس وِرد کو نہیں چھوڑا۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ صفین کی رات بھی پڑھا۔

سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معاشی حالت کا یہ عالم تھا کہ کئی کئی دِنوں تک گھر میں کھانا نہیں پکتا تھا بعض اوقات بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھ لیتے تھے ایک مرتبہ گھر کی تنگی وعسرت اور بھوک کی شدت میں اپنے بیت اطہر سے باہر تشریف لے گئے تاکہ کوئی مزدوری مل جائے تو کچھ کما لائیں۔

اس مقصد کیلئے عوالی مدینہ (مدینہ طیبہ کی نزدیکی آبادی) میں دیکھا کہ ایک بوڑھی عورت پتھروں اور اینٹوں کو اِکٹھا کر رہی ہے یہ دیکھ کر کہ شاید اپنے باغ کو سیراب کرنا چاہتی ہے، اس کے پاس گئے اور اس سے مزدوری کا معاملہ طے کیا اور پانی سینچنے لگے حتیٰ کہ ہاتھوں میں آبلے پڑ گئے۔ مزدوری کرنے کے بعد اُجرت کے طور پر ایک مٹھی بھر کھجور ملیں چونکہ اکیلئے کھانے کی عادت نہ تھی اس لئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کی گفتگو سماعت فرمانے کے بعد محبت وشوق کے ساتھ کھانے میں آپ کا ساتھ دیا۔ (مسند ابن حنبل)

امانت و دیانت

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امانت و دیانت کے وصف کا یہ عالم تھا کہ منصب خلافت سنبھالنے سے پہلے بھی آپ اس میں خاص مقام و مرتبہ رکھتے تھے چنانچہ یہی وجہ تھی کہ ہجرت مدینہ سے پہلے حضور نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذِمہ جو قریش کی امانتیں تھیں اُن کی واپسی کی خدمت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد فرمائی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق لوگوں کی امانتیں اُن کو واپس لوٹائیں۔ (اسد الغابہ، جلد چہارم)

ایک مرتبہ کسی متمول شخص نے حضرت امام حسن و حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو دو چادریں ہدیہ کے طور پر دیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جُمُعَۃُ الْمُبَارَك کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ان چادروں پر نگاہ پڑ گی تو دریافت فرمایا کہ یہ کہاں سے لی ہیں؟ انہوں نے واقعہ بتایا تو ان سے چادریں لے کر بیت المال میں جمع کرا دیں۔

اسی طرح ایک مرتبہ اصفہان سے بہت سا مال اور سامان آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آیا اس کو آپ نے چند دیانتدار لوگوں کی حفاظت میں رکھوا دیا اس میں سے سیّدہ اُمِ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک مشکیزہ شہد اور ایک مشکیزہ گھی منگوایا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب آ کر سامان کی گنتی کی تو مشکیزوں کی کمی پائی آپ نے اس بارے میں پوچھا تو حفاظت کرنے والوں نے کہا کہ آپ نے ان کے بارے میں ہم باز پُرس نہ کریں ہم ان کو لا دیتے ہیں آپ نے فرمایا، تمہیں اصل واقعہ بیان کرنا پڑے گا۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ ہم نے سیّدہ اُمِ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس بھیج دیئے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا، میں نے تو یہ حکم دیا تھا کہ مسلمانوں کو تقسیم کر دو اور تم نے اُمِ کلثوم (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو دے دیا۔ چنانچہ اسی وقت وہ مشکیزے واپس منگوائے اور ان میں جو کچھ استعمال ہو چکا تھا اس کی قیمت لگوائی تو معلوم ہوا کہ تین دِرہم کی کمی آئی ہے اس پر سیّدہ اُمِ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں سے تین دِرہم منگوائے اور مشکیزوں کو تمام مسلمانوں پر تقسیم کروا دیا۔ (نزہتہ الابرار)

اسی طرح سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دیانت کا یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ آپ کے پاس اصفہان سے کچھ مال آیا جس میں ایک روٹی بھی تھی آپ نے مال کے ساتھ روٹی کے بھی سات ٹکڑے کیئے اور ہر حصہ پر روٹی کا ایک ٹکڑا رکھا پھر قرعہ ڈال کر تقسیم فرمایا۔ اسی طرح ایک دن بیت المال کا سارا مال تقسیم کر کے اس میں جھاڑو دِلوائی اور اس جگہ پر دو رکعت نفل نماز ادا فرمائی کہ قیامت کے دن آپ کی امانت و دیانت کی شاہد رہے۔ (ازالتہ الخفاء بحوالہ ابن ابی شیبہ)

ایک مرتبہ کچھ نارنگیاں آئیں تو حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ایک نارنگی اُٹھالی۔ سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا تو فوراً ان کے ہاتھ سے چھین کر لوگوں میں تقسیم کر دی۔ (ازالتہ الخفاء)

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اگر کوئی چیز ہدیہ کے طور پر بھی ملتی تھی تو آپ اس کو بیت المال میں داخل فرما دیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دن آپ نے ایک عطر کی شیشی دکھاتے ہوئے فرمایا یہ ایک کسان نے مجھے ہدیہ کے طور پر دی ہے۔ اس کے بعد بیت المال میں تشریف لائے اور سارا عطر بیت المال میں رکھ دیا اور ارشاد فرمایا، کامیاب ہے وہ شخص جس کے پاس ایک قوصرہ ہو اور وہ روزانہ اس کو کھائے۔ (استیعاب)

عبادات

سیّدنا حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ زاہدانہ طبیعت کے مالک تھے، پروردگارِ عالم کی عبادت میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھتے اپنی زندگی کے شب و روز کا زِیادہ تر وقت عبادتِ الٰہی میں گزرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس صفت کو قرآن حکیم میں اسطرح بیان فرمایا ہے:

محمّد الرسول اللّٰه والذین امعه اشداء علی الکفار رحماء بینهم تراهم

رُکعا سجداً یبتغون فضلا من اللّٰه و رضوانا

محمد رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور وہ حضرات جو آپ کے ساتھ ہیں کافروں کے مقابلے میں نہایت سخت ہیں اور آپس میں نہایت محبت و مہربانی کرنے والے ہیں تم ان کو دیکھتے ہو کہ بہت رکوع اور بہت سجدہ کر کے اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رِضا حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے مفسرین کرام تحریر فرماتے ہیں کہ والذین معه سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ أشداء علی الکفار سے سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جبکہ رحماء بینهم سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رکعا سجدا سے سیّدنا علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور یبتغون فضلا من اللّٰه و رضوانا سے مراد جبکہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔ (تفسیر فتح البیان، جلد نہم)

سیّدنا حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرائض و واجبات کے علاوہ نوافل اور تسبیحات کا بھی روزانہ اہتمام فرماتے تھے پروردگارِ عالم کے مقبول اور عبادت گزار بندے تھے۔

محاسن اخلاق

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محاسن اخلاق کے ضمن میں روایات میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ضرار اسدی سے فرمایا کہ مجھے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصاف بتاؤ، یعنی ان کے اوصاف بیان کرو۔ انہوں نے جواب دیا کہ اس بات سے آپ مجھے معاف فرمادیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بات پر اِصرار کیا تو جناب ضرار اسدی نے کہا کہ اگر آپ اصرار فرماتے ہیں تو پھر سنئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلند حوصلہ اور نہایت قوی تھے۔ فیصلہ کن بات کہتے تھے، نہایت عدل کے ساتھ فیصلہ کرتے تھے۔ ان کے ہر حرف سے علم کا چشمہ پھوٹتا تھا۔ ان کے تمام اعتراف سے حکمت ٹپکتی تھی۔ دُنیا کی دلفریبی اور شادابی سے وحشت کرتے اور شب کی وحشت ناکی سے لگاؤ رکھتے تھے بہت گریہ کرنے والے اور بہت زیادہ غور و فکر کرنے والے تھے۔ عام لباس اور بچا کھچا کھانا پسند کرتے تھے۔ ہم میں بالکل ہماری طرح (گھل مل کر) رہتے تھے۔ ہم جب ان سے سوال کرتے تو وہ ہماری بات کا جواب دیتے تھے اور جب ہم ان سے انتظار کرنے کی استدعا کرتے تو وہ ہمارا انتظار کرتے اور اپنی خوش اخلاق سے ہمیں اپنا گرویدہ بنالیتے تھے اور وہ خود بھی ہم سے قریب ہوجاتے تھے لیکن اس کے باوجود اللہ کی قسم! ان کی ہیبت سے ہم ان سے بات نہ کرسکتے تھے۔ وہ اہل دین کی عزت کرتے تھے۔ غربا کو اپنی قربت عطا فرمائے قوی کو اس کے باطل میں حرص و لالچ کا موقع نہیں دیتے تھے ان کے انصاف سے کمزور کبھی نا اُمید نہیں ہوتا تھا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے ان کو بعض معرکوں کے دَوران دیکھا ہے کہ شب گزر چکی ہے ستارے غروب ہو چکے ہیں اور وہ اپنی ریش مبارک پکڑے ہوئے ایسے بے چین ہیں کہ جیسے کوئی مارگزیدہ بے چین و مضطرب ہوتا ہے اور اس حالت میں وہ غمزدہ شخص کی طرح گریہ کر رہے ہیں اور فرماتے ہیں، اے دنیا! مجھے دھوکہ نہ دے تُو مجھ سے چھیڑ چھاڑ کرتی ہے یا میری مشتاق ہوئی ہے، افسوس! میں نے تجھے تین طلاقیں دے دی ہیں جن کی واپسی نہیں ہوسکتی میری عمر تھوڑی اور مقصد حقیر ہے۔

آہ! زادِراہ تھوڑا اور سفر بہت طویل ہے۔ راستہ پر خطر ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ اوصاف سنے تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا، اللہ ابوالحسن پر رحم فرمائے۔ اللہ کی قسم! وہ ایسے ہی تھے۔

ازدواج و اولاد

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں متعدد نکاح کیئے، آپ کی سب سے پہلی شادی خاتون جنت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ ہوئی۔ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں۔ روایات میں آتا ہے کہ جب سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا طفولیت سے سن بلوغت کو پہنچیں تو اکابرین قریش کی طرف سے نکاح کے پیغام آنا شروع ہو گئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی طرف توجہ نہیں فرماتے تھے۔ ایک روز حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بات کا اِظہار فرمایا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کا اختیار قبضہٗ قدرت میں ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نکاح کا پیغام بھیجا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکو بھی اسی طرح کا جواب دیا۔ ایکدن حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہم مسجد میں تشریف فرما تھے اور سیّدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بارے میں گفتگو فرما رہے تھے انہوں نے کہا کہ اکابرین قریش کی طرف سے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیلئے بھیجا جانے والا نکاح کا پیغام کسی کیلئے بھی قبول نہیں ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابھی تک پیغام نہیں دیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میرا خیال ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے صِرف مال کی کمی ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کا نکاح سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کرنے پر راضی ہیں۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر فاروق اور حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے کہا کہ آؤ ہم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملیں اور ان کو فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ نکاح کا پیغام دینے کی ترغیب دیں۔ چنانچہ یہ تینوں صحابہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! کوئی نیکی ایسی نہیں جس میں آپ سبقت نہ لے جاتے ہوں اور پھر آپ کا مقام و مرتبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا ہے کہ کسی دوسرے شخص کا اس میں شریک و دخل نہیں آپ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیلئے نکاح کا پیغام دیں۔ ان حضرات کے ترغیب دلانے پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو اپنے پاس بٹھالیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سر جھکائے زمین کو دیکھے جا رہے تھے۔ جس طرح کوئی ضرورت مند ہو مگر شرم وحیاء کی وجہ سے اپنی حاجت بیان نہ کرسکتا ہو، حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! میرا خیال ہے کہ تم کسی چیز کے خواہش مند ہو مگر اسے بیان کرنے میں شرم محسوس کر رہے ہو۔ جو کچھ تمہارے دِل میں ہے کہہ دو اور شرم نہ کرو تمہاری خواہش پوری ہوگی اس پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا مدعا بیان فرمایا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی درخواست قبول فرمائی اور ارشاد فرمایا، اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! گھریلو ضروریات کی کوئی چیز تمہارے پاس ہے جسے تم وسیلہ بناؤ۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، میرے پاس ایک تلوار، ایک اُونٹ اور ایک زرہ ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، تلوار کی تمہیں ضرورت ہے ہر وقت جہاد کیلئے تیار رہتے ہو اور اُونٹ تمہاری سواری کیلئے ہے وہ بھی ضروری ہے۔ میں تیری طرف سے زرہ پر اکتفا کرتا ہوں اور اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تجھے بھی بشارت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تیرا اور فاطمہ کا نکاح آسمان پر باندھ دیا ہے۔

اس کے بعد حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مجلس میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نکاح اپنی پیاری بیٹی سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کردیا۔ سیّدہ فاطمہ کا حق مہر ڈھال مقرر ہوا۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے گھر تشریف لے گئے اور نکاح کا اعلان فرمایا پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اپنی ڈھال لے جاکر فروخت کردو اور اس کی قیمت لے آؤ۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی یہ ڈھال حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ چار سو دِرہم میں فروخت کردی۔ جب آپ نے ڈھال حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے کردی اور قیمت وصول کرلی تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! آپ اس ڈھال کے زیادہ حقدار ہیں۔ میں یہ ڈھال آپ کو ہی ہبہ کرتا ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شکریہ ادا کیا اور حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ڈھال اور دِرہم لے جاکر پیش کردیئے اور ساتھ ہی تمام واقعہ بھی بیان کردیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں دُعائے خیر فرمائی پھر ان دِرہموں میں سے مٹھی بھر دِرہم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ضروریات خانہ داری خریدنے کیلئے دیئے اور حضرت سلمان اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ان کے ساتھ کردیا تاکہ اگر زیادہ وزن بن جائے تو اُٹھا کر لے آئیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم باہر نکلے اور گنتی کی تو یہ تین سو ساٹھ دِرہم تھے ان تمام میں سے میں نے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیلئے سامان خریدا، ایک مصری گدیلہ جو کہ پشم سے بھرا ہوا تھا۔ ایک چمڑے کا گدیلہ جس میں کھجور کے پتے تھے۔ ایک پردہ عباء خیبری اور چند مٹی کے برتن تھے۔ یہ تمام سامان ہم حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں لائے، حضور نے جب انہیں دیکھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چشمانِ اطہر میں آنسو آگئے اور یہ دعا فرمائی، اے اللہ! اس قوم پر برکت نازل فرما جس کے بہترین برتن مٹی کے ہیں۔

۱...... جب سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رُخصتی کا وقت آیا تو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس تمام ازواج مطہرات جمع تھیں۔ انہوں نے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیساتھ حسرت آمیز باتیں شروع کر دیں۔ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تذکرہ کیا اور فرمانے لگیں کہ اگر خدیجہ آج موجود ہوتیں تو سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق ہمیں کوئی پریشانی نہ ہوتی اور ہماری آنکھیں روشن ہوتیں۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور فرمایا خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) جیسا کوئی بھی نہیں ہے اس نے اس وقت میری تصدیق کی جب سب نے تکذیب کی، اپنے سارے مال کو مجھ پر خرچ کردیا، اللہ تعالیٰ کے دِین کو قبول کیا، یہاں تک کہ میں نے اس کی زندگی میں ہی اسے جنت کی بشارت دے دی۔

رِوایات میں آتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوۂ بدر سے واپس آکر رَمضانُ المبارک کے مہینہ میں 2 ھ میں نکاح کی درخواست کی تھی۔ نکاح کے وقت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر اِکیس سال پانچ ماہ تھی۔ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین اور حضرت محسن رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور سیّدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور سیّدہ کلثوم کبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ولادت ہوئی۔ حضرت محسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بچپن میں ہی وصال ہوگیا تھا۔

۲...... سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُم البنین بنت حرام کلابیہ سے نکاح کیا جن کے بطن پاک سے حضرت عباس، حضرت جعفر، حضرت عبداللہ، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور چار بیٹیوں کی ولادت ہوئی۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ باقی تینوں بیٹے میدانِ کربلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ شہید ہوئے۔

۳...... حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تیسرا نکاح حضرت لیلیٰ مسعود بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا ان کے بطن پاک سے آپ کے صاحبزادوں حضرت عبیداللہ و حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ولادت ہوئی۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ کے ان دونوں صاحبزادوں نے بھی میدانِ کربلا میں شہادت پائی۔

٤...... چوتھی شادی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کی جن کے بطن پاک سے محمد الاصغر اور یحییٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ولادت ہوئی۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ انہوں نے بھی میدانِ کربلا میں اپنے بھائی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ شہادت پائی۔

۵......حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پانچواں نکاح حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نواسی سیّدہ امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کیا جو کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی کی بیٹی تھیں۔ سیّدہ امامہ بنت ابی العاص بن الربیع بن عبدالعزیٰ بن عبد شمس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بڑی محبت تھی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شفقت کا اس قدر اظہار فرمایا کرتے تھے کہ ان کے بچپن کے دنوں میں ان کو نماز کی حالت میں اپنے دوش مبارک پر بٹھالیا کرتے اور جب رکوع میں جاتے تو ان کو زمین پر اُتار دیتے۔ سجدے سے سر مبارک اُٹھا کر قیام کرتے تو پھر اُٹھا کر دوش مبارک پر بٹھا لیتے تھے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انتقال کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وصیت کے مطابق سیّدہ امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا۔ ان کے بطن پاک سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے محمد اوسط کی ولادت ہوئی۔

۶......آپ نے چھٹا نکاح خولہ بنت جعفر سے کیا۔ ان کا تعلق قبیلہ حضبہ سے تھا۔ ان کے بطن پاک سے محمد الاکبر کی ولادت ہوئی جو کہ محمد بن حنفیہ کے نام سے مشہور ہیں۔

۷......حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ساتواں نکاح صہبا بنت ربیہ تغلبیہ سے کیا یہ اُمِ ولد تھیں ان کے بدن پاک سے رقیہ اور عمر کی ولادت ہوئی۔ عمر کا انتقال تقریباً پچاس برس کے سن میں ینبوع میں ہوا۔

۸......حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آٹھواں نکاح اُم سعید بنت عروہ بن مسعود ثقفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کیا یہ مشہور صحابی حضرت عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بیٹی تھیں جو صلح حدیبیہ کے موقع پر حاضر تھے۔ ام سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے اُم الحسن اور رملہ کبریٰ کی وِلادت ہوئی۔

۹......حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نواں نکاح محیاۃ بنت امراء القیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کیا جنکے بطن سے ایک بچی کی ولادت ہوئی جو کہ بچپن میں انتقال کر گئیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلسلہ نسب آپ کے صاحبزادوں حضرت امام حسن، حضرت امام حسین، حضرت محمد بن حنفیہ، حضرت عباس، حضرت جعفر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے چلا۔

کرامات

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامات کثرت سے ہیں موضوع کی مناسبت سے ذیل میں آپ کی چند کرامات کا بیان کیا جاتا ہے۔

دعا کی قبولیت

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک کرامت کا ذِکر کرتے ہوئے علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب طبقات میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ اپنے دونوں شہزادوں حضرت امام حسن وحضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ہمراہ حرم کعبہ میں موجود تھے کہ نصف شب کو کسی کہنے والے کو بہت ہی گڑگڑا کر اپنی حاجت کیلئے دعا کرتے ہوئے سنا جو کہ زار وقطار رو رہا تھا اور کہہ رہا تھا:۔

اے وہ ذات اقدس! جو تاریکیوں میں پریشان و بے چین کی دعا سنتی ہے۔ اے ذات اقدس! جو بیماریوں کی تکلیف اور دُکھ کو دور فرماتی ہے، تیری خدمت میں حاضری دینے والے کعبہ کے اردگرد سو گئے ہیں۔ لیکن اے زِندہ کائنات کے سہارے! تُو تو کبھی بھی نہیں سویا کرتا، کیا تو صِرف اپنی سخاوت سے میری لغزشوں پر اپنی معافی کا وسیع دامن پھیلا دے گا، تیری ہی ذات کی امیدیں لے کر حرم پاک میں مخلوق اکٹھی ہے اگر خطا کار ہی تیری معافی کے اُمیدوار نہ ہوں تو پھر خطا کاروں پر تیرے سوا اور کون نعمتوں کی بارش فرمائے گا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی کو حکم دیا کہ اس شخص کو میرے پاس لاؤ۔ وہ شخص اس حال میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ اس کے جسم کا ایک حصہ فالج زدہ تھا اور وہ زمین پر گھسیٹتا ہوا آپ کے سامنے آیا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ میں نے تیری التجائیں تو سنی ہیں اب ذرا اپنا واقعہ بھی سنا دے۔ اس نے عرض کی اے امیر المؤمنین! میں لہو ولعب اور گناہوں میں مبتلا ایک شخص تھا اور میرا باپ جو نہایت ہی نیک اور شریعتِ مطہرہ کا پابند مسلمان تھا۔ مجھے نصیحت فرماتا تھا کہ کہ اللہ تعالیٰ کی کچھ سختیاں اور کچھ گرفت ہیں جو ظالموں سے دُور نہیں ہیں۔ جب میرے والد نے بار بار نصیحتیں کیں تو ایک دن میں آپے سے باہَر ہو گیا اور اپنے باپ کو پیٹ ڈالا۔ میرا باپ یہ قسم کھا کر چل دیا کہ مجھے بد دعا دے گا، چنانچہ وہ رنج وغم میں ڈوبا ہوا حرم کعبہ میں آیا اور میرے لئے بد دعا کرنے لگا ابھی دعا پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ میرا دایاں پہلو فالج زدہ ہو گیا اور میں زمین پر گھسیٹ کر چلنے لگا۔

میں اپنے کیئے پر سخت نادم تھا اور غیبی سزا سے مجھے بری عبرت حاصل ہوئی اور میں رو رو کر اپنے باپ سے معافی کا طلبگار رہوا میں نے بڑی مشکل سے انہیں راضی کیا اور میرے باپ نے اپنی شفقت سے مجبور ہو کر مجھ پر رحم کھایا اور مجھے معاف کر دیا اور کہا کہ میرے ساتھ چلو میں وہاں پر ہی تیرے حق میں دعا کروں گا جہاں تجھے بد دعا دی تھی چنانچہ میں نے اپنے باپ کو اونٹنی پیش کی اور اس پر سوار ہو کر مکہ مکرمہ لا رہا تھا کہ راستے میں اچانک ایک مقام پر اونٹنی بدک کر بھاگ کھڑی ہوئی اور میرا باپ دو چٹانوں کے درمیان اس سے گر کر جاں بحق ہو گیا اور اب میں تنہا حرم کعبہ میں آ کر دِن رات رو رو کر اللہ تعالیٰ سے اپنی صحت یابی کیلئے دعائیں مانگتا رہتا ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شخص کی ساری بات سن کر فرمایا کہ اے شخص! اگر تیرا باپ تجھ سے راضی ہو گیا تھا تو اطمینان رکھ کہ اللہ کریم بھی تجھ سے راضی ہو گیا ہے۔ اس شخص نے قسم کھا کر کہا کہ میرا باپ مجھ سے راضی ہو گیا تھا۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُٹھے اور چند رَکعتیں پڑھ کر کئی مخفی دعائیں فرمائیں جو کہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ پھر فرمایا کہ مبارک ہو، اُٹھ کھڑا ہو جا یہ سنتے ہی وہ شخص اُٹھا اور پہلے کی طرح چلنے لگا وہ بالکل صحت یاب ہو گیا تھا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر تو اپنے باپ کے راضی ہونے کی قسم نہ کھاتا تو میں تیرے لئے ہرگز دعا نہ کرتا۔ (حجۃ اللہ علی العالمین، جلد دوم)

چکی کا خود بخود چلنا

اس کرامت کے بارے میں حضرت صبان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب **اسعاف الراغبین** میں یہ واقع نقل فرمایا ہے کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو ذر غِفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا لائیں حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ گئے تو دیکھا کہ ان کے گھر میں چکی خود بخود چل رہی ہے اور وہاں پر کوئی آدمی بھی نہیں ہے۔ انہوں نے آ کر اس عجیب کرامت کا تذکرہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اے ابو ذر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! اللہ تعالیٰ کے کچھ فرِشتے ایسے بھی ہیں جو زمین میں گھومتے پھرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کی یہ ڈیوٹی بھی فرمادی ہے کہ وہ میری آل پاک کی مدد کرتے رہیں۔ (جامع کراماتِ اولیاء ازالۃ الخفاء)

چشمہ کی نشاندھی

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک کرامت کے بارے میں روایات میں آتا ہے کہ جب آپ اپنے لشکر کے ہمراہ مقام صفین کی طرف جا رہے تھے تو ایک ایسے میدان سے گزر ہوا جہاں پانی بالکل نہ تھا۔ یہ بہت بڑا میدان تھا سارا لشکر پیاس کی شدت سے بے حال ہوگیا۔ اس میدان کے نزدیک گرجا گھر تھا جس میں ایک راہب رہتا تھا اس نے بتایا کہ یہاں سے دوکوس کے فاصلے پر پانی دستیاب ہو سکے گا۔ کچھ لشکریوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اجازت مانگی کہ وہاں سے جا کر پی لیں۔ یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے خچر پر سوار ہوئے اور ایک جگہ کی طرف اِشارہ کر کے فرمایا کہ تم لوگ اس جگہ کو کھودو۔ آپ کے حکم سے لوگوں نے زمین کھودنی شروع کر دی تو نیچے سے ایک پتھر ظاہر ہوا۔ اس پتھر کو توڑنے اور نکالنے کی لوگوں نے بہت کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی وہ پتھر اپنی جگہ سے ہل نہ سکا۔ یہ دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلال میں آ گئے اور اپنی سواری سے نیچے اُتر آئے اپنے دونوں ہاتھوں کی اُنگلیوں کو اس پتھر کی دراڑ میں ڈال کر ایسا زبردست زور لگایا کہ پتھر فوراً نکل پڑا اور اس کے نیچے سے نہایت ہی صاف اور شفاف میٹھے پانی کا ایک چشمہ ظاہر ہوگیا، سارے لشکر نے خوب سیر ہو کر پانی پیا۔ لوگوں نے اپنے جانوروں کو بھی پلایا، لشکریوں نے اپنے تمام مشکیزے بھر لئے۔ پھر آپ نے پتھر اُٹھا کر واپسی اُسی جگہ پر رکھ دیا۔

گرجا گھر کے راہب نے جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ کرامت دیکھی تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے کہنے لگا کہ کیا آپ فرشتہ ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نہیں۔ اُس نے سوال کیا، کیا آپ نبی ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ اُس نے کہا کہ پھر آپ کون ہیں؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا صحابی ہوں اور مجھے حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چند باتوں کی نصیحت بھی فرمائی ہے۔ آپ کی یہ بات سن کر عیسائی راہب نے کلمہ اسلام پڑھا اور مسلمان ہوگیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے دریافت کیا کہ تم نے اتنا عرصہ تک کیوں اسلام قبول نہیں کیا تھا؟ راہب نے جواب دیا کہ ہماری کتابوں میں یہ تحریر ہے کہ اس گرجا گھر کے نزدیک جو ایک حصہ چشمہ ہے اس کو صرف وہی شخص ظاہر کرے گا جو یا تو نبی ہوگا یا نبی کا صحابی ہوگا۔ چنانچہ میں اور مجھ سے پیشتر بہت سے راہب اس قدیم گرجا گھر میں اسی انتظار میں مقیم رہے۔ اب چونکہ آپ نے اس پوشیدہ چشمہ کو ظاہر فرمایا ہے تو میرا مقصد پورا ہوگیا اس لئے میں نے دین اسلام قبول کر لیا۔ راہب کی باتیں سن کر آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور آپ زار و قطار رونے لگے آپ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ پھر ارشاد فرمایا، الحمدللہ کہ ان لوگوں کی کتابوں میں میرا ذکر بھی ہے۔ رِوایات میں آتا ہے کہ اسلام قبول کرنے کے بعد یہ راہب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت اقدس میں ہی رہنے لگا اور آپ کے لشکر میں شامل ہو کر اہل شام سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہوگیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے اپنے دست مبارک سے دفن کیا اور اسکے حق میں دعائے مغفرت کی۔ (شواہد النبوۃ)

کٹا ہوا ہاتھ جُڑ گیا

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک حبشی غلام جو کہ آپ کا بہت ہی مخلص محب تھا شامت اعمال سے اس نے ایک مرتبہ چوری کرلی لوگ اس کو پکڑ کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں لے آئے۔ آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ کیا تُو نے چوری کی ہے؟ اس نے اپنے جرم کا اعتراف کرلیا۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا۔ اس کے بعد وہ غلام وہاں سے نکلا اور اپنے گھر کو روانہ ہوا، تو راستے میں اسے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن الکواء ملے۔ ابن الکواء نے اس سے پوچھا کہ کہ تیرا ہاتھ کس نے کاٹا ہے؟ اُس نے جواب میں بڑے احترام سے آپ کا نام لیتے ہوئے کہا کہ میرا ہاتھ امیر المؤمنین، یعسوب المسلمین، داماد رسول وزوج بتول حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کاٹا ہے۔ ابن الکواء نے فرمایا، انہوں نے تیرا ہاتھ کاٹ دیا ہے اور تو ان کی مدح کرتا ہے اور اس قدر عزت و احترام سے اُن کا نام لیتا ہے۔ غلام نے جواب دیا، میں ان کی مدح کیوں نہ کروں انہوں نے میرا ہاتھ حق کی وجہ سے کاٹا ہے اور مجھے یہ سزا دے کر جہنم کے عذاب سے بچالیا ہے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دونوں کے مابین ہونے والی گفتگو سن رہے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے اور آپ سے اس گفتگو کا تذکرہ کیا۔ یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس غلام کو طلب فرمایا اور اس کا کٹا ہوا ہاتھ اس کی کلائی کے ساتھ رکھا اور ایک رومال سے ڈھانپ دیا پھر کچھ پڑھنا شروع کیا اور دعا مانگی اسی اثناء میں ایک غیبی آواز آئی جسے وہاں پر موجود لوگوں نے سنا کہ ہاتھ سے کپڑا ہٹادو۔ لوگوں نے جب ہاتھ سے رومال ہٹایا تو ہاتھ بالکل ٹھیک ہو چکا تھا غلام کا کٹا ہوا تھا اس طرح کلائی کے ساتھ جڑ گیا تھا کہ کٹنے کا کوئی نشان بھی دکھائی نہ دیتا تھا بلاشبہ یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت اور پروردگار عالم کی رضا کی بدولت ہوا۔ (تفسیر کبیر، جلد پنجم)

درندوں کی اطاعت

ایک مرتبہ ایک شخص حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں سفر پر جانا چاہتا ہوں لیکن مجھے جنگلی درندوں سے بہت ڈر لگتا ہے۔ آپ نے اسے اپنی انگوٹھی دے کر فرمایا، جب تمہارے پاس کوئی خطرناک درندہ آئے تو اس سے فوری طور پر یہ کہہ دینا کہ یہ (حضرت) علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی انگوٹھی ہے۔ اس کے بعد وہ شخص سفر پر روانہ ہوگیا اور اتفاق سے اس پر ایک جنگلی درندہ حملہ آور ہونے کیلئے آگے بڑھا تو اُس نے جلدی سے پکار کر کہا، اے درندے! یہ دیکھ میرے پاس حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی انگوٹھی ہے، درندے نے جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی انگوٹھی دیکھی تو اپنا سر آسمان کی طرف اُٹھایا اور پھر وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ اس شخص نے جب سفر سے واپسی اختیار کی تو یہ قصہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنایا آپ نے سن کر فرمایا، اس درندے نے آسمان کی طرف منہ کر کے یہ قسم کھائی تھی اور کہا تھا کہ مجھے پروردگار عالم کی قسم! میں ہرگز اس علاقہ میں نہیں رہوں گا جس میں لوگ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے میری شکایت کریں۔ (نزہۃ المجالس، جلد دوم)

گرتی ہوئی دیوار کا رُک جانا

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک اور کرامت کا ذِکر کرتے ہوئے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دیوار کے پاس بیٹھ کر کسی مقدمہ کا فیصلہ فرما رہے تھے کہ اسی اثناء میں لوگوں نے ایک دم شور مچایا کہ اے امیر المؤمنین! یہ دِیوار گر رہی ہے یہاں سے اُٹھ جایئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت سکون اور اطمینان کے ساتھ فرمایا کہ مقدمہ کی کارروائی جاری رکھو۔ اللہ تعالیٰ بہترین حافظ و ناصر و نگہبان ہے۔ پھر آپ نے بڑے ہی اطمینان کے ساتھ مقدمہ کا فیصلہ صادر فرمایا اور جب وہاں سے چل پڑے تو آپ کے ہٹتے ہی دیوار دھڑام سے گر پڑی۔ (از التہ الخفاء مقصد ۲)

مُردوں سے گفتگو

امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک کرامت نقل فرمائی ہے کہ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، ایک مرتبہ ہم مدینہ منوّرہ کے قبرستان میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیساتھ گئے تو آپ نے بلند آواز سے فرمایا **اهل القبور السّلام علیکم و رحمة اللّٰه و برکاته** کیا تم ہمیں اپنی خبریں بتاؤ گے یا ہم تمہیں بتائیں؟ راوی کا بیان ہے کہ ہم نے جواب میں یہ آواز سنی، **و علیکم السّلام و رحمة اللّٰه و برکاته یا امیر المؤمنین**، آپ ہمیں ارشاد فرمائیں کہ ہمارے بعد کیا ہوا؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، تمہارے بعد تمہاری بیویاں دوسری شادی کرچکی ہیں تمہارے مال تقسیم ہوگئے ہیں تمہارے بچے یتیموں میں شمار ہونے لگ گئے ہیں۔ جن عمارتوں کو تم نے نہایت پختہ تعمیر کروایا تھا آج ان میں تمہارے دشمن رہ رہے ہیں۔ یہ ہیں وہ خبریں جو ہمارے پاس ہیں۔ اب تم ہمیں اپنی خبریں بتاؤ۔ ایک مُردے نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جواب دیا کہ اے امیر المومنین! ہمارے کفن پھٹ گئے ہیں بال بکھر گئے ہیں، جسم کی کھال اُکھڑ گئی ہے آنکھوں کے ڈھیلے پانی بن کر رُخساروں پر بہہ گئے ہیں نتھنوں سے پیپ اور پیلا پانی جاری ہے جو نیکیاں پہلے سے بھیجی تھیں وہ تو مل گئیں اور جو مال پیچھے چھوڑا تھا وہ بالکل خسارہ بن گیا ہے۔

(حجۃ اللہ علی العالمین، جلد دوم)

عورت اور مرد کا جھگڑا

ایک مرتبہ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیت اطہر سے کچھ فاصلہ پر ایک مسجد کے متصل ایک گھر میں دو میاں بیوی ساری رات جھگڑتے رہے۔ جب صبح ہوئی تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان دونوں کو اپنے پاس طلب فرمایا اور ان سے جھگڑے کی وجہ دریافت فرمائی۔ عورت کے خاوند نے عرض کیا، اے امیر المؤمنین! میں کیا کروں؟ نکاح کے بعد اس عورت سے مجھے بے انتہا نفرت ہوگئی ہے، میرا رویہ دیکھ کر یہ عورت مجھ سے جھگڑنا شروع ہوگئی جس سے بات بڑھ گئی اور ہم دونوں میں ساری رات جھگڑا ہوتا رہا۔

یہ بات سن کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام حاضرین کو وہاں سے باہر نکل جانے کا حکم دیا پھر عورت سے فرمایا کہ تم سے جو سوال کروں گا تم اس کا بالکل دُرست اور سچ جواب دینا۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے فرمایا، اے عورت! تمہارا نام یہ ہے اور تمہارے والد کا نام یہ ہے۔ عورت نے کہا، آپ نے بالکل ٹھیک بتایا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا، تم یہ بات یاد کرو کہ جب تم زِنا کاری سے حاملہ ہوگئی تھی اور ایک مدت تک تم اور تمہاری ماں تیرے اس حمل کو چھپاتی رہی اور جب دردِ زہ شروع ہوا تو تمہاری والدہ تمہیں اپنے گھر سے باہر لے گئی اور بچہ کی پیدائش ہونے پر اس بچہ کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر تم نے میدان میں ڈال دیا۔ اتفاق سے اُس وقت ایک کُتا اس بچے کے قریب آیا تو تمہاری ماں نے اس کُتے کو ایک پتھر مارا مگر وہ پتھر کتے کو لگنے کے بجائے بچے کو لگ گیا اور اس کا سر پھٹ گیا، تمہاری ماں کو بچے پر رحم آگیا اور اس نے بچے کے زخم پر پٹی باندھ دی، پھر تم دونوں نے وہاں سے راہ فرار اختیار کی اور اس کے بعد تم دونوں کو اس بچے کی کوئی خبر نہ ملی۔ کیا یہ واقعہ سچا ہے؟

عورت نے اقرار کرتے ہوئے کہا، اے امیر المؤمنین! یہ واقعہ بالکل سچ ہے۔ عورت کے اعتراف کے بعد آپ نے فرمایا، اے نوجوان! تو اپنا سر کھول کر اس عورت کو دکھا نوجوان نے اپنا سر دکھایا تو اس پر زخم کا نشان موجود تھا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عورت سے مخاطب ہو کر فرمایا، یہ نوجوان تیرا خاوند نہیں ہے بلکہ تیرا بیٹا ہے اور تم دونوں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تم دونوں کو حرام کاری سے بچالیا۔ اب تو اپنے اس بیٹے کو لے کر اپنے گھر جا۔ (شواہد النبوۃ)

جھوٹ کی سزا

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت اقدس میں ایک شخص آپ کے مخالفین کا جاسوس بن کر رہتا تھا اور آپ کی خفیہ باتوں کی اِطلاعات آپ کے مخالفین کو پہنچاتا رہتا تھا۔ ایک دِن آپ نے اُس سے ضمن میں دریافت فرمایا تو اُس نے قسمیں کھانا شروع کردیں اور اپنی بے گناہی کا یقین دلانا شروع کردیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی دیدہ دلیری دیکھ کر جلال میں آگئے اور فرمایا، اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ تیری آنکھوں کی بینائی چھین لے۔ چند دِن ہی گزرے تھے کہ اس شخص کی آنکھوں کی بینائی ختم ہوئی اور وہ اندھا ہوگیا اور اسے لوگ لاٹھی پکڑا کر چلاتے تھے۔ (شواہد النبوۃ)

مدفن کی خبر

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک کرامت کا بیان کرتے ہوئے حضرت اصبغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ سفر کر رہے تھے کہ ہمارا گزر ٹھیک اس جگہ سے ہوا کہ (جہاں پر آج امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا روضۂ اقدس ہے) جو میدانِ کربلا میں ہے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اس جگہ آنے والے دَور میں آلِ رسول (ﷺ) کا ایک قافلہ قیام کرے گا اور اس جگہ ان کے اُونٹ بندھے ہوئے ہوں گے اور اسی میدان میں جوانانِ اہل بیت کی شہادت ہوگی اور یہ جگہ شہیدوں کا مدفن بنے گے اور زمین و آسمان ان لوگوں پر روئیں گے۔ (ازالۃ الخفاء مقصد دوم بحوالہ الریاض النضرۃ)

سیلاب ختم ہوگیا

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں ایک مرتبہ نہر فرات میں زبردست طغیانی کے باعث سیلاب آگیا جس سے تمام لوگ متاثر ہوئے کھیت برباد ہوگئے لوگ آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اس بارے میں فریاد کی، آپ اُسی وقت اُٹھ کھڑے ہوئے اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جبہ مبارک و عمامہ شریف اور چادر پاک زیبِ تن فرمائی، گھوڑے پر سوار ہوئے ایک جماعت آپ کے ساتھ روانہ ہوئی جس میں حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تھے آپ پُل پر پہنچے اور اپنے عصاء مبارک سے نہر فرات کی طرف اِشارہ فرمایا تو نہر کا پانی فوری طور پر تھوڑا سا کم ہوگیا۔ پھر دوسری مرتبہ اشارہ فرمایا تو مزید پانی کم ہوگیا جب تیسری مرتبہ اشارہ فرمایا تو ساری پانی اُتر گیا اور سیلاب ختم ہوگیا یہ دیکھ کر لوگوں نے شور مچایا، امیر المؤمنین! بس کیجئے اس قدر ٹھیک ہے۔ (شواہد النبوۃ)

گستاخ اندھا ہوگیا

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک کرامت کے بارے میں علی بن زاذان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ نے کوئی بات ارشاد فرمائی تو ایک گستاخ نے آپ کو ٹوکتے ہوئے نہایت بے باکی سے یہ کہہ دیا کہ اے امیر المؤمنین ! آپ جھوٹے ہیں، آپ جھوٹے ہیں۔ آپ نے فرمایا، اے شخص ! اگر میں سچا ہوں تو پھر تُو ضرور اللہ تعالیٰ کے قہر میں گرفتار ہوگا۔ یہ سن کر اس گستاخ نے پھر گستاخی کرتے ہوئے کہا کہ آپ بے شک میرے لئے بددعا کریں مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ ابھی اس نے یہ بات کی ہی تھی کہ اُسی وقت اس کی آنکھوں کی بینائی ختم ہوگئی اور وہ دونوں آنکھوں سے اندھا ہوکر اِدھر اُدھر ہاتھ پاؤں مارنے لگا۔ (ازالۃ الخفاء مقصد دوم)

اپنے وصال کی خبر

حضرت ابن فضالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقام ینبع میں شدید علیل ہوگئے تو میں اپنے والدِ محترم کے ساتھ آپ کی عیادت کی غرض سے گیا۔ گفتگو کے دوران میرے والدِ محترم نے عرض کیا، اے امیر المؤمنین ! آپ اس وقت ایسے مقام پر بیماری کی حالت میں قیام پذیر ہیں کہ اگر اس مقام پر آپ کا وصال ہوگیا تو پھر قبیلہ جہنیہ کے گنواروں کے علاوہ اور کون آپ کی تجہیز و تکفین کرے گا؟ اس لئے میری آپ سے درخواست ہے کہ آپ مدینہ طیبہ تشریف لے چلیں کیونکہ اگر وہاں پر آپ کا وصال ہوجاتا ہے تو وہاں پر آپ کے جان نثار مہاجرین و انصار اور دیگر محترم صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ کی نمازِ جنازہ پڑھیں گے اور یہ مقدس شخصیات آپ کی تجہیز و تکفین کا بندوبست کریں گے۔ یہ سن کر امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اے فضالہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تم اطمینان رکھو میں اپنے مرض میں ہرگز ہرگز انتقال نہیں کروں گا سن لو میرا وصال اُس وقت تک ہرگز نہیں ہوگا جب تک کہ تلوار کے وار سے میری اس پیشانی اور داڑھی کو خون سے رنگین نہ کردیا جائے گا۔ (ازالۃ الخفاء مقصد دوم)

بعد وصال کرامت

بعد از وصال حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک کرامت کا بیان کرتے ہوئے جناب اسامہ بن منقذ اپنی کتاب الاعتبار میں تحریر فرماتے ہیں کہ اٹھارہ رَمضانُ المبارک 565ھ کو مجھے موصل میں شہاب الدین ابوالفتح مظفر بن سعد بن مسعود بن بختگین بن سبکتگین مولائے معز الدولہ ابن بابویہ نے یہ واقعہ سنایا کہ خلیفہ مقتفی بامر اللہ نے میری موجودگی میں فرات کے مغربی کنارے انبار کے بالمقابل قصبہ صندرویہ کی مسجد کی زیارت کی، یہ مسجد امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مسجد کہلاتی تھی اس مسجد میں جب مقتفی داخل ہوئے تو انہوں نے سادہ سادمیاطی لباس پہن رکھا تھا اور گلے میں تلوار لٹکائے ہوئے تھے جس کی میان پر سجاوٹ بھی لوہے سے ہی کی گئی تھی۔ پہچاننے اور جاننے والوں کے علاوہ کسی کو پتا نہیں چل سکتا تھا کہ یہ خلیفہ ہیں۔ مسجد کا منتظم بار بار وزیر کیلئے دعائیں مانگتا تھا کیونکہ وہ وزیر کو جانتا تھا۔ وزیر نے اس سے کہا، کیا کر رہے ہو خلیفہ کیلئے دعا مانگو، خلیفہ مقتفی وزیر سے کہنے لگے اس سے یہ بات پوچھو کہ اس کا وہ پھوڑا جو اس کے چہرے پر تھا اور جو میں نے مستظہر کے دور حکومت میں دیکھا تھا اور یہ اس قدر گھاؤ نما پھوڑا تھا کہ اس کے چہرے کا زیادہ تر حصہ اس نے ڈھانپ رکھا تھا جب کھانے کی طلب ہوتی تو وہ اسے رومال سے باندھتا تب جا کر کہیں کھانا اس کے منہ میں جاتا تھا اب وہ پھوڑا کہاں گیا؟ مسجد کے منتظم نے جواب دیا جیسا کہ آپ کہہ رہے ہیں میرا حال بالکل ایسا ہی تھا اور میں علاقہ انبار کی اس مسجد میں بار بار آیا کرتا تھا۔ اس دوران مجھے ایک شخص ملا اور اُس نے مجھ سے کہا کہ اگر تو انبار کے فلاں عہدیدار کے پاس اس طرح بار بار جاتا جس طرح تو اس مسجد میں آ رہا ہے تو وہ ضرور تیرے لئے کسی حکیم کا انتظام کرتا جو اس خبیث مرض کو تیرے چہرے سے اُتار پھینکتا اس شخص کی اس بات کو میں نے بہت شدت سے محسوس کیا اور میرا دِل تنگ ہوا۔ اسی غم و اندوہ کی حالت میں رات کو سو گیا تو میں نے خواب میں اسی مسجد میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا۔ آپ فرما رہے تھے کہ یہ گڑھا کیسا ہے؟ یہ زمین میں ایک گڑھے کی طرف دیکھ کر آپ نے فرمایا تھا، میں نے موقع پاتے ہی اپنی بیماری کا معاملہ پیش کر دیا۔ لیکن آپ نے توجہ پھیر لی، میں نے پھر اپنی بات دہراتے ہوئے اُس شخص کا ذِکر کیا جو مجھے کسی عہدیدار سے حکیم طلب کرنے کیلئے کہہ رہا تھا۔

میری بات سن کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، تم اسی دنیا میں جلد بازی کے ساتھ وُصول کرنا چاہتے ہو۔ آپ کا یہ ارشاد سنتے ہی میری آنکھ کھل گئی اور میں نے دیکھا کہ گھاؤ والا پھوڑا میرے پہلو میں پڑا تھا اور میری ساری تکلیف رفع ہو چکی تھی۔ (جامع کرامات اولیاء)

ختم شد